عمران سیریز
ڈیتھ سرکل
مظہر کلیم
ایم اے

چند باتیں

معزز قارئین!

سلام مسنون! نیا ناول "ڈیتھ سرکل" آپ کے ہاتھوں میں ہے اس ناول میں مجرم بڑی خاموشی سے عمران کے ملک میں داخل ہوتے ہیں اور ان کی سرگرمیاں بغیر کسی کو چونکائے شروع ہو جاتی ہیں۔ لیکن پھر ایک دوست ملک کی طرف سے اطلاع آجاتی ہے کہ بین الاقوامی مجرم ان کے ملک میں داخل ہو چکے ہیں۔ حکومت چونک اٹھتی ہے لیکن اس بار ایک نیا ہی چکر شروع ہو گیا۔ صدر مملکت یہ کیس سیکرٹ سروس کو دینے سے انکار کر دیتے ہیں اور کیس سپرنٹنڈنٹ فیاض کو دے دیا جاتا ہے۔ سر رحمان اس کیس کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں اور فیاض کو خاص طور پر منع کر دیا جاتا ہے کہ وہ عمران سے کسی قسم کی امداد نہ لے۔ چنانچہ سوپر فیاض اس کیس پر کام شروع کر دیتا ہے ——— مگر وہ جسے مجرم سمجھ کر ہتھکڑیاں ڈالتا ہے وہ ایک معزز مہمان ہوتا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ سر رحمان کو اس معزز مہمان کے سامنے فیاض کی غلطی کی معافی مانگنی پڑتی ہے۔

آخر کار فیاض کو مجبور ہو کر عمران کے آگے ہاتھ جوڑنے پڑتے ہیں عمران جواب میں سودے بازی شروع کر دیتا ہے اور پھر مجرموں کی لاشیں فروخت ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ فیاض کبھی ایک لاکھ روپے میں مجرم

خریدتا ہے اور کبھی ڈیڑھ لاکھ روپے میں مجرم کی لاش ــــــ وہ روتا بھی ہے ــ چلاتا بھی ہے ــــ احتجاج بھی کرتا ہے۔ مگر مجرم تو اُسے خریدنے ہی پڑتے ہیں۔ عمران کا مجرم فروخت کرنے کا بزنس عروج پر پہنچ جاتا ہے اور سوپر فیاض کی دولت میں تیزی سے کمی آتی چلی جاتی ہے۔

اس طرح بالکل منفرد ــــ انوکھی ــــ اور انتہائی دلچسپ کہانی وجود میں آجاتی ہے جس میں قدم قدم پر قہقہے گونجتے سنائی دیتے ہیں اور ان قہقہوں کی گونج میں مشین گنوں کی تڑتڑاہٹ اور مجرموں کی خرید و فروخت بھی جاری رہتی ہے۔

یہ کہانی بالکل انوکھے انداز میں لکھی گئی ہے۔ ایسی کہانی جسے پڑھ کر آپ بھی بے اختیار قہقہے لگانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس کہانی میں عمران کا ایک نیا رُوپ سامنے آتا ہے۔ بالکل منفرد اور انوکھا انداز مجھے یقین ہے کہ یہ کہانی آپ کو بے پناہ پسند آئے گی۔

والسّلام

مظہر کلیم ایم۔ اے

عمران اپنے مخصوص ٹیکنی کلر لباس میں دارالحکومت کی سب سے معروف سڑک کے فٹ پاتھ پر ٹہلتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا ــــ اس کے چہرے پر حماقتوں کا آبشار پوری روانی سے بہہ رہا تھا۔ وہ یوں حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دکانوں کے شوکیسوں اور فیشن ایبل لڑکیوں کو دیکھتا جیسے وہ زندگی میں پہلی بار کسی شہر میں داخل ہوا ہو۔

وہ آج کل فارغ تھا اور جب بھی وہ فارغ ہوتا وہ اپنا وقت اس قسم کی حرکتیں کر کے ہی گزارتا تھا ــــ آج بھی اسنے دارالحکومت کے ایک نو تعمیر شدہ ہوٹل "فردوس" میں رات کا کھانا کھانے کا فیصلہ کیا۔ چوں کہ اس ہوٹل کا افتتاح چند روز قبل ہوا تھا۔ اور عمران اس سے پہلے کبھی اس ہوٹل میں نہیں گیا تھا ــــ اس لئے مکمل تفریح حاصل کرنے کے لئے اس نے نہ صرف ٹیکنی کلر لباس پہنا بلکہ وہ پیدل ہی ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ اور اس وقت وہ اس

ہوٹل میں جانے کے لئے ہی فٹ پاتھ پر ٹہلتا ہوا چل رہا تھا۔

"صاحب ـــــ کیا آپ میری بات سنیں گے"۔

اچانک عمران کے کانوں میں ایک نسوانی آواز گونجی اور عمران ٹھٹھک کر رک گیا ـــــ اس نے تیزی سے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ جہاں ایک نوجوان اور خوب صورت مقامی لڑکی سادہ مگر صاف ستھرے لباس میں کھڑی اس کی طرف دیکھ رہی تھی ـــــ لڑکی کے چہرے پر پھیلی ہوئی بے پناہ معصومیت نے عمران کو بے حد متاثر کیا۔

"معاف کیجئے ـــــ میں اونچا سنتا ہوں۔ اس لئے اگر آپ کچھ سنانا چاہتی ہیں تو آپ کو کانوں پر ہاتھ رکھ کر ترنم میں کہنا پڑے گا"ـــــ عمران نے آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے جواب دیا۔

"کس کے کانوں پر ـــــ آپ کے یا اپنے"ـــــ لڑکی نے بڑے معصوم سے لہجے میں پوچھا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ فقرہ خاصا برجستہ انداز میں کہا گیا تھا۔

"میرے کان تو گوند سے چپکے ہوئے ہیں۔ آپ نے ہاتھ رکھے تو وہ بے چارے نیچے گر پڑیں گے ـــــ اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ اپنے کانوں پر ہی ہاتھ رکھ لیں۔ یہ مجھے خاصے مضبوط نظر آ رہے ہیں"ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"مگر میرے کان تو بالوں میں چھپے ہوتے ہیں اس لئے مجبوری ہے"ـــــ لڑکی نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے اس نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر عمران کے دونوں کان پکڑ لیئے۔

"ارے ارے ـــــ محترمہ ارے"ـــــ عمران نے بُری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ راہ جاتے لوگ بھی فٹ پاتھ پر ہونے والا یہ عجیب وغریب تماشہ دیکھ کر رک گئے۔ ان سب کے چہروں پر شدید حیرت تھی۔

"کیا بات ہے محترمہ ـــــ کیا یہ آپ کو چھیڑ رہا تھا"۔

ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ اس کے لہجے میں ہمدردی سے زیادہ شرارت تھی۔

"آپ سے مطلب ـــــ آپ اپنی راہ لیں"ـــــ لڑکی نے انتہائی غصیلے لہجے میں اس نوجوان سے کہا اور وہ نوجوان جھجک کر پیچھے ہٹ گیا۔

لڑکی نے بدستور عمران کے دونوں کان پکڑے ہوئے تھے اور عمران کی بُری حالت تھی ـــــ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا دوسرا جا رہا تھا۔

"ایک چونی ہے آپ کے پاس"ـــــ اچانک لڑکی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"چونی ـــــ جی چونی ـــــ آپ چونی کے متعلق پوچھ رہی ہیں نا ـــــ جج ـــــ جی ہاں ـــــ ہو گی مگر......"ـــــ عمران نے بُری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور پھر تیزی سے اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر جیبیں بُری طرح ٹٹولنے لگا۔

"میرے پاس چونی کم ہے۔ سینما کی ٹکٹ لینے میں۔ اور میں فلم دیکھنا چاہتی ہوں"ـــــ لڑکی نے بڑی معصومیت

سے جواب دیا اور اُسی لمحے ہاتھ عمران کے کانوں سے ہٹا لیئے۔

"کیا بات ہے ـــــ یہ آپ نے یہاں کیا مجمع لگا رکھا ہے:" اچانک ایک ٹریفک کانسٹیبل نے مجمع کو ہٹا کر اندر آتے ہوئے کہا۔

"یہ چونی مانگ رہی ہیں:ـــــ عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ ابھی رو پڑے گا۔

"چونی مانگ رہی ہے ـــــ کیوں:ـــــ سپاہی نے حیرت سے آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے کہا۔

"سنو کانسٹیبل ـــــ یہ شخص مجھے اغوا کر کے لے آیا ہے۔ اور اب مجھے بیچنا چاہتا ہے۔ اب میں نے شور مچایا تو مجھے پاگل بنا رہا ہے۔ کہتا ہے چونی مانگتی ہے ـــــ ہونہہ ـــــ میں کیوں مانگوں چونی:ـــــ لڑکی نے چمکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ ـــــ تم اسے اغوا کر کے لے آئے ہو چلو تھانے:" کانسٹیبل نے مونچھوں کو مروڑتے ہوئے اور سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے اس نے جھپٹ کر عمران کی کلائی پکڑ لی۔

"ارے ارے ـــــ یہ جھوٹ بول رہی ہے ـــــ غضب خدا کا:ـــــ عمران نے بری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مارو مارو اسے ـــــ یہ لڑکیاں اغوا کرتا ہے:" اچانک مجمع میں سے کسی نے چیخ کر کہا۔ اور شاید مجمع اس قسم کے موقعے کے انتظار میں تھا ـــــ اس لیئے وہ سب شور مچاتے

اور چیختے ہوئے عمران پر جھپٹ پڑے۔ مگر دوسرے لمحے سپاہی کے حلق سے گالیاں اور چیخیں نکلنے لگیں ـــــ عمران نے بڑی پھرتی سے ایک جھٹکا دے کر سپاہی کو اپنے اوپر کر کے خود اس کے نیچے چھپ گیا تھا۔ اور بے چارے سپاہی پر بے بھاؤ کی پڑنے لگیں ـــــ اور جب تک مجمع کو احساس ہوتا کہ وہ عمران کی بجائے سپاہی کو پیٹ رہے ہیں، سپاہی بے چارہ اچھی خاصی مرمت کرا چکا تھا۔ اور جب لوگوں کو احساس ہوا کہ انہوں نے ایک باوردی کانسٹیبل کو سر عام پیٹ ڈالا ہے۔ وہ سب تیزی سے مڑے اور پھر جدھر لوگوں کا منہ اٹھا لوگ بھاگ اٹھے ـــــ اور اُسی لمحے عمران نے زور سے کانسٹیبل کو دھکا دیا اور پھر وہ تیزی سے بھاگتا ہوا ذرا آگے ایک ریستوران میں گھسا اور پھر اس کے پچھلے دروازہ سے نکل کر آگے بڑھتا چلا گیا۔

اس لڑکی نے اچھا خاصا مسئلہ بنا کر رکھ دیا تھا اور عمران جانتا تھا کہ اگر وہ اب نہ بھاگا تو پھر تھانے تک تو لازماً جانا ہی پڑے گا ـــــ اور وہ اس وقت تھانے جانے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اُسی لمحے اس نے ایک خالی ٹیکسی کو روکا اور پھر جلدی سے اس کا دروازہ کھول کر اس میں سوار ہو گیا۔

"ہوٹل فردوس:ـــــ عمران نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا اور ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ اور عمران بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتا رہا جیسے اُسے خطرہ ہو کہ ابھی مجمع اس کو پیچھے سے آ کر پکڑ لے گا ـــــ لیکن جب کوئی نظر نہ آیا تو

عمران نے اطمینان کا ایک طویل سانس لے کر نشست سے سر ٹکا دیا ــــ وہ لڑکی کے اس انداز کی جرأت اور مذاق پر اب دل ہی دل میں حیران ہو رہا تھا۔ یا تو وہ لڑکی واقعی پاگل تھی یا پھر حد سے زیادہ خود اعتماد ــــ ویسے عمران کو اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے بھی پاگل پن کی جھلکیاں نظر نہ آئی تھیں۔ اس لئے وہ یہی سوچ رہا تھا کہ لڑکی نے مذاق کیا ہے ــــ بہرحال وہ لڑکی کی ہمت پر دل ہی دل میں داد دے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ٹیکسی نو تعمیر شدہ ہوٹل فردوس کی عظیم الشان بلڈنگ کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی اور اس کے بڑے گیٹ کے سامنے جا کر رکی ــــ عمران دروازہ کھول کر نیچے اترا اور اس نے کرایہ دینے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر یوں چونکا جیسے جیب کٹ گئی ہو۔ اور اس نے تیزی سے دوسری جیبیں ٹٹولنی شروع کر دیں۔

"کرایہ دیں۔ یہ اداکاری بند کریں۔ میں نے آپ جیسے بڑے اداکار دیکھے ہیں" ــــ اچانک ڈرائیور نے کرخت لہجے میں کہا وہ غور سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اچھا ــــ میری اداکاری اچھی ہے ــــ بہت اچھے۔ آج پہلی بار کوئی قدردان ملا ہے۔ چلو پھر جلدی سے ہدایت کار جلالی جلال پوری کے پاس" ــــ عمران اچھل کر واپس ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔

"کیا مطلب ــــ کرایہ نکالو ــــ اور نیچے اترو ورنہ دانت

باہر نکال دوں گا" ــــ ڈرائیور نے غصے سے پلٹ کر کہا۔

"چلو نکال دو دانتوں کو باہر۔ ویسے بھی عذاب بنے ہوئے ہیں۔ صبح شام برش کرتے رہو۔ پیسٹ ملتے رہو۔ خواہ مخواہ کا خرچہ" عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"تم اترتے ہو نیچے یا نہیں" ــــ ٹیکسی ڈرائیور نے چیختے ہوئے کہا۔

"ارے ارے بھئی ــــ تم دانتوں کی بجائے آنکھیں نکال رہے ہو۔ یہ بات غلط ہے" ــــ عمران نے خوف زدہ انداز میں نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ ــــ آجاتے ہیں مفت خورے۔ جیب میں پیسے نہیں اور ٹیکسی پر بیٹھ جاتے ہیں جیسے ان کے باپ کی ہو" ــــ ٹیکسی ڈرائیور نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ اور گیر لگا کر ٹیکسی کو آگے بڑھانا چاہا۔ اسی لمحے عمران نے جیب سے سو کا ایک نوٹ نکالا اور ٹیکسی ڈرائیور کی گود میں پھینک دیا۔

"باقی اپنے جیسے کسی مستحق کو دے دینا" ــــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر وہ ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑے باوقار انداز میں بڑھتا چلا گیا ــــ اور ٹیکسی ڈرائیور یوں آنکھیں پھاڑے عمران کو دیکھتا رہ گیا جیسے دنیا کا آٹھواں عجوبہ اسے اچانک دکھائی دے گیا ہو۔ اور پھر اس نے چونک کر یوں تیزی سے ٹیکسی آگے بڑھائی جیسے ایک لمحے کی بھی دیر ہوئی تو عمران اس سے نوٹ واپس چھین لے گا۔

عمران بڑے باوقار انداز میں چلتا ہوا مین گیٹ پر پہنچا۔ مین
گیٹ کے دونوں اطراف میں دو باوردی دربان بڑے مودبانہ
انداز میں کھڑے تھے ——— جیسے ہی عمران ان کے قریب پہنچا وہ دونوں
مشینی انداز میں رکوع کے بل جھکتے چلے گئے اور عمران بھی چلتے
چلتے ٹھٹھک کر رکا اور پھر وہ بھی رکوع کے بل جھکتا چلا گیا۔ وہ
دونوں دوسرے لمحے سیدھے ہوئے تو عمران کو اپنے سامنے
رکوع کے بل جھکے ہوتے دیکھ کر بُری طرح چونک پڑے۔

"ارے ارے صاحب ——— یہ آپ کیا کر رہے ہیں"
ان دونوں نے حیرت سے بھرپور لہجے میں آنکھیں پھاڑتے
ہوئے کہا۔

"مجھے تو کہیں بھی نہیں دکھائی دی۔ ذرا اپنا پیر اٹھاؤ تو"
عمران نے جھکے جھکے ایک دربان سے کہا۔

"جی جی ——— پیر اٹھاؤں۔ مگر کیوں" ——— دربان نے
بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"شاید تمہارے پیر کے نیچے آگئی ہو" ——— عمران نے
سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

"پیر کے نیچے ——— مگر کیا صاحب" ——— دربان پہلے
کی طرح بوکھلایا ہوا تھا۔

"چونی گری تھی نا تمہاری ——— وہی ڈھونڈھ رہے تھے نا"
عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"ہی ——— ہی ——— صاحب ——— ہم تو آپ کو سلام کر رہے

تھے" ——— دونوں دربانوں نے بیک وقت دانت نکالتے ہوئے
کہا۔

"بدتمیز ——— میں تمہارے قدموں میں بیٹھا ہوا ہوں جو تم
اس طرح جھک کر سلام کر رہے تھے" ——— عمران نے اس بار
غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہ نہ صاحب ——— ہمیں تو منیجر صاحب نے ایسے سلام
کے لئے کہا تھا جناب ——— ہمارا کوئی قصور نہیں" ——— دونوں
نے عمران کو بگڑتے دیکھ کر گھگھیائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اچھا ——— میں پوچھتا ہوں تمہارے منیجر سے۔ اس نے کیا
تماشا بنا رکھا ہے" ——— عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور
پھر تیزی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

اندر داخل ہوتے ہی وہ تیزی سے چلتا ہوا سیدھا کاؤنٹر
کی طرف بڑھا۔ ہوٹل کا خوب صورت ہال عورتوں اور مردوں سے
پُر تھا۔ ہر طرف قہقہے بکھرے ہوئے تھے۔

"کہاں ہے تمہارا منیجر" ——— عمران نے کاؤنٹر پر پہنچتے ہی
زور سے کاؤنٹر پر مکہ مارا اور کڑک دار لہجے میں کہا۔ اور اس کی
آواز سے ہال پر یک دم سکوت طاری ہو گیا ——— قہقہے دم توڑ
گئے اور سب لوگ چونک کر کاؤنٹر کی طرف دیکھنے لگے۔

"آپ کون ہیں ——— اور یہ کیا انداز ہے۔ آپ کو کس نے اندر
آنے دیا ہے" ——— کاؤنٹر پر کھڑی ہوئی خوب صورت سی
لڑکی نے آنکھیں نکالتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں پوچھتا ہوں کہاں ہے تمہارا منیجر ——— میں اس گدھے سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ دربانوں کو چوٹی دیتا ہی کیوں ہے جو انہیں اس طرح ڈھونڈھنی پڑتی ہے" ——— عمران نے ایک بار پھر پہلے سے زیادہ قوت سے کاؤنٹر پہ مکہ مارتے ہوئے کہا

"میری بات سنیئے مسٹر" ——— اچانک ایک شخص نے عمران کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور عمران تیزی سے اس شخص کی طرف پلٹ پڑا۔

"آپ کو ہوٹل کے آداب کا خیال رکھنا چاہیئے۔ یہ شرفا کا ہوٹل ہے۔ آپ جیسے لفنگوں کا نہیں" ——— اس شخص نے عمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔ وہ خاصا قوی ہیکل نوجوان تھا ——— اور اس کے ٹھوس جسم اور چہرے پر موجود کرختگی سے صاف دکھائی دیتا تھا۔ کہ اُسے رکھا ہی ہوٹل میں ایسے افراد سے نپٹنے کے لئے ہے۔

"ج ——— جی اچھا ——— بہت اچھا جناب۔ آئندہ خیال رکھوں گا جناب" ——— عمران نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ نوجوان کوئی اور بات کہتا عمران نے مڑ کر پہلے سے زیادہ قوت سے کاؤنٹر پہ مکہ مارا اور پہلے سے زیادہ بلند آواز سے چیخا۔

"کہاں ہے منیجر کا بچہ ——— احمق ——— گدھا" ——— عمران کی چیخ سے ہال گونج اٹھا۔

"کیا خیال ہے جناب ——— اب ٹھیک ہے" ——— عمران

نے بڑے مطمئن انداز میں مڑ کر اس نوجوان سے کہا۔ اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے پیچھے ہٹا ——— اور وہ نوجوان اپنے ہی زور میں لٹو کی طرح گھومتا چلا گیا۔ اس نے عمران پر ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ مگر ظاہر ہے عمران اتنی آسانی سے بھڑے میں کہاں آنے والا تھا۔ اس لیئے وہ تیزی سے ہٹ گیا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے" ——— اچانک ایک گونجتی ہوئی آواز سنائی دی اور عمران پر ہاتھ چھوڑنے والا تیزی سے اس آواز کی طرف مڑا۔

عمران نے دیکھا کہ سامنے گیلری کے کونے والے کمرے کے دروازے پر ایک ادھیڑ عمر آدمی کھڑا تھا ——— اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ غصے کے تاثرات تھے۔

"باس ——— یہ شخص بدتمیزی کر رہا ہے" ——— اس نوجوان نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم یہاں آنے والوں پر ہاتھ چھوڑ دو۔ پیچھے ہٹو نانسنس ——— اس آدمی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور پھر وہ قدم بڑھاتا ہوا عمران کی طرف بڑھتا آیا۔

"میں آپ سے اپنے آدمی کی گستاخی کی معافی چاہتا ہوں۔ فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں" ——— اس ادھیڑ عمر آدمی نے عمران کے قریب آ کر بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں منیجر سے ملنا چاہتا ہوں" ——— عمران نے بڑے

باوقار سے لہجے میں کہا۔

" اوہ ۔۔۔ میں یہاں کا منیجر ہوں۔ فرمایئے " ۔۔۔ اس ادھیڑ عمر نے عمران کو سر سے پیر تک بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی پیشانی پر بھی ناگواری کی شکنیں ابھر آئی تھیں لیکن شاید اس میں تحمل مزاجی کچھ ضرورت سے زیادہ ہی تھی۔ اس لئے وہ ہوٹل کے آداب کا خیال رکھ رہا تھا۔

" آپ منیجر ہیں ۔۔۔ ارے واقعی ۔۔۔ اچھا ۔۔۔ ویری گڈ۔ آپ تو مجھے اچھے بھلے آدمی نظر آرہے ہیں " ۔۔۔ عمران نے یوں آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ جیسے اُسے یقین نہ آرہا ہو کہ یہ شخص بھی منیجر ہو سکتا ہے۔

" تعریف کا شکریہ ۔۔۔ فرمایئے " ۔۔۔ منیجر نے بیزار سے لہجے میں کہا۔

" کیا آپ کے پاس کوئی دفتر نہیں ہے جہاں آپ کسی شریف آدمی کو لے جاسکیں ۔۔۔ فکر نہ کیجئے میں آپ کو چائے پلانے کے لئے نہیں کہوں گا " ۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر تمام تر حماقتیں یکدم غائب ہو گئی تھیں۔

" اوہ ۔۔۔ ویری سوری ۔۔۔ تشریف لایئے "

منیجر نے عمران کے چہرے کو رنگ بدلتے دیکھ کر چونکتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے واپس اُسی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں سے نمودار ہوا تھا ۔۔۔ اور عمران اس

کے پیچھے چل پڑا۔ البتہ وہ اس قوی ہیکل نوجوان کو آنکھ مارنے سے باز نہ رہا ۔۔۔ جو اب ایک طرف خاموش کھڑا تھا اور اس نوجوان نے ایک جھٹکے سے منہ پھیر لیا۔ جیسے کہہ رہا ہو اگر منیجر نہ ٹپک پڑتا تو وہ عمران کی ہڈیوں کا سرمہ بنا کر رکھ دیتا۔

" آیئے ۔۔۔ تشریف رکھیئے " ۔۔۔ منیجر نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے سامنے رکھے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

" کیا رکھوں ۔۔۔ معاف کیجئے میں کچھ اونچا سنتا ہوں " عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" میں نے کہا ہے صوفے پر بیٹھیئے " ۔۔۔ منیجر نے اس بار تیز لہجے میں کہا۔ اب اس کے لہجے میں وہ شائستگی باقی نہ رہی تھی جس کا مظاہرہ وہ ہال میں کر رہا تھا۔

" اچھا اچھا شکریہ " ۔۔۔ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں کہا اور پھر اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا۔

" فرمایئے " ۔۔۔ منیجر نے اپنے بازو میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

" آپ کیا سننا پسند فرمائیں گے غزل ۔۔۔ قطعہ ۔۔۔ قصیدہ یا ہجو " ۔۔۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا جیسے کوئی موٹی سی بیاض نکالنا چاہتا ہو۔

اور منیجر نے جھنجھلا کر میز پر پڑی ہوئی گھنٹی پر زور سے ہاتھ مارا۔

"آپ تھے ہی اس قابل کہ آپ کو دھکے مار کر باہر نکال دیا جاتا ۔۔۔ نجانے کون سے کون سے جانور اندر گھس آتے ہیں" ۔۔۔ منیجر نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اور آ کر منیجر بن کر بیٹھ جاتے ہیں" ۔۔۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور منیجر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"گٹ آؤٹ ۔۔۔ میں کہتا ہوں نکل جاؤ ورنہ میں پولیس کو بلواتا ہوں" ۔۔۔ منیجر نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔ غصے کے مارے اس کے نتھنے بڑی طرح پھڑک رہے تھے، معاملہ شاید اس کی برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔

اُسی لمحے وہی قوی ہیکل نوجوان دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

"جاؤ ایک کوک لاؤ جلدی ۔۔۔ اور دیکھو ٹھنڈی ہو" منیجر کے بولنے سے پہلے عمران بول پڑا۔ اور وہ نوجوان حیرت سے سر ہلاتا ہوا تیزی سے واپس مڑ گیا ۔۔۔ منیجر واپس دھم سے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"فی الحال اس رباعی پر گزارہ کیجئے پوری غزل بعد میں سناؤں گا" ۔۔۔ عمران نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر منیجر کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا۔ اور منیجر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے سرسری سی نظر کارڈ پر ڈالی ۔۔۔ اور دوسرے لمحے وہ یوں اچھلا جیسے کارڈ کی بجائے اُسے میز پر ایٹم بم پڑا

ہوا نظر آ گیا ہو۔

"اوہ ۔۔۔ آپ آپ ۔۔۔ اوہ معاف کیجئے ۔۔۔ معاف کیجئے۔ مجھے علم نہ تھا میں معافی چاہتا ہوں" ۔۔۔ منیجر کی گھبراہٹ کے مارے زبان ہکلانے لگ گئی تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑے حیرت سے کبھی کارڈ کو دیکھتا اور کبھی سامنے بیٹھے عمران کو۔

"آ ۔۔۔ آپ نے کیسے تکلیف کی۔ مجھے اطلاع ہوتی تو وہیں آپ کا گیٹ پر استقبال کرتا" ۔۔۔ منیجر بے چارے کا واقعی کارڈ دیکھتے ہی بُرا حال ہو گیا تھا۔

"کوئی بات نہیں ۔۔۔ میرا استقبال میری توقع سے کہیں زیادہ شاندار ہوا ہے" ۔۔۔ عمران نے اٹھ کر میز پر پڑا ہوا کارڈ اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر اس پر ایک نظر ڈالتے ہی اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گیا ۔۔۔ اسنے کارڈ واپس جیب میں ڈال لیا۔ اب اُسے معلوم ہوا تھا کہ منیجر بے چارہ کیوں گھبرا گیا ہے۔ کارڈ سپیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیورو کا تھا۔ عمران اپنی جیب میں نجانے کون کون سے کارڈ بھرے رکھتا تھا اور اب اُسے بھی نہیں معلوم تھا کہ کون سا کارڈ برآمد ہو کر منیجر کے سامنے پہنچا ہے ۔۔۔ اس لئے تو اس نے کارڈ اٹھا کر دیکھا تھا۔

"میں ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں" ۔۔۔ منیجر بے چارہ اپنے سلوک سے گھبرایا ہوا تھا۔ ظاہر ہے نیا نیا ہوٹل کھولنا

اور پھر انٹیلی جنس بیورو کے سپیشل ڈائریکٹر سے ٹکراؤ۔ ان کے لئے
تو موت کے برابر تھا۔

"آپ چاہتے رہیں آپ کو چاہنے سے کون روک سکتا ہے۔
ویسے ابھی آپ کی عمر ایسی بھی ہے کہ آپ چاہنا چھوڑ
کر چاہا جانا شروع کر دیں ۔۔۔ عمران کا ذہن ایک بار پھر
پٹڑی بدل گیا تھا۔

"ج ۔۔۔ ج ۔۔۔ جی ۔۔۔ بالکل جناب" ۔۔۔ مینجر
نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اُسے سمجھ ہی نہ آ رہی تھی
کہ وہ کیا جواب دے۔

اُسی لمحے دروازہ کھلا اور وہی نوجوان کوکا کولا کی بوتل
اٹھائے اندر داخل ہوا ۔۔۔ اس کا بوتل پکڑنے کا انداز
ایسا تھا جیسے وہ خیرات میں کسی کو کچھ دے رہا ہو۔

"یہ کیا طریقہ ہے مشروب لانے کا بے وقوف۔ تمہیں
اتنی تمیز نہیں کہ صاحب کو مشروب کیسے پیش کیا جاتا ہے۔
گٹ آؤٹ" ۔۔۔ مینجر اس نوجوان پر ہی الٹ پڑا۔

"ج ۔۔۔ جی" ۔۔۔ نوجوان اس اچانک افتاد سے
بُری طرح بوکھلا گیا۔

"جاؤ ۔۔۔ ہمارے ہوٹل کا بہترین مشروب گولڈن ڈرالس
لے آؤ جلدی" ۔۔۔ مینجر نے غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا اور
نوجوان تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر نکل گیا۔

"مم ۔۔۔ معاف کیجئے ۔۔۔ ابھی نیا نیا عملہ ہے۔ انہیں

آداب نہیں آتے جناب" ۔۔۔ مینجر نے بے بسی سے ہاتھ
ملتے ہوئے کہا۔

"آپ نے تو شاید ان صاحب کو دوسروں کو آداب سکھلانے
کے لئے رکھا ہوا ہے ۔۔۔ اور حیرت ہے کہ اسے خود آداب
نہیں آتے" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور
پھر اس سے پہلے کہ مینجر کوئی جواب دیتا۔ اچانک دروازہ ایک
دھماکے سے کھلا اور دوسرے لمحے ایک لڑکی ہنستی ہوئی
اندر داخل ہوئی۔

"ڈیڈی ۔۔۔ آج بڑا مزہ آیا" ۔۔۔ لڑکی نے بُری
طرح ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے ارے محترمہ ۔۔۔ آپ یہاں بھی پہنچ گئیں۔
ارے خدا کی قسم میرے کان گوند سے چپکے ہوئے ہیں۔ اور
میری جیب میں چونی بھی نہیں ہے" ۔۔۔ اچانک عمران
نے گھگھیائے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ صوفے پر سے اٹھ کر
کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ رو دینے والا ہو گیا تھا ۔۔۔ کیوں
کہ یہ لڑکی وہی تھی جس نے اُسے فٹ پاتھ پر روک لیا
تھا۔

"اوہ ۔۔۔ تم یہاں ۔۔۔ تم یہاں کیسے" ۔۔۔ لڑکی نے
چونک کر عمران کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کی
جھلکیاں نمایاں تھیں۔

"یہ انٹیلی جنس بیورو کے سپیشل ڈائریکٹر مسٹر فرخ عارف

ہیں بیٹی۔ تمہارا پہلے تعارف ہے ان سے؟" ـــــــ منیجر نے فوراً ہی عمران کا کارڈ کے مطابق تعارف کراتے ہوئے کہا۔ اُسے شاید خطرہ تھا کہ ان کی بیٹی ان کی طرح گستاخی نہ کر دے۔

"یہ سپیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیورو ـــــ کیوں مذاق کرتے ہیں ڈیڈی۔ یہ چپڑ قناطی بھلا اتنے بڑے عہدے دار کیسے ہو سکتے ہیں؟" ـــــــ لڑکی نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر ایک بار پھر معصومیت سی ابھر آئی تھی۔ اُسے شاید عمران کا ٹیکنی کلر لباس اور چہرے پر برسنے والی حماقت اور یتیمی دیکھ کر اپنے باپ کی بات پر یقین نہ آیا تھا۔

"شٹ اپ ـــــ تمہیں تمیز نہیں ہے بات کرنے کی۔ چلو صاحب سے معافی مانگو" ـــــــ منیجر اپنی بیٹی پر ہی الٹ پڑا۔

"صاحب ـــــ ناراض نہ ہوں یہ میری بیٹی شہلا ہے۔ کالج میں پڑھتی ہے بے حد شرارتی اور بدتمیز ہے"۔ منیجر نے بیٹی کو ڈانٹنے کے بعد عمران سے مخاطب ہو کر معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

"کیا آپ واقعی سپیشل ڈائریکٹر ہیں۔ ڈیڈی آپ جو مرضی آئے کہیں مجھے یقین نہیں آ رہا ـــــ بھلا سپیشل ڈائریکٹر اس طرح فٹ پاتھ پر پیدل چلا کرتے ہیں اور اس طرح کے احمقانہ لباس پہنتے ہیں۔ یہ تو بچ گئے۔ ورنہ ان کی وہ پٹائی ہوتی کہ اب تک ہسپتال پہنچ گئے ہوتے" ـــــــ لڑکی نے شرارت

بھرے لہجے میں کہا۔ اُسے باپ کے ڈانٹنے کے باوجود بھی عمران کے تعارف پر یقین نہ آ رہا تھا۔

"کیا بدتمیزی ہے ـــــ نکل جاؤ میرے دفتر سے۔ بار بار بکواس کئے چلی جا رہی ہو" ـــــــ منیجر بے چارہ اپنی بیٹی کے ہاتھوں بُری طرح پھنس گیا تھا۔

"اچھا ڈیڈی ـــــ آپ کہتے ہیں تو یقین کر لیتی ہوں۔ ویری ودی جناب سپیشل ڈائریکٹر صاحب" ـــــــ شہلا نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"جوتی تو نہیں مانگیں گی" ـــــــ عمران نے جو خاموش بیٹھا تھا بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں ـــــ وہ تو بس مذاق تھا۔ اب مجھے کیا معلوم کہ آپ جیسے ڈائریکٹر ہوتے ہیں" ـــــــ شہلا نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"یہ جوتی کی کیا بات ہے" ـــــــ منیجر نے ہونقوں کے سے لہجے میں کہا۔

"دراصل ڈیڈی ـــــ میں اور نگ زیب روڈ پر اپنی سہیلیوں کے ساتھ کون کھا رہی تھی کہ ڈائریکٹر صاحب وہاں سے گزرے۔ یہ فٹ پاتھ پر چل رہے تھے ـــــ اور یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر لڑکیوں اور دکانوں کے شوکیسوں کو دیکھ رہے تھے کہ ہمیں ان کے انداز پر بے اختیار ہنسی آ گئی۔ چنانچہ میں نے جا کر ان کے کان پکڑ لیئے ـــــ بس ڈیڈی پھر وہاں مجمع

اکٹھا ہو گیا۔ پولیس آگئی۔ اور میں نے کہہ دیا کہ انہوں نے مجھے اغوا کیا ہے اور اب بھگا لے جا رہے ہیں۔ چنانچہ میری توقع کے مطابق مجمع ان پر ٹوٹ پڑا۔ مگر ڈیڈی ـــــ یہ ڈائریکٹر ہیں بڑے تیز۔ انہوں نے کانسٹیبل کو آگے کر دیا۔ اور کانسٹیبل بے چارہ مجمع کے ہاتھوں بُری طرح پٹ گیا۔ اور یہ دم دبا کر اور سعدی ـــــ سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔" ـــــ شہلا نے یوں مزے لے لے کر ساری داستان سنانی شروع کر دی جیسے وہ کوئی پُر لطف قصہ سنا رہی ہو۔

"اوہ ـــــ ایسے مذاق اچھے نہیں ہوتے۔ تمہیں ہزار بار سمجھایا ہے مگر تم باز نہیں آتیں ـــــ فرخ صاحب میں ان کی طرف سے آپ سے معافی چاہتا ہوں۔" ـــــ منیجر نے اپنے لبوں پر آنے والی مسکراہٹ کو زبردستی روکتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"وہ جی میں نے ان سے لاکھ کہا کہ میرے کان گوند سے جڑے ہوتے ہیں ـــــ لیکن یہ مانی ہی نہیں اور پھر ستم یہ کہ میرے کان پکڑ کر مجھ سے ہی چونی مانگنی شروع کر دی۔ اب بھلا آپ سوچیں کہ کان بھی میرے پکڑے جائیں اور چونی بھی میں ہی دوں۔ یہ تو صریحاً ظلم ہے۔" ـــــ عمران نے منمنے سے لہجے میں کہا۔ اور شہلا کے ساتھ ساتھ منیجر بھی اس بار اپنے حلق سے نکلنے والا قہقہہ نہ روک سکا۔

"آپ ہنس رہے ہیں۔ کمال ہے۔ آپ کے کان پکڑ کر آپ سے کوئی چونی مانگے تب آپ کو پتہ چلے۔" ـــــ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

اور اس سے پہلے کہ منیجر یا شہلا کوئی جواب دیتے دروازہ کھلا اور ایک ویٹر ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا ـــــ ٹرالی پر لمبے لمبے دو گلاس رکھے ہوئے تھے جن میں شہد سے رنگ کا محلول بھرا ہوا تھا۔

"ارے واہ ـــــ گولڈن ڈرالپس ـــــ ویری گڈ ڈیڈی۔ میری بھی یہی خواہش تھی۔" ـــــ شہلا نے گلاس دیکھ کر اچھلتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ ویٹر ٹرالی سے گلاس اٹھاتا شہلا نے جھپٹ کر گلاس اٹھایا اور اُسے تیزی سے منہ سے لگا لیا۔

"صاحب ـــــ کیا کروں اس لڑکی نے تو شرارتوں سے میرا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ اس پر کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔" منیجر نے خفیف ہوتے ہوئے کہا۔ اُسی لمحے ویٹر نے دوسرا گلاس اٹھا کر عمران کے سامنے رکھ دیا۔

"پیجیئے پیجیئے ڈائریکٹر صاحب ـــــ یہ مشروب تو قسمت والوں کو ملتا ہے۔" ـــــ شہلا نے گلاس منہ سے ہٹا کر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

اس کی آنکھوں میں واقعی شرارت بھری ہوئی تھی۔ اور عمران نے یوں گلاس اٹھا لیا جیسے اُسے خیال ہو کہ اگر اس نے فوری گلاس

نہ اٹھایا تو شہلا اُسے بھی جھپٹ لے گی۔

"یہ کان پکڑ محترمہ کس کالج میں پڑھتی ہیں" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اُسے دراصل شہلا کے بے تکلفانہ انداز پہ لطف آرہا تھا۔

"دیکھیے ڈائریکٹر صاحب ـــ میرا نام شہلا ہے کان پکڑ نہیں" ـــ شہلا نے غصے سے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا کان پکڑ نہیں گلاس پکڑ سہی ـــ میں تو سوچ رہا ہوں کہ اُسی کالج میں داخلہ لے لوں۔ تاکہ فٹ پاتھ پر کسی شریف آدمی کے کان پکڑ کر اس سے چونی مانگنا تو سیکھ جاؤں"

عمران نے جواب دیا اور شہلا بے اختیار ہنس پڑی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں جیسے وہ تصور ہی تصور میں اپنی اس شرارت پہ لطف اندوز ہو رہی ہو۔

"شہلا تو یہاں نہیں پڑھتی۔ یہ تو انگلینڈ رہتی ہے۔ اپنی ماں کے پاس۔ ایک ہفتہ سے یہاں آئی ہوئی ہے اور جب سے یہاں آئی ہے میرا ناطقہ بند کر رکھا ہے" ـــ منیجر نے بے چارگی اور بے بسی کے انداز میں کہا۔

"ڈیڈی ـــ ایک تو آپ الفاظ بڑے موٹے استعمال کرتے ہیں۔ یہ ناطقہ کیا ہوتا ہے" ـــ شہلا نے بھنویں اچکاتے ہوئے کہا۔

"ناطقہ اس کتاب کو کہتے ہیں جو سمجھ میں نہ آئے۔ لیکن مجبوراً پڑھنی پڑے جیسے آپ" ـــ منیجر کی بجائے عمران نے جواب

دیتے ہوئے کہا اور شہلا کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

"آپ واقعی بے حد ذہین انسان ہیں۔ یہ تو یہاں کی انٹیلی جنس بیورو کی بدقسمتی ہے کہ آپ اس کے ڈائریکٹر بن گئے ـــ اگر آپ انگلینڈ میں ہوتے تو یقیناً کسی پرائمری سکول میں ٹیچر لگے ہوئے ہوتے" ـــ شہلا نے بڑے طنزیہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بے بی میں نے تمہیں ہزار بار سمجھایا کہ یہ انگلینڈ نہیں ہے پاکیشیا ہے ـــ یہاں سوچ سمجھ کر بات کیا کرو" ـــ منیجر نے شہلا کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی ـــ میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کی۔ آپ یقین کریں انگلینڈ میں ان جیسے جینئس افراد کی بڑی قدر ہے"
شہلا نے شرارت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا اچانک میز پر پڑے انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی ـــ اور منیجر نے تیزی سے رسیور اٹھا لیا۔

"یس ـــ منیجر فردوس ہوٹل" ـــ منیجر نے لہجے کو باوقار بناتے ہوئے کہا۔ پھر دوسری طرف سے بات سنتے ہی اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ بھجوا دیں۔ میں بات کر لیتا ہوں" ـــ منیجر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"آپ کے محکمے نے ہمیں بے حد تنگ کر رکھا ہے۔ جب سے

ہوٹل کھولا ہے۔ روزانہ ڈیمانڈ بڑھتی جا رہی ہے نہیں تو ہوٹل بند
کرنے کی دھمکیاں ــــــ یہ تو اچھا ہوا کہ آپ تشریف لے آئے
ورنہ میں سوچ رہا تھا کہ آپ جیسے کسی بڑے افسر سے ملوں "۔
منیجر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں بھی تو اسی لئے آیا ہوں کہ ہوٹل بند کر دوں۔ چلو اچھا ہوا
آپ خود ہی بند کرنے پر تیار ہیں "ــــــ عمران نے بڑے سنجیدہ
لہجے میں کہا۔

"ارے ارے ــــ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں تو آپ سے
شکایت کرنے والا تھا۔ اور آپ الٹا مجھے ہی دھمکی دے رہے
ہیں "ــــــ منیجر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اچھا ــــ آپ شکایت کرنے والے تھے۔ ضرور کیجئے۔ لیکن
رجسٹر شکایات تو ابھی جلد بندی کے لئے گیا ہوا ہے۔ اور آئندہ
دس سال تک اس کی جلد نہیں بننی "ــــــ عمران نے سر ہلاتے
ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ منیجر کوئی جواب دیتا۔ اچانک دروازہ
کھلا اور پھر عمران کو بے اختیار صوفے سے اچھلنا پڑا ــــ کیوں
کہ دروازہ کھول کر اندر آنے والا سپرنٹنڈنٹ فیاض تھا۔ پوری
وردی اور مکمل جاہ و جلال کے ساتھ۔

"یہ کیا تماشہ بنا رکھا ہے آپ نے "ــــــ سوپر فیاض نے
دروازے میں داخل ہوتے ہی انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"مم ــــ مم ــــ میں نے "ــــــ عمران نے اچانک

کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور سوپر فیاض کی گردن تیزی سے عمران
کی طرف گھومتی چلی گئی ــــ اور پھر عمران کو دیکھتے ہی اس کا
جاہ و جلال یوں رخصت ہو گیا جیسے کرایہ پر لے کر آیا ہو۔

"اوہ تم ــــ تم یہاں کیسے "ــــــ سپرنٹنڈنٹ فیاض
نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"ان کی مہربانی ہے کہ یہ یہاں تشریف لائے ہیں۔ ورنہ سپیشل
ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیورو تو اپنے دفتر میں ملاقات کا وقت نہیں
دیتے "ــــــ منیجر نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"سپیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیورو "ــــــ سپرنٹنڈنٹ فیاض
نے حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اچھا بھئی مجھے اجازت ــــ باوردی لوگ آ گئے ہیں اب
یہاں بے وردی لوگوں کا کیا کام "ــــــ عمران نے اٹھ کر
دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے لمحے سپرنٹنڈنٹ
فیاض نے اچک کر عمران کی کلائی پکڑ لی۔ اس کے چہرے پر
ایک بار پھر جلال ابھر آیا تھا۔

"اس نے کیا تعارف کرایا ہے اپنا "ــــــ فیاض نے بڑے
کڑک دار لہجے میں منیجر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ سپیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیورو فرخ عارف ہیں "۔
منیجر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

فیاض نے جس انداز میں عمران کی کلائی پکڑی ہوئی تھی اور
عمران کے چہرے پر جس طرح بے چارگی اور بے بسی کے

تاثرات نظر آرہے تھے اس نے منیجر کو بھی بوکھلانے پر مجبور کر دیا۔

"ہوں ــــ تو یہ فراڈ ہیں۔ آج تم قابو آئے ہو۔ اب یہ منیجر گواہی دے گا اور میں دیکھوں گا کہ تمہارے ہاتھ میں ہتھکڑیاں کیسے نہیں پڑتیں" ــــ سوپر فیاض نے بڑے غصیلے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"مم ــــ معاف کر دو سوپر فیاض ــــ غلطی ہو گئی۔ خدا قسم ایک گلاس شربت پیا ہے۔ قسم لے لو جو کچھ مانگا ہو بیشک پوچھ لو منیجر صاحب سے" ــــ عمران نے یوں عاجزانہ لہجے میں کہا جیسے ابھی رو پڑے گا۔

"یہ ڈائریکٹر نہیں ہیں" ــــ اچانک شہلا بول پڑی۔

"جی نہیں محترمہ ــــ یہ ایک عام سا آدمی ہے۔ اس کا اصل نام علی عمران ہے۔ بس اپنے باپ کے عہدے پر اکڑتا ہے" ــــ سوپر فیاض نے چونک کر شہلا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور شہلا سے بات کرتے ہوئے اس کا لہجہ یک دم بدل گیا تھا۔

"مم ــــ مم ــــ معاف کر دو۔ مس کیلا۔ اوہ سوری، مس ہیلہ۔ ارے خدا کی پناہ۔ میری یادداشت مس ٹھیلا۔ ہاں ہاں ٹھیلا ــــ آپ ہی سفارش کر دیجئے" ــــ عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"منیجر ــــ فوراً پولیس کو فون کرو۔ اور اس وقت تک اپنے آدمی بلاؤ۔ یہ آدمی اگر ہوٹل سے باہر نکل گیا تو میں تمہیں اندر

کر دوں گا" ــــ سوپر فیاض نے چیخ کر منیجر سے کہا۔ اور منیجر بے چارہ بوکھلا کر انٹرکام کا رسیور اٹھائے بغیر اس کا بٹن دبانے لگا۔

"ڈیڈی ــــ یہ آپ کیا کر رہے ہیں رسیور تو اٹھائیں" شہلا نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ شاید اس سچوئشن سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہی تھی ــــ اور منیجر نے بوکھلاہٹ میں اس کی بات ہی نہ سنی اور بٹن دبا کر رسیور اٹھا لیا۔ اور چیخ چیخ کر آدمی بلانے شروع کر دیئے ــــ حالاں کہ اس طرح رابطہ ہی قائم نہ ہوا تھا۔

"مس ٹھیلا ــــ آپ سفارش نہیں کریں گی۔ یہ حضرت آپ جیسی لڑکیوں کی سفارش بے حد مانتے ہیں" ــــ عمران نے ایک بار پھر شہلا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"شٹ اپ ــــ میرا نام بگاڑنے کی کوشش نہ کرو ورنہ حلیہ بگاڑ دوں گی" ــــ شہلا نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"کس کا ــــ سوپر صاحب کا ــــ ان کا حلیہ تو ہر چوتھے لمحے بگڑ جاتا ہے۔ بے چارے سوپر" ــــ عمران نے سوپر کے لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ ــــ ورنہ زبان کھینچ لوں گا۔ اب تم مجرم ہو" سپرنٹنڈنٹ فیاض بھلا شہلا کے سامنے بے عزتی کیسے برداشت کر لیتا۔

"جانے دو یار ــــ مجھ پر فرد جرم لگی تو بہت سے پردہ نشینوں

کے بھی نقاب اتر جائیں گے" ــــ عمران نے کہا۔

"آج نہیں چھوڑوں گا۔ اتنے بڑے ہوٹل کا منیجر گواہی دے گا تو میں دیکھوں گا کہ کون تمہیں بچاتا ہے" ــــ فیاض نے یوں سر ہلاتے ہوئے کہا جیسے آج اس نے عمران کو بُری طرح پھنسا لیا ہو۔

"بالکل جناب ــــ بالکل میں گواہی دوں گا ڈٹ کر دوں گا" منیجر نے جواب دیا۔

"مگر اس تہہ خانے کی گواہی کون دے گا۔ جس میں غیر ملکی شراب بھری ہوئی ہے سمگل شدہ" ــــ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"ج ــ جی ــــ کیا کہہ رہے ہیں آپ ۔ جی ۔ ایسی کوئی بات نہیں صاب سپرنٹنڈنٹ صاحب ــــ دراصل یہ ہوٹل کا معاملہ ہے ۔ میں جناب کسی سے دشمنی مول نہیں لے سکتا ۔ اس لئے مجھے تو اس گواہی سے معاف فرمائیں ۔ اور پھر ان صاحب نے تو جی مجھ سے تو کوئی بات ہی نہیں کی ــــ وہ تو میں نے ہی سمجھا تھا اور بالکل غلط سمجھا تھا" ــــ منیجر نے فوراً ہی پٹڑی بدلتے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو ۔ کیا اس نے تمہیں اپنا غلط عہدہ نہیں بتایا" ــــ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں ــــ بالکل نہیں ــــ ہم تو بس دوستانہ انداز

میں بات چیت کر رہے تھے ۔ یہ تو میری بیٹی شہلا کے پرانے واقف کار ہیں ــــ کیوں شہلا بیٹی" ــــ منیجر نے جواب دیا۔

"پرانے تو نہیں ــــ دو تین گھنٹے پہلے کے تو ہیں" شہلا نے جواب دیا ۔ اس کی آنکھوں میں بھی حیرت تھی وہ بھی شاید باپ کی اس قلابازی پر حیران تھی ۔

"میں تم کو بھی بند کرا دوں گا ۔ کہاں ہے وہ سمگل شدہ شراب میں ہوٹل پر چھاپہ مار دوں گا" ــــ فیاض نے ایک جھٹکے سے عمران کی کلائی چھوڑتے ہوئے کہا ۔ وہ اب منیجر پر چڑھ دوڑا تھا۔

"دھیرج سپرنٹنڈنٹ صاحب دھیرج ــــ وہ شراب تو برآمد ہوتی رہے گی ۔ میں سوچ رہا ہوں کہ تمہارے بنک اکاؤنٹوں کی تفصیل ڈیڈی تک پہنچا دوں ــــ کل ہی کہہ رہے تھے ۔ کہ حکومت کو آج کل رقم کی شدید ضرورت ہے" ــــ عمران نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ــ اوہ ــ تم سور ــ تم شیطان ــ تم کیا کہہ رہے ہو ۔ یہ غضب نہ کرنا" ــــ فیاض عمران کی بات سنتے ہی بُری طرح بوکھلا گیا۔

"پھر یہ دونوں لقب تم کی بجائے لفظ میں لگا کر کہو"

"ہاں ہاں ــ میں سور میں شیطان" ــــ فیاض نے تیزی سے کہا ۔ اُسے علم تھا کہ اگر اس نے فوری طور پر یہ لفظ

نہ کہے تو عمران اور خراب کرتا۔

اور پھر شہلا کے حلق سے نکلنے والے قہقہے سے کمرہ گونج اٹھا۔

"میں پوچھ لوں گا تم سب سے" ــــــ فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

"ارے ارے ــــــ سنو تو سہی ــــــ مجھے ذرا گھر تک تو ڈراپ کر دو۔ کچھ تو سرکاری پیٹرول کا فائدہ ہو" ــــــ عمران نے اس کے پیچھے لپکتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ــــــ آپ بے فکر رہیں یہ کیس ہم ڈیل کر لیں گے" ــــــ سر رحمان نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سر سلطان تو مجھے یہی مشورہ دے رہے تھے کہ کیس سیکرٹ سروس کو دے دیا جائے ــــــ لیکن میں نے یہی فیصلہ کیا کہ پہلے آپ کے محکمے کو دیکھ لوں۔ اب سارے کیس سیکرٹ سروس کرتی رہے تو پھر انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کو تو بند ہی کرنا پڑے گا" ــــــ دوسری طرف سے صدر مملکت نے کہا۔ گو ان کا لہجہ بے حد نرم تھا ــــــ لیکن ان کے لہجے میں چھپی ہوئی دھمکی صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"آپ بے فکر رہیں جناب ــــــ دراصل میرے محکمے کو آزمایا نہیں جاتا۔ ورنہ میرا محکمہ سیکرٹ سروس سے کہیں زیادہ فعال

اور تیز ہے " ____ سر رحمان نے جواب دیا۔

" ٹھیک ہے ____ فائل آپ کے پاس پہنچ رہی ہے۔ ایک ہفتے کے اندر مجھے کامیابی کی رپورٹ چاہیئے " ____ صدر مملکت نے کہا۔

" بہتر جناب " ____ سر رحمان نے جواب دیا۔ اور جب دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا تو انہوں نے بھی رسیور رکھ دیا۔ لیکن ان کا چہرہ غصے سے بگڑنے لگا تھا ____ آنکھوں میں جلال اتر آیا تھا۔ صدر مملکت نے ان پر زبردست طنز کیا تھا۔ اور سر رحمان کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ ایک دن میں کیس حل کر کے صدر کے منہ پر فائل واپس ماریں ____ لیکن ظاہر ہے ایک دن میں کیس حل ہو جاتا تو پھر کیس ہی کیوں بنتا۔ اور فی الحال تو انہیں اتنا بھی علم نہ تھا کہ کیس ہے کیا۔ ابھی چند لمحے پہلے صدر مملکت کا فون آیا تھا ____ اور انہوں نے کہا کہ وہ ایک کیس ان کے محکمہ کو ٹرانسفر کر رہے ہیں۔ بہر حال انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ اس کیس کو ہر قیمت پر حل کیا جائے گا ____ انہوں نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ تو دوسرے لمحے چپڑاسی اندر داخل ہوا۔

" سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بلاؤ " ____ سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" یس سر " ____ چپڑاسی نے بوکھلا کر جواب دیا اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے میں غائب ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد سپرنٹنڈنٹ فیاض اندر داخل ہوا۔ وہ

سہما ہوا لگتا تھا۔ شاید چپڑاسی نے خراب موڈ کی رپورٹ اُسے پہلے ہی پہنچا دی تھی۔

" یس سر " ____ فیاض نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

" بیٹھو " ____ سر رحمان نے میز کے سامنے رکھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور سپرنٹنڈنٹ فیاض یوں کرسی کے کنارے پر ٹک گیا جیسے کسی بھی لمحے اٹھ کر بھاگ جائے گا۔

" آرام سے بیٹھو ____ ایسے بیٹھتے ہیں کرسی پر " ____ سر رحمان کا موڈ تو پہلے ہی بگڑا ہوا تھا۔ اور پھر فیاض کو اس انداز میں بیٹھتے دیکھ کر درجہ حرارت کچھ اور اوپر ہو گیا۔

" جج ____ جی ____ جی " ____ فیاض نے پیچھے کی طرف ہٹ کر اور کرسی کی پشت سے کمر لگا کر جواب دیا۔

" تم انٹیلی جنس بیورو کے سپرنٹنڈنٹ ہو یا گھسیارے ہو " سر رحمان نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا وہ فیاض کو بغور دیکھ رہے تھے۔

" جج ____ جی ____ جی ____ سپرنٹنڈنٹ ہوں " ____ فیاض نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ وہ پہلے سے اور زیادہ گھبرا گیا تھا۔

" نہیں ____ تم سپرنٹنڈنٹ نہیں گھسیارے ہو۔ میں کہتا ہوں تم گھسیارے ہو " ____ سر رحمان نے غصے سے میز پر مکہ مارتے ہوئے کہا۔

"ج۔۔۔ جی۔۔۔ جی۔۔۔ ٹھیک ہے"۔۔۔ فیاض نے روہانسے والے لہجے میں کہا۔ اُسے سمجھ نہ آرہی تھی کہ اب وہ کیا جواب دے۔

"کیا ٹھیک ہے"۔۔۔ سر رحمان نے کڑکتے ہوئے کہا۔

"جی۔۔۔ یہی کہ میں گھسیارہ ہوں"۔۔۔ فیاض نے بوکھلاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر پسینہ بہنے لگا تھا۔ سر رحمان کے سامنے اس کی یہی حالت ہوا کرتی تھی۔ اور پھر جب سر رحمان غصے میں ہوں پھر تو بے چارے فیاض کو گھسیارہ بننا ہی پڑتا تھا۔

"تم گھسیارے ہو۔۔۔ پھر تو صدر مملکت سچ کہہ رہے تھے۔ جب ڈیپارٹمنٹ کے سپرنٹنڈنٹ گھسیارے ہوں اُسے بند ہی کر دینا چاہیے۔ گٹ آؤٹ"۔۔۔ سر رحمان نے چبا چبا کر بات کی اور آخری الفاظ پر وہ بڑی طرح چیخ پڑے۔

"یس سر"۔۔۔ فیاض ایک جھٹکے سے اٹھا اور تیزی سے دروازے کی طرف بھاگنے لگا

"ٹھہرو"۔۔۔ سر رحمان نے چیختے ہوئے کہا۔

"ج۔۔۔ جی"۔۔۔ فیاض نے ٹھٹھک کر مڑتے ہوئے کہا۔ اب اس کا ذہن پوری طرح بوکھلاہٹ کا شکار ہو رہا تھا۔

تیزی "کہاں جا رہے ہو۔۔۔ کس کی اجازت سے جا رہے ہو"۔ کھونڈ، نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"جی۔۔۔ آپ نے تو گٹ آؤٹ کہا تھا"۔۔۔ فیاض نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"اور تم بھاگے جا رہے ہو۔۔۔ اس لئے تمہیں تنخواہ ملتی ہے کہ تم اٹھ کر بھاگ جاؤ۔۔۔ یہاں بیٹھو"۔۔۔ سر رحمان نے کہا اور فیاض مرے مرے قدموں سے واپس آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر اب مکمل طور پر یتیمی اور بے چارگی ٹپک رہی تھی۔ ظاہر ہے اس بار وہ بُرا پھنسا تھا۔

اُسی لمحے انٹرکام کی گھنٹی بجی تو سر رحمان نے بٹن دبا دیا۔

"سر۔۔۔ پریذیڈنٹ سیکرٹریٹ سے ایک فائل موصول ہوئی ہے"۔۔۔ دوسری طرف سے پی۔ اے نے کہا۔

"بھیج دو۔۔۔ فوراً۔۔۔ جلدی"۔۔۔ سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا اور بٹن آف کر دیا۔

"ہونہہ۔۔۔ تو تم بھاگ رہے تھے۔ کام سے بھاگ رہے تھے۔ سنو فیاض۔۔۔ میں نے اب تک تمہاری حرکتیں بہت برداشت کی ہیں۔ لیکن اب معاملہ میری عزت کا ہے اور تم جانتے ہو اپنی عزت کی خاطر میں تمہاری بوٹیاں بھی نوچ سکتا ہوں"۔ سر رحمان نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کرتے ہوئے کہا۔

"جانتا ہوں جناب۔۔۔ جانتا ہوں"۔۔۔ فیاض نے یوں زور زور سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ جیسے اس کی گردن میں مشین فٹ کر دی گئی ہو۔

"کیا جانتے ہو"۔۔۔ سر رحمان پھر الٹ پڑے۔

"جج ___ جی ___ جی" ___ فیاض اور زیادہ بوکھلا گیا۔
لیکن اس کی جان بچ گئی۔ کیونکہ اُسی لمحے دروازہ کھلا۔ اور
پی۔ اے ایک فائل اٹھائے اندر داخل ہوا ___ اور اس نے
فائل لاکر سر رحمان کے سامنے رکھ دی۔ فیاض پی۔ اے کو دیکھتے
ہی اکڑ کر بیٹھ گیا۔ اور اس نے چہرے کو باوقار بنانے کی پوری
کوشش کی ___ ظاہر ہے وہ انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔
کوئی گھسیارہ تو نہ تھا۔

پی۔ اے فائل رکھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا واپس چلا گیا۔ اور
سر رحمان فائل کھول کر اس کے مطالعے میں مصروف ہو گئے۔
فیاض خاموش بیٹھا انہیں دیکھتا رہا ___ ایک بار تو اس کا
جی چاہا کہ چپکے سے اٹھ کر بھاگ جائے۔ لیکن ظاہر ہے وہ بس
ارادہ ہی کر سکتا تھا۔ سر رحمان کے سامنے اس پر عمل کرنا
اس کے بس سے باہر تھا۔

سر رحمان فائل پڑھتے رہے اور پھر انہوں نے ایک
طویل سانس لیتے ہوئے فائل بند کر دی ___ ان کے چہرے
پر ہلکی سی پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"ڈیتھ سرکل ___ ہونہہ ___ ڈیتھ سرکل"
سر رحمان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"جی مجھ سے آپ نے فرمایا" ___ فیاض نے چونکتے
ہوئے کہا۔

"ڈیتھ سرکل کو جانتے ہو" ___ سر رحمان نے چونک کر

فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ان کا انداز ایسا تھا جیسے انہیں پہلی
بار فیاض کی کمرے میں موجودگی کا احساس ہوا ہو۔

"جج ___ جی ___ جی ہاں ___ اچھی طرح جانتا ہوں"
فیاض نے اُسی طرح مشینی انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ___ تم جانتے ہو ___ کیا جانتے ہو" ___ سر رحمان
بُری طرح چونک پڑے۔

"جی ___ موت کے دائرے کو کہتے ہیں" ___ فیاض نے
یوں جواب دیا جیسے سر رحمان نے ڈیتھ سرکل کا ترجمہ پوچھا ہو۔

"موت کا دائرہ ___ کیا مطلب" ___ سر رحمان اس کی
بات نہ سمجھ سکے۔

"جی ___ آپ نے ڈیتھ سرکل کا پوچھا تھا ناں۔ اس کا مطلب
ہے موت کا دائرہ" ___ فیاض نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب
دیتے ہوئے کہا۔

"تم واقعی گھسیارے ہو ___ قطعی گھسیارے۔ سر سے پیر
تک گھسیارے۔ احمق آدمی۔ میں نے ترجمہ پوچھا تھا۔ کیا میں
جاہل ہوں۔ احمق ہوں مجھے ترجمہ کرنا نہیں آتا" ___ سر رحمان
کو ایک بار پھر غصہ آ گیا۔

"جج ___ جی ___ جی ___ ہاں ___ جی نہیں" ___ فیاض
نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ آج اس کا ستارہ واقعی گردش میں
آ گیا تھا۔

"کیا ___ جی ہاں ___ جی نہیں ___ جی ہاں ___ جی نہیں

کی رٹ لگا رکھی ہے ۔ اس فائل کو دیکھو ۔" ---- سر رحمان نے غصیلے
انداز میں فائل اٹھا کر اس کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا ۔ اور فیاض
نے جھپٹ کر فائل اٹھائی اور اسے کھول کر تیزی سے دیکھنے لگا ۔
جیسے جیسے وہ پڑھتا جاتا اس کا رنگ اڑتا جاتا تھا ---- فائل کسی
مجرم تنظیم ڈیتھ سرکل کے بارے میں تھی ۔ اور ایک دوست ملک
کی طرف سے بھیجی گئی تھی ۔ اس اطلاع کے ساتھ کہ ڈیتھ سرکل نے
پاکیشیا میں کام شروع کر دیا ہے ۔

" سنو فیاض ---- میری بات کان کھول کر سن لو ۔"
اچانک سر رحمان نے کڑک دار لہجے میں کہا ۔

" جج ---- جی فرمائیے ۔" ---- فیاض نے تیزی سے فائل بند
کرتے ہوئے مؤدب ہو کر پوچھا ۔

" جیسا کہ تم نے پڑھا ہے ۔ ہمارے دوست ملک برطانیہ کی
سیکرٹ سروس کے چیف نے یہ اطلاع دی ہے کہ ایک مجرم تنظیم
ڈیتھ سرکل کسی پراسرار مشن پر ہمارے ملک پہنچ گئی ہے ---- اس
فائل میں اس تنظیم کے متعلق مختصر سے اشارات موجود ہیں ۔ لیکن
ان اشارات سے یہ مجرم نہیں پکڑے جا سکتے ۔" ---- سر رحمان
نے کہا ۔

" جی ---- بالکل نہیں پکڑے جا سکتے ۔" ---- فیاض نے اس
بار جلدی سے ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا ۔

" مگر اب تمہیں پکڑنے پڑیں گے ---- سنا تم نے ---- انہیں
اب تم نے پکڑنا ہے ۔ اس ڈیتھ سرکل کو ۔" ---- سر رحمان نے

غصے سے چیختے ہوئے کہا ۔

" جی ---- بالکل پکڑ دوں گا جناب ---- ابھی پکڑ دوں گا ۔"
فیاض نے بوکھلا کر کہا ۔ اس نے ایسے کہا تھا جیسے مجرم دروازے
کے باہر اسی انتظار میں کھڑے ہوں کہ فیاض انہیں کان سے پکڑ
کر سر رحمان کے سامنے پیش کر دے ۔

" سنو فیاض ---- صدر مملکت نے خصوصی طور پر یہ کیس
ہمارے محکمے کو بھیجا ہے اور اس چیلنج کے ساتھ کہ اگر یہ کیس حل
نہ ہوا تو وہ انٹیلی جنس کا محکمہ ہی ختم کر دیں گے ---- کیا سمجھے ۔
اس لئے اب تم نے ان مجرموں کو پکڑنا ہے ---- ہر قیمت پر ۔
اب یہ پورے محکمے کی عزت کا سوال ہے ۔ اور محکمے کی عزت
میری عزت ہے ۔" ---- سر رحمان نے بار بار میز پر مکہ مارتے
ہوئے کہا ۔

" جج ---- جج ---- جی ہاں ---- میں سمجھتا ہوں جناب ۔
میں ابھی سے اس کیس پر کام شروع کر دیتا ہوں ۔" ---- فیاض
نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا ۔

" سنو ---- صدر مملکت نے ایک ہفتے کے اندر رپورٹ
مانگی ہے ۔ اس کا مطلب ہے ایک ہفتے میں ڈیتھ سرکل کے
مجرموں کو جیل میں ہونا چاہئے ---- اور تم نے مجھے روزانہ
رپورٹ دینی ہے ۔ پوری انٹیلی جنس کو تم استعمال کر سکتے ہو ۔
لیکن ایک ہفتہ گزرنے سے پہلے مجرم گرفتار ہونے چاہئیں ۔ اور
ایک بات کان کھول کر سن لو ---- تم نے اس الو کے پٹھے کے

پاس نہیں جانا۔ اس احمق کے پاس ــــ میرا مطلب سمجھ گئے ہو!
سر رحمان نے کہا۔

"ج ــ جی ــ جی ہاں" ــــ فیاض نے سر ہلاتے ہوئے
کہا۔ حالاں کہ اس کی سمجھ میں بات نہ آئی تھی۔

"میرا مطلب عمران سے ہے۔ تمہیں جب بھی کوئی کیس دیا
جاتا ہے تم سیدھے اس کے پاس بھاگتے ہو ــــ اور پھر
کیس سیکرٹ سروس کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ اس بار ایسا نہیں
ہوگا۔ اگر مجھے پتہ چلا کہ تم نے اس کیس کا ذکر اس احمق سے کیا
ہے تو اپنے آپ کو نوکری سے برخواست سمجھنا ــــ یہ کیس
تمہیں خود حل کرنا ہوگا" ــــ سر رحمان نے زور دیتے ہوئے
کہا۔

"بہتر جناب" ــــ فیاض نے مختصر سے لفظوں میں جواب
دیا۔

"جاؤ ــ یہ فائل لے جاؤ اور کام شروع کر دو۔ شام کو مجھے
رپورٹ دینا کہ تم نے کیا تیر مارا ہے۔ اور سنو ــ کچھ نہ کچھ کر
کے آنا۔ خالی منہ اٹھائے گدھے کی طرح نہ چلے آنا"
سر رحمان نے کہا۔

"بب ــ بب ــ بہتر جناب" ــــ فیاض نے کہا۔
اور پھر وہ فائل اٹھا کر یوں سرپٹ بھاگا کہ اسے سلام کرنا بھی یاد
نہ رہا۔ کمرے سے باہر نکلتے ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔
اور پھر یوں اکڑ کر چلنے لگا جیسے سر رحمان کو پچھاڑ کر آ رہا ہو۔

کمرے میں پہنچتے ہی اس نے فائل کو زور سے میز پر پٹخا۔ اور پھر کرسی
پر بیٹھ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا ــــ ظاہر ہے
اس کے سوا وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

شہلا نے کمرے کا دروازہ کھولا اور پھر بڑے مؤدبانہ
انداز میں اندر داخل ہوئی ــــ کمرہ نیم تاریک تھا۔ البتہ ایک
میز پر ہلکی سی روشنی پڑ رہی تھی۔ میز کے پیچھے کوئی شخص بیٹھا ہوا
نظر آ رہا تھا لیکن اس کے خدوخال واضح نہ تھے ــــ وہ صرف
سایہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔

"آؤ شہلا ــ بیٹھو" ــــ اس سایے نے نرم لہجے
میں کہا۔

"یس باس" ــــ شہلا نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔
وہ میز کے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کیا رپورٹ ہے" ۔۔۔ باس نے قدرے تحکمانہ لہجے میں سوال کرتے ہوئے کہا۔

"باس ۔۔۔ یہاں میں نے اعلیٰ طبقے کی لڑکیوں میں اپنی جگہ بنالی ہے ۔ اور ان میں سے چند جو اپنے مطلب کی محسوس ہوتی ہیں انہیں منتخب بھی کر لیا ہے" ۔۔۔ شہلا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ویری گڈ ۔۔۔ ان سے کوئی بات چیت بھی ہوئی" باس نے سوال کیا۔

"نہیں باس ۔۔۔ آپ کی اجازت کے بغیر میں ایسا کیسے کر سکتی تھی" ۔۔۔ شہلا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ اچھا کیا ۔۔۔ احتیاط اچھی چیز ہے ۔ جن لڑکیوں کو تم نے منتخب کیا ہے ۔ ان کی تفصیل بتاؤ" باس نے پوچھا۔

"جی ۔۔۔ وہ چار لڑکیاں ہیں ۔ ایک کا نام عنبرین ہے ۔ وہ وزارت دفاع کے ایک اعلیٰ افسر کی اکلوتی بیٹی ہے ۔ دوسری کا نام عندلیب ہے ۔ وہ سیکرٹری صنعت کی بیٹی ہے ۔ تیسری کا نام عارفہ ہے ۔۔۔ وہ وزارت خارجہ کے ایک اعلیٰ افسر کی بیٹی ہے اور خود بھی وزارت خارجہ کے سیکرٹریٹ میں سیکشن آفیسر ہے ۔ چوتھی کا نام ماہ جبیں ہے ۔ وہ یہاں کے ایک بڑے تاجر کی بیٹی ہے ۔۔۔ یہ چاروں لڑکیاں انتہائی ماڈرن آزاد خیال اور ایڈونچر پسند ہیں" ۔۔۔ شہلا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ یہ چاروں ہمارے مطلب کی ہو سکتی ہیں ۔ انہیں گرین کارڈ سپلائی کر دو ۔ تاکہ مشن کا ابتدائی مرحلہ مکمل ہو سکے" ۔۔۔ باس نے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر باس ۔۔۔ میں آج ہی انہیں گرین کارڈ سپلائی کر دوں گی" ۔۔۔ شہلا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"گرین کارڈ سپلائی کرنے کے بعد ایک ہفتہ تک خاموشی سے ان کی حرکات و سکنات کا مطالعہ کرو ۔۔۔ اس کے بعد ریڈ کارڈز کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا ۔ اور اگر کوئی خاص بات ہو تو مجھ سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر لینا" ۔۔۔ باس نے اسے تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس ۔۔۔ حکم کی تعمیل ہو گی" ۔۔۔ شہلا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اور سنو ۔۔۔ اپنے ارد گرد سے پوری طرح ہوشیار رہنا ۔ یہاں کی انٹیلی جنس اور سیکرٹ سروس کو ہمارے مشن کی بھنک تک نہیں پڑنی چاہیئے" ۔۔۔ باس نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں باس ۔۔۔ شہلا نے کچی گولیاں نہیں کھیلیں" ۔۔۔ شہلا نے جھک کر جواب دیا۔

"ہمارا مشن جس قدر خفیہ رہے گا ۔ اتنا ہی ہم جلد کامیاب ہو جائیں گے" ۔۔۔ باس نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن باس ۔۔۔ کیوں نہ ہم کھل کر کام کریں ۔ یہ ملک تو انتہائی پس ماندہ ہے ۔ یہاں ہمارا مقابلہ کون کر سکتا ہے"

شہلا نے کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"نہیں ــــ ہمیں اپنا طریقہ کار نہیں بدلنا چاہیئے۔ اب تک ہمارا یہ طریقہ کار ہمیشہ کامیاب رہا ہے۔ اس لئے ایسا نہ ہو کہ اسے بدل کر ہم کسی الجھن میں پھنس جائیں"۔

"بہتر باس ــــ جیسے آپ کہیں ــــ اب مجھے اجازت"۔ شہلا نے پوچھا۔

"ہاں ــــ اب تم جا سکتی ہو۔ مجھے وقتاً فوقتاً رپورٹ دیتی رہنا"ــــ باس نے کہا اور شہلا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اور پھر اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد باس نے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور اس کے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"یس ــــ ٹونی سپیکنگ"ــــ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"ٹونی ــــ شہلا کو چار لڑکیوں کو گرین کارڈ سپلائی کرنے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ تم نے خفیہ طور پر ان چاروں لڑکیوں کی نگرانی کرنی ہے ــــ اپنے آدمیوں کو اس کام پر تعینات کر دینا"ــــ باس نے ٹونی کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس ــــ آپ بے فکر رہیں ــــ ٹونی اپنا کام بخوبی سمجھتا ہے"ــــ دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا گیا۔ اور باس نے رسیور رکھ دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک

بٹن دبایا تو کھٹاک کی آواز سے کمرہ روشن ہوتا چلا گیا۔ میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھے ہوئے باس نے چہرے پر ہاتھ مارا ــــ اور پھر موم کا بنا ہوا ماسک اتار کر اس نے میز کی دراز میں رکھ دیا۔ اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر کا غیر ملکی تھا۔ جس کا جسم انتہائی سڈول تھا ــــ چہرے مہرے سے وہ کسی تجارتی کمپنی کا ڈائریکٹر لگ رہا تھا۔ اس کے جسم پر بہترین تراش کا سوٹ تھا وہ کرسی سے اٹھ کر میز کے پیچھے سے نکل کر دروازے کی طرف بڑھا ــــ اور پھر دروازہ کھول کر کمرے سے باہر آ گیا۔

راہ داری میں سے گزر کر وہ برآمدے میں پہنچا تو وہاں دو مسلح افراد اسے دیکھتے ہی چوکنا ہو گئے ــــ مگر غیر ملکی سر ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور پورچ میں کھڑی ہوئی لمبی سی سفید کار کا دروازہ کھول کر سٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد کار کا انجن جاگ اٹھا۔ اور کار آہستہ آہستہ آگے بڑھی ــــ چکر کاٹ کر وہ سیدھی بیرونی گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ مین گیٹ پر کھڑے ہوئے دربان نے کار کے نزدیک پہنچتے ہی بڑا سا پھاٹک کھول دیا اور غیر ملکی کار باہر مین روڈ پر لیتا چلا گیا ــــ پھر اس نے کار کو دائیں طرف موڑا اور سڑک پر آتے ہی کار کی رفتار تیز ہوتی چلی گئی۔ کالونی سے نکلنے کے بعد کار شہر کی طرف جانے والی سڑک پر مڑی ــــ اور پھر تیزی سے آگے بڑھتی ہوئی تھوڑی دیر بعد شہر میں داخل ہو گئی۔ مختلف سڑکوں پر گھومنے کے بعد وہ ایک عمارت کے کمپاؤنڈ میں مڑتی

چلی گئی۔ یہ عمارت دو منزلہ تھی اور اس پر جوزفین کلب کا بڑا سا بورڈ نصب تھا ـــــ غیر ملکی نے کار پورچ میں جا کر روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ کلب کے مین گیٹ میں داخل ہو گیا۔ اندر ایک کافی بڑا ہال تھا، جو اس وقت بالکل خالی پڑا ہوا تھا۔ غیر ملکی لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا ـــــ اور چند لمحوں بعد وہ لفٹ کے ذریعے دوسری منزل پر پہنچ گیا۔ دوسری منزل کے ایک کمرے کے دروازے پر اس نے رک کر آہستہ سے دستک دی۔

"کون ہے" ـــــ اندر سے چند لمحوں بعد نیند میں ڈوبی ہوئی نسوانی آواز سنائی دی۔

"راجر" ـــــ غیر ملکی نے نرم لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــ کم ان" ـــــ اندر سے کہا گیا اور غیر ملکی نے دروازہ کو دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک خوب صورت انداز میں سجی ہوئی خواب گاہ تھی۔ جس کے خوب صورت فوم بیڈ پر انتہائی دل کش جسم کی مالک لڑکی ریشمی نائٹی پہنے دراز تھی ـــــ راجر کے اندر آنے پر وہ اٹھی اور سرہانے سے پشت لگا کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں ابھی تک نیند بھری ہوئی تھی جس سے اس کا چہرہ اور بھی زیادہ دل کش ہو گیا تھا ـــــ راجر سامنے پڑی ہوئی کرسی پر مسکراتے ہوئے بیٹھ گیا۔

"ابھی تک آپ سو رہی ہیں" ـــــ راجر نے بیٹھتے ہی ہنستے ہوئے کہا۔

"دراصل رات ایک موٹی آسامی پھنس گئی تھی اس لئے بہت دیر بعد سونے کا موقع ملا تھا" ـــــ لڑکی نے بھی ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"کتنا وصول ہوا" ـــــ راجر نے پوچھا۔

"توقع سے بھی زیادہ رقم ـــــ بڑا ہی فراخ دل آدمی تھا" لڑکی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"شہلا نے کام شروع کر دیا ہے اور آج وہ چار لڑکیوں کو گرین کارڈ سپلائی کر دے گی ـــــ اس لئے اب ہمیں سنجیدگی سے مشن کی طرف توجہ کرنی چاہیئے" ـــــ راجر نے اس بار سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــ واقعی ـــــ پھر تو ٹھیک ہے ـــــ کام شروع ہو گیا ہے ـــــ تب تو ٹھیک ہے" ـــــ لڑکی نے بھی چونکتے ہوئے کہا اور اس کے چہرے پر بھی سنجیدگی ابھرتی چلی آئی۔

"میں نے ٹونی کو ان لڑکیوں کی نگرانی کا کام سونپ دیا ہے تاکہ کوئی گڑبڑ نہ ہو سکے ـــــ اب تم ایسا کرو کہ جاکمہ ایم۔ زیڈ کی مزید کھیپ لے آنے کا بندوبست کر دو تاکہ کام کو تیزی سے پھیلایا جا سکے" ـــــ راجر نے کہا۔

"او۔ کے ـــــ میں آج ہی ٹکٹ بنوانے کی کوشش کرتی ہوں" ـــــ لڑکی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایک ہفتے کے اندر یہ سپلائی پہنچ جانی چاہیئے۔ کیوں کہ ایک ہفتے بعد ریڈ کارڈ ایشو کر دیئے جائیں گے ــــ اور پھر کام تیزی سے پھیلتا چلا جائے گا" ــــ راجر نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس کا سٹور اور مرکز کہاں قائم ہو گا" ــــ لڑکی نے پوچھا۔

"فی الحال تو اسی کلب کو سپلائی مرکز بنانے کا میں نے فیصلہ کیا ہے۔ جب ڈیمانڈ بڑھ جائے گی تو پھر مستقل دفتر بنا لیں گے" راجر نے جواب دیا۔

"او۔کے ــــ ٹھیک ہے" ــــ لڑکی نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"کہیں جوزفین تو آڑے نہیں آئے گی" ــــ راجر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد پوچھا۔

"نہیں ــــ جوزفین ایسے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی۔ وہ صرف اپنے مطلب سے مطلب رکھنے والی عورت ہے" لڑکی نے کہا۔

"پھر ٹھیک ہے ــــ لیکن اگر جوزفین رکاوٹ بننے کی کوشش کرے تو مجھے مطلع کر دینا میں اس کا بندوبست کر لوں گا" راجر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اوہ ــــ تم جا رہے ہو۔ بیٹھو۔ ابھی تو آئے ہو" ــــ لڑکی نے راجر کو اٹھتے دیکھ کر چونک کر کہا۔

"نہیں ــــ ابھی میں نے بہت سے کام نپٹانے ہیں تم واپس آؤ گی تو پھر میں تمہارے پاس رات گزاروں گا" ــــ راجر

نے کہا۔

"وعدہ رہا" ــــ لڑکی نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔

"پکا وعدہ ــــ لیکن شرط یہ ہے کہ کام ٹھیک ٹھیک ہونا چاہیئے" ــــ راجر نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ ــــ تم مارگریٹ کو کیا سمجھتے ہو۔ آج تک کبھی کوئی گڑبڑ ہوئی ہے جواب ہو گی۔ اور یہ ملک تو ویسے بھی احمقوں کا ملک ہے۔ ذرا کسی سے مسکرا کر بات کر لو وہی قدموں میں لوٹنے لگتا ہے" ــــ لڑکی نے جس کا نام مارگریٹ تھا چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اسی لئے تو میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔ او۔کے بائی بائی" راجر نے کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھول کر وہ باہر آیا ــــ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے مکمل آثار نمایاں تھے۔

چند لمحوں بعد اس کی کار ٹرنکورا ہوٹل کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس نے بطور راجر ٹرنکورا ہوٹل میں قیام رکھا ہوا تھا۔ لیکن بطور باس اس نے اپنا ہیڈ کوارٹر گلستان کالونی میں بنایا ہوا تھا۔

فیاض چند لمحے تو دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے بیٹھا
رہا پھر اس نے سر سے دونوں ہاتھ ہٹا کر میز پر پڑی ہوئی فائل
کو کھولا اور اسے ایک بار پھر پڑھنے لگا —— اس کے چہرے
پر شدید بیزاری کے آثار طاری تھے۔ اس بار وہ اپنے آپ کو
بُری طرح پھنسا ہوا محسوس کر رہا تھا —— سر رحمان کا موڈ
بتا رہا تھا کہ اگر مجرم جلد از جلد نہ پکڑے گئے تو وہ اُسے گولی
مار دینے سے بھی دریغ نہ کریں گے اور پھر سب سے بڑا ستم یہ
کہ انہوں نے عمران سے کام لینے پر بھی سختی سے منع کر دیا تھا۔
اور فیاض کو پتہ تھا کہ اگر سر رحمان کو پتہ لگ گیا کہ اس
نے عمران سے بات بھی کی ہے تو وہ اُسے اُلٹا لٹکا دیں گے۔
لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ مجرموں کو کہاں سے ڈھونڈھا جائے۔
سر رحمان نے تو حکم دے دیا تھا کہ مجرموں کو ایک ہفتے میں

گرفتار کر لو۔ لیکن اب مجرم کوئی راستے میں تو نہ بیٹھے تھے۔ کہ
وہ انہیں پکڑ لے —— چنانچہ اس نے فائل کھولی اب جو کچھ
پتہ لگ سکتا تھا اس فائل میں سے ہی لگ سکتا تھا۔ چنانچہ اس
نے آنکھیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر فائل کو پڑھنا شروع کر دیا —— وہ
یوں ایک ایک لفظ پڑھ رہا تھا۔ جیسے صبح امتحان دینا ہو۔ اور
اس نے پہلی بار کتاب کھولی ہو —— لیکن فائل میں تھا ہی کیا
جو اس کے پلے پڑتا۔ فائل میں صرف اتنا درج تھا کہ مجرموں کی
ایک تنظیم جو ڈیتھ سرکل کے نام سے جانی جاتی ہے کسی پُراسرار
مشن پر پاکیشیا پہنچ گئی ہے —— ڈیتھ سرکل کے بارے میں
بتایا گیا تھا کہ اس تنظیم نے یورپ اور ایشیا کے بے شمار ملکوں
میں اپنا پُراسرار جال پھیلایا ہوا ہے اور یہ لوگ انتہائی خاموشی
سے کام کرتے ہیں —— اور زیادہ تر منشیات کے سلسلے میں
دلچسپی لیتے ہیں۔ اس کے سوا اور کچھ نہ تھا۔
اس کا مطلب ہے کوئی نشہ آور شے یہ یہاں لوگوں کو بیچیں
گے —— لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ وہ نشہ آور شے کیا ہو سکتی
ہے۔ کیونکہ منشیات کا خام مال تو پاکیشیا میں پیدا ہوتا ہے۔
اور یہاں سے یورپ اور ایشیا کے دوسرے ملکوں کو سمگل ہوتا ہے۔
کیونکہ یہاں تو اس کی قیمت بے حد کم ہوتی ہے —— جب کہ
باہر اس کی قیمت ہزاروں گنا بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے ایسا کون
سا نشہ ہو سکتا ہے جو باہر سے یہاں آئے اور یہاں اس کی
قیمت زیادہ ہو —— ایسا کوئی نشہ اس کے خیال میں نہ تھا۔

اور پھر یہ کام تو عام سے مجرموں کا تھا۔ اس کے لئے کسی بین الاقوامی تنظیم کے ملوث ہونے کا کوئی مسئلہ بھی نہ تھا۔

یہی سوچتے سوچتے اس کا دماغ پکنے لگا۔ لیکن کوئی بات واضح طور پر سمجھ میں نہ آ رہی تھی ـــ جب کہ اُسے معلوم تھا کہ سر رحمان کو شام کو رپورٹ بھی دینی ہے۔ ابھی وہ بیٹھا سوچ رہا تھا۔ کہ اچانک قریب پڑے ٹیلی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔ اور فیاض نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض آف سنٹرل انٹیلی جنس بیورو" فیاض نے انتہائی تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"جناب عالی ـــ میں آپ کو ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں" ـــ دوسری طرف سے ایک منمناتی ہوئی خوفزدہ سی آواز سنائی دی۔

"اطلاع ـــ مگر تم ہو کون ـــ پہلے اپنا تعارف کراؤ"

"جناب میرا نام گھوش ہے۔ میں یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی میں پروفیسر ہوں ـــ پروفیسر گھوش" ـــ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اوہ ـــ اچھا ـــ پروفیسر گھوش ـــ فرمائیے"

فیاض کو مجبوراً لہجہ نرم کرنا پڑا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ پروفیسر قسم کے لوگ ضرورت سے زیادہ سنکی ہوتے ہیں اور انہیں مرض ہوتا ہے اعلیٰ افسران کو شکایت کرنے کا ـــ اس لئے وہ محتاط رہنا چاہتا تھا۔

"جناب عالی ـــ اطلاع بڑی اہم ہے اور میں کسی ذمہ دار آدمی کو دینا چاہتا ہوں" ـــ دوسری طرف سے اُسی طرح منمناتے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"میں سپرنٹنڈنٹ ہوں انٹیلی جنس کا عملی سربراہ ـــ مجھ سے زیادہ ذمہ دار کون ہو سکتا ہے" ـــ فیاض نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔ اُسے پروفیسر گھوش پر بُری طرح غصہ آ رہا تھا۔ جو اُسے ذمہ دار آدمی ہی نہ سمجھ رہا تھا۔

"اچھا اچھا ـــ پھر ٹھیک ہے۔ تو جناب آپ نے کبھی ایپائن کلب کا نام سنا ہے" ـــ پروفیسر گھوش نے پوچھا۔

"ایپائن کلب ـــ نہیں ـــ ایسا کوئی کلب میرے علم میں نہیں ہے" ـــ فیاض نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے ـــ آپ انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ اور ایپائن کلب کے بارے میں نہیں جانتے۔ اس لئے تو کہہ رہا ہوں کہ کسی ذمہ دار آدمی سے بات کروں" ـــ دوسری طرف سے پروفیسر گھوش نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"دیکھیئے پروفیسر ـــ میں آپ کا اب تک لحاظ کر رہا ہوں۔ لیکن آپ خواہ مخواہ سر پہ چڑھتے جا رہے ہیں۔ دارالحکومت کے سارے کلب میرے دیکھے بھالے ہیں ـــ اب آپ ایسا الٹا سا نام لے دیں جس کا کوئی وجود ہی نہ ہو تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔ آپ براہ مہربانی تفصیل بتائیں اور یہ انٹرویو بند کریں میرے پاس آپ کی طرح فالتو وقت نہیں ہے"

سپرنٹنڈنٹ فیاض سے جب نہ رہا جا سکا تو وہ آخر ابل ہی پڑا۔

"اوہ ۔۔۔ ویری سوری ۔۔۔ آپ واقعی بے حد مصروف ہوں گے ۔ بہر حال الیائن کلب میں روزانہ چند غیر ملکی اکٹھے ہوتے ہیں اور جرائم کی باتیں کرتے ہیں ۔۔۔ مجھے ان سے کسی بہت بڑے جرم کی بُو آتی ہے ۔ ویسے ان کے چہرے بھی مجرموں جیسے دکھائی دیتے ہیں اور ڈیتھ سرکل کے الفاظ تو وہ بار بار دوہراتے ہیں" ۔۔۔ پروفیسر گھوش نے کہا۔

"غیر ملکی ۔۔۔ جرائم کی باتیں اور ڈیتھ سرکل ۔۔۔ اوہ ۔ کہاں ہے یہ الیائن کلب ۔۔۔ جلدی بتلایئے" ۔۔۔ فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔ اُسے یقین آ گیا تھا کہ یہ غیر ملکی وہی ڈیتھ سرکل والے مجرم ہی ہیں۔

"الیائن کلب شاہی روڈ پر پیلے رنگ کی عمارت میں قائم ہے ۔ یہ ایک خفیہ کلب ہے اس کے ممبر ہی اندر جا سکتے ہیں ۔ اور ایک خاص بات یہ ہے کہ باقی کلب تو شام کو آباد ہوتے ہیں جب کہ یہ دن چڑھے آباد ہوتا ہے ۔۔۔ اور شام کو غیر آباد ہو جاتا ہے ۔ میرا مطلب ہے اب بھی اگر آپ وہاں پہنچیں تو آپ کو وہ غیر ملکی مل جائیں گے" ۔۔۔ پروفیسر گھوش نے جواب دیا۔

"اچھا ۔۔۔ لیکن ان کی پہچان" ۔۔۔ فیاض نے پوچھا۔

"پہچان کیا ۔۔۔ وہاں موجود وہی غیر ملکی ہوں گے باقی اگر ہوں گے تو دیسی ہوں گے ۔ اور آپ کو وہاں جبراً چھاپہ مارنا

ہو گا ورنہ وہ لوگ خفیہ دروازے سے بھاگ جائیں گے" ۔ پروفیسر گھوش نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ ویری گڈ ۔۔۔ آپ نے اچھی اطلاع دی ہے ۔ بہت بہت شکریہ ۔۔۔ میں ابھی چھاپہ مارتا ہوں" فیاض نے چہکتے ہوئے کہا۔

"ہاں ۔۔۔ بالکل ابھی اور اسی وقت ۔۔۔ آپ واقعی بے حد فرض شناس ہیں ۔ آپ جیسے افسر ہی تو اس ملک کی ترقی کا اصل راز ہیں" ۔۔۔ پروفیسر گھوش نے بڑے خلوص سے تعریف کرتے ہوئے کہا اور فیاض کا سینہ وہاں دفتر میں بیٹھے بیٹھے پھول گیا۔

"شکریہ شکریہ" ۔۔۔ فیاض نے کہا اور دوسرے لمحے رابطہ ختم ہوتے محسوس کر کے اس نے تیزی سے رسیور کریڈل پر پھینکا اور پھر کال بیل کا بٹن دبا دیا۔

"یس سر" ۔۔۔ چپڑاسی نے فوراً ہی کسی جن کی طرح حاضر ہو کر کہا۔

"اسلم کو کہو کہ فوراً چھاپہ مار پارٹی تیار کرے ۔ کم از کم دس مسلح آدمی ہونے چاہئیں اور فوراً ۔۔۔ اور ڈرائیور سے کہو میری جیپ فوراً تیار کرے" ۔۔۔ فیاض نے انتہائی تحکمانہ انداز میں ہدایات جاری کرتے ہوئے کہا ۔ اس کے ذہن پر سے ساری بوریت دور ہو گئی تھی ۔۔۔ اب وہ پوری طرح چاق و چوبند ہو گیا تھا ۔ اُسے یقین تھا کہ وہ ابھی ان غیر ملکیوں

کو گرفتار کر کے ان سے سب کچھ اگلوا لے گا۔ اور پھر جب ایک
گھنٹے بعد وہ مجرموں کو سر رحمان کے سامنے پیش کرے گا۔
تو سر رحمان کو بھی پتہ چلے گا کہ فیاض کام کرنے پر آتے تو اس
طرح کرتا ہے ــــ ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا کہ وہ ان
غیر ملکیوں کے بارے میں سر رحمان سے بات کرے۔ لیکن پھر
اس نے ارادہ بدل دیا۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے سر رحمان سارا کریڈٹ
خود لے لیں۔

"سر ــــ آپ کی جیپ اور مسلح پارٹی تیار ہے"
تھوڑی دیر بعد چپڑاسی نے آکر اطلاع دی۔

"اوکے" ــــ فیاض نے کرسی سے اچھل کر کھڑے
ہوتے ہوئے کہا اور پھر کیپ سٹینڈ سے اس نے اپنی مخصوص
ٹوپی اتاری اور سر پہ پہنتے ہوئے وہ تیزی سے کمرے سے
نکلتا چلا گیا۔

"سلیمان ـــ ارے بھئی سلیمان ــ آج ناشتے
کا کیا پروگرام ہے" ـــ عمران نے بڑے میٹھے لہجے میں
سلیمان کو آوازیں دیتے ہوئے کہا۔

"ناشتہ ــــ کیسا ناشتہ ــــ آج تو تنخواہ کی وصولی
کا دن ہے۔ اس لئے آپ کو ناشتہ نہیں مل سکتا" ـــ سلیمان
نے دروازے پر نمودار ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر
کرختگی کے آثار نمایاں تھے۔

"تنخواہ کی وصولی کا دن ــــ کہاں سے وصول کرنی ہے
تنخواہ ــــ جلدی بتاؤ۔ آج کل تو بڑی کڑکی کے دن ہیں"
عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں ــــ اب تو کڑکی کے دن آئیں گے۔ آپ نے اب
تک بڑے مزے کئے ہیں۔ کڑکی سنا سنا کر مجھے ٹالتے رہے ہیں۔

لیکن رات میں نے یونین کے سامنے حلف اٹھایا ہے کہ صبح اپنی ساری تنخواہ وصول کروں گا" ــــ سلیمان نے سر ہلاتے ہوئے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یونین کے سامنے حلف اٹھایا ہے ــــ ارے یہ یونین کہاں سے ٹپک پڑی" ــــ عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

"دیکھئے صاحب ــــ میری پچھلی آٹھ سال کی تنخواہ شرافت سے میرے ہاتھ پر دھر دیجئے اور آئندہ آٹھ سال کی تنخواہ ایڈوانس کل سولہ سال کی بات ہے" ــــ سلیمان نے لہجے کو سخت بناتے ہوئے کہا۔

"تیری عمر ہے سولہ سال ــــ واہ ــــ کیا لفظ کہے ہیں سولہ سال ــــ بھئی یہ لفظ سن کر ہی ناشتہ ہو گیا۔ کیا راضی ہو گئی ہے" ــــ عمران نے آخری الفاظ بڑے رازدارانہ انداز میں کہے۔

"کون راضی ہو گئی ہے" ــــ سلیمان نے چونکتے ہوئے کہا۔

"وہی سولہ سال والی ــــ ارے ظالم کہاں سے ڈھونڈھ نکالی اس قحط کے زمانے میں" ــــ عمران نے ڈھیٹ عاشقوں کے سے لہجے میں کہا۔

"اچھا ــــ تو آپ اس چکر میں ہیں۔ میں کسی لڑکی کی بات نہیں کر رہا ــــ سولہ سال کی تنخواہ کی بات کر رہا ہوں"۔

سلیمان نے غصہ سے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"یار ــــ یہ کچھ بھی ہو ــــ جب سولہ سال کی ہے تو چلے اس کا نام تنخواہ ہو یا الاؤنس ــــ مجھے منظور ہے ــــ بس ہونی سولہ سال کی چاہئے" ــــ عمران نے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"آپ یوں نہیں مانیں گے ــــ کیا خیال ہے دوں ہڑتال کا تحریری نوٹس" ــــ سلیمان نے پینترہ بدلتے ہوئے کہا۔

"بغیر تحریری نوٹس کے نہیں مانتے یار ــــ یہ زبانی کام ہی رکھو تحریری ویریری کا چکر چھوڑو ــــ اچھا یہ بتاؤ وہ بھنگن تو نہیں جس سے کل تم باتیں کر رہے تھے۔ وہی ہوگی۔ یار ذوق تو تمہارا اچھا ہے بھنگن ہے تو کیا ہوا۔ کما کر کھلائے گی ــــ جھاڑو ہی اٹھانا پڑے گا نا" ــــ عمران نے یوں آنکھ مارتے ہوئے کہا جیسے اس کی ساری عمر عاشقی کرتے ہی گزر گئی ہو۔

"اوہ ــــ آپ نے کہاں سے دیکھ لیا۔ دیکھئے عمران صاحب یہ تانکا جھانکی اچھی بات نہیں ہے۔ ارے ہاں ــــ آپ نے تو ابھی ناشتہ نہیں کیا ــــ میں ابھی لایا ناشتہ"۔

سلیمان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے سے غائب ہو گیا ــــ اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ اُسے معلوم تھا کہ اب تگڑا سا ناشتہ مل جائے گا۔ ورنہ سلیمان نے رُلا رُلا کر ناشتہ دینا تھا۔

کیوں کہ جب بھی عمران دیر سے اٹھتا تھا سلیمان اُسے یہی سزا دیتا تھا۔ اور آج تو اُسے ویسے بھی کافی دیر ہو گئی تھی۔ کام کاج تو

تھا نہیں۔ اس لئے وہ جان بوجھ کر آنکھیں بند کیے پڑا رہا تھا۔
سلیمان کے جاتے ہی عمران نے میز پر پڑا ہوا اخبار اٹھا لیا۔ اور ابھی وہ اس کی سرخیوں پر نظریں دوڑا ہی رہا تھا۔ کہ پاس پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی ــــ اور عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے رسیور اٹھا لیا۔

" جامن بھائی ــــ کھجور بھائی ــــ فروٹ والے "۔ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

" نہ ہی آج کل جامن کا موسم ہے اور نہ کھجور کا ــــ پھر تمہیں یہ دونوں چیزیں کہاں سے یاد آگئیں " ــــ دوسری طرف سے سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

" اگر یہ نام موسم کے مطابق نہیں تو پھر سیب بھائی ناشپاتی بھائی ہی سہی ــــ کسی طرح تو آپ راضی ہوں " ــــ عمران نے جواب دیا۔

" دیکھو عمران ــــ اب تمہیں مذاق کرنے کا بھی سلیقہ نہیں رہا۔ سیب بھائی تو ٹھیک ہے لیکن ناشپاتی بھائی کی بجائے ناشپاتی بہن کہو ــــ تب بات بنتی ہے " ــــ سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

" جناب ــــ میرے ماں باپ گرامر کے علامہ نہ تھے۔ شکر کریں انہوں نے سیب بہن اور ناشپاتی بہنوئی نہیں رکھ دیا " ــــ عمران نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ویسے وہ سر سلطان کے مذاق سے دل ہی دل میں لطف اندوز

ہو رہا تھا۔

" اچھا چھوڑو اس بہن بھائی کے چکر کو ــــ آج کل کیا کر رہے ہو۔ میرا مطلب ہے کیا مصروفیات ہیں " ــــ سر سلطان نے دوسری طرف سے ہنستے ہوئے پوچھا۔

" اوہ ــــ مگر آپ کو میری مصروفیات سے کیا دلچسپی ہو گئی۔ کہیں مجھے مروانے کا تو پروگرام نہیں " ــــ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

" ارے ــــ میں تو ویسے رسماً پوچھ رہا تھا ــــ مگر تم ڈر کیوں گئے " ــــ سر سلطان نے اُسے سنجیدہ ہوتے دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" اوہ تو کہیں قبلہ والد صاحب نے آپ کو اس انکوائری پر تو نہیں لگا دیا ــــ کل کو آپ رپورٹ دے دیں کہ میں آوارہ گردی کرتا ہوں۔ سولہ سال پر سر دھنتا ہوں تو قبلہ والد صاحب اپنی بجائے میری شادی کے متعلق سنجیدہ ہو جائیں " ــــ عمران نے جواب دیا۔

اور فون پر سر سلطان کے حلق سے نکلنے والے بے اختیار قہقہے کی گونج سنائی دی۔

" اچھا اچھا ــــ تو یہ خوف ہے تمہیں ــــ مگر یہ سولہ سال پر سر دھننے والی بات سمجھ میں نہیں آئی " ــــ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا وہ بھی شاید آج خوشگوار موڈ میں تھے۔

" اس کا تعلق میرے ناشتے سے ہے۔ یا سولہ سال کی تنخواہ

دو یا پھر ناشتہ کر لو" ____ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تم سے تو بات کرنا ہی عذاب ہے ____ عجیب و غریب قسم کی پہیلیاں بھجوانا شروع کر دیتے ہو" ____ سر سلطان نے جواب دیا۔

"دراصل ناشتے سے پہلے میرا دماغ اسی طرح الجھا ہوا ہوتا ہے۔ مکھن ____ توس ____ جیلی جام اور چائے مل کر اسے ہموار کرتے ہیں" ____ عمران نے جواب دیا۔

"اوہ ____ اس کا مطلب ابھی تم نے ناشتہ ہی نہیں کیا۔ معلوم ہے کیا وقت ہوا ہے" ____ سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ ناشتے کے ساتھ وقت کا کیا تعلق ____ اور پلیز آہستہ بولیے ____ کہیں سلیمان نہ سن لے۔ بڑی مشکل سے راضی کیا ہے ناشتہ بنانے پر" ____ عمران نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ____ اچھا اچھا ____ میں سمجھ گیا۔ ویسے یہ سلیمان کی ہمت ہے کہ وہ تمہیں ڈیل کر لیتا ہے۔ اچھا ایک بات بتاؤ آج کل سپرنٹنڈنٹ فیاض سے تمہارے تعلقات کیسے ہیں" سر سلطان نے پوچھا۔

"تعلقات ظاہر ہے جائز ہی ہوں گے۔ فیاض جیسے افسر سے ناجائز تعلقات رکھ کر مرنا ہے" ____ عمران نے جواب دیا۔

اور سر سلطان ایک بار پھر ہنس پڑے۔

"تم ہر بات کو اڑا دینے کے ماہر ہو ____ اچھا یہ بتاؤ ڈیتھ سرکل کا نام سنا ہے" ____ سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے آپ نے بھی ابھی تک ناشتہ نہیں کیا۔ اسی لئے میری طرح الجھی الجھی باتیں کر رہے ہیں۔ کبھی تعلقات پوچھتے ہیں اور کبھی آپ کو ڈیتھ سرکس یاد آ جاتا ہے" ____ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ڈیتھ سرکس نہیں سرکل ____ سنو عمران ____ برطانیہ کی سیکرٹ سروس سے ہمیں ایک خفیہ رپورٹ ملی ہے۔ کہ ایک مجرم تنظیم ڈیتھ سرکل پاکیشیا کسی پراسرار مشن پر پہنچ چکی ہے ____ میں نے صدر مملکت سے کہا بھی کہ یہ فائل ایکسٹو کو بھجوا دیں۔ لیکن انہوں نے فائل سر رحمان کو بھجوا دی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایکسٹو نے تمام کاموں کا ٹھیکہ تو نہیں لے رکھا ____ کچھ انٹیلی جنس کو بھی کام کرنا چاہیئے" ____ سر سلطان نے کہا۔

"اوہ ____ صدر مملکت اب سمجھ دار ہوتے جا رہے ہیں۔ اللہ انہیں مزید عقل و دانش عطا فرما دے۔ ویسے آپ نے تو ہمیں پھنسانے کے لیئے پورا زور لگایا ہو گا" ____ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"عمران بیٹے ____ مجھے معلوم ہے کہ فیاض کس ٹائپ کا آدمی ہے۔ اور سر رحمان سمجھتے ہیں کہ فیاض دنیا کا سب سے بڑا جاسوس ہے ____ اب یہ تو مجھے معلوم ہے کہ اگر تم اس کی

امداد نہ کرو تو سر رحمان کو فیاض کی اصل قابلیت کا اندازہ ہو جائے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ فیاض تمہارے پیچھے بھاگتا پھرے ۔۔۔ کیوں نہ کیس براہِ راست تمہیں ہی بھجوا دیا جائے۔“ سر سلطان نے کہا۔

”آپ کو سوپر فیاض کے بارے میں غلط فہمی ہے وہ زبردست جاسوسی صلاحیتوں کا حامل ہے ۔۔۔ مجھ سے تو بس از راہ عنایت امداد کے لئے کہہ دیتا ہے تاکہ میری ریہرسل ہوتی رہے۔ ورنہ فارغ بیٹھے بیٹھے میں کند ذہن ہو جاؤں گا۔“ ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”چلو اسی طرح سہی ۔۔۔ بہرحال میں نے تمہیں اطلاع دینے کے لئے فون کیا تھا۔ فائل کے مطابق مجرم پاکیشیا میں پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم فیاض کی امداد کرو یا نہیں۔ کیس حل ہونا چاہیئے ۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ ہم کوئی نقصان اٹھا بیٹھیں۔“ سر سلطان نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”آپ بے فکر رہیں ۔۔۔ میں فیاض کی پوری امداد کروں گا۔ آخر میں نے اس سے فلیٹ کا سابقہ کرایہ معاف کرانا ہے۔“ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا سر سلطان نے رسیور رکھ دیا تھا ۔۔۔ ان کا مقصد حل ہو گیا تھا۔ اور ظاہر ہے وہ مزید وقت کیسے ضائع کر سکتے تھے۔

”ہونہہ ۔۔۔ تو ڈیتھ سرکل فیاض صاحب ڈیل کر رہے ہیں۔“ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”ڈیتھ سرکل ۔۔۔ یہ کون سے کھانے کا نام ہے۔“ اچانک سلیمان کی آواز سنائی دی اور عمران چونک پڑا۔ سلیمان میز پر ناشتے کا سامان لگا رہا تھا۔

”ارے ۔۔۔ تمہیں نہیں پتا۔ سویوں کو کہتے ہیں ۔۔۔ واہ بھئی واہ ۔۔۔ اتنے بڑے باورچی ہو اور ڈیتھ سرکل کا پتہ نہیں۔“ عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”دیکھئے صاحب ۔۔۔ مجھ سے مذاق نہ کیا کیجئے۔ کہاں سویاں اور کہاں ڈیتھ سرکل ۔۔۔ اس کا مطلب ہے آپ ہر عید پر ڈیتھ سرکل کھاتے ہیں۔“ ۔۔۔ سلیمان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیزی سے ٹرالی دھکیلتا واپس چلا گیا۔

”اچھا اچھا بھئی مجھے ناشتہ کرنے دو ۔۔۔ پھر میں تم سے بات کروں گا اور ابھی تو مجھے سوپر فیاض کی امداد کرنی ہے۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر ناشتے پر جھپٹ پڑا۔

جب تک ناشتہ مکمل ہوا عمران سوپر فیاض کی امداد کا مکمل پروگرام تیار کر چکا تھا ۔۔۔ اس لئے ناشتے سے فارغ ہوتے ہی اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور سوپر فیاض کے دفتر کے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

”سپرنٹنڈنٹ فیاض آف سنٹرل انٹیلی جنس بیورو۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے فیاض کی کڑک دار آواز سنائی دی ۔۔۔ اور پھر عمران نے پروفیسر گھوش بن کر اسے یہ اطلاع دی کہ ایپائن کلب میں غیر ملکی جرائم کی باتیں کر رہے

ہیں۔ اور ساتھ ہی ڈیتھ سرکل کی طرف بھی اشارہ کر دیا۔

اور جب عمران نے رسیور رکھا تو اس کے چہرے پر شرارت ناچ رہی تھی ۔۔۔۔ اس نے فیاض کو اس عمارت کا پتہ بتا دیا تھا۔ جہاں آج کل مغربی جرمنی کا ٹیکنیکل وفد ٹھہرا ہوا تھا۔ یہ وفد انجنیئروں کا تھا اور حکومت پاکیشیا کی خصوصی درخواست پر بھیجا گیا تھا تاکہ وہ جام نگر ڈیم میں پیدا ہونے والی خرابیوں کو دور کر سکے ۔۔۔۔ اور عمران جانتا تھا کہ فیاض ان انجنیروں پر بغیر سوچے سمجھے چڑھ دوڑے گا اور اس کا جو انجام ہو گا وہی دیکھنے کے قابل ہو گا۔

فون بند کرتے ہی وہ تیزی سے اٹھا اور پھر دوڑتا ہوا ڈریسنگ روم میں داخل ہو گیا ۔۔۔۔ اس نے جلدی جلدی کپڑے تبدیل کرنے شروع کر دیئے۔ وہ دراصل جلد از جلد اس عمارت تک پہنچنا چاہتا تھا تاکہ سوپر فیاض کی درگت بنتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

"آؤ شہلا ۔۔۔۔ آج تو تم نے خاصی دیر لگا دی۔ ہم تمہارا فون ملنے کے بعد کتنی دیر سے تمہاری منتظر ہیں" ۔۔۔۔ ایک لڑکی نے شہلا کے دروازے میں نمودار ہوتے ہی گلہ کرتے ہوئے کہا۔

"معاف کرنا بھئی ۔۔۔۔ مجھے ذرا دیر ہو گئی۔ دراصل راستے میں گاڑی خراب ہو گئی تو مجھے ٹیکسی پر آنا پڑا" ۔۔۔۔ شہلا نے ہنستے ہوئے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور پھر وہ ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"خیریت تھی آج اس وقت تمہیں اس ہوٹل میں ہمیں اکٹھا کرنے کی کیا سوجھی ۔۔۔۔ دیکھو سارا ہال سائیں سائیں کر رہا ہے" ۔۔۔۔ دوسری لڑکی نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تمہیں باس سے چھٹی لے کر آنی پڑی ہو گی اس لئے منہ بنا رہی ہو ۔۔۔۔ آج میں نے سوچا کہ آپ کو اپنی دوستی کا ایک

خوب صورت تحفہ دوں" ـــ شہلا نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔
"تحفہ ـــ کیسا تحفہ" ـــ چاروں لڑکیوں نے چونک کر
اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔
"ہے ایک تحفہ ـــ ایسا تحفہ کہ تم تمام عمر اسے نہ بھول سکو
گی" ـــ شہلا نے جواب دیا۔
"بھئی ـــ اب سسپنس نہ پیدا کرو۔ اور دکھاؤ وہ اپنا تحفہ"
ایک لڑکی نے اشتیاق سے بھرپور لہجے میں کہا۔
"دوستو ـــ بات یہ ہے کہ آج کل یورپ کے اعلیٰ طبقے
میں ایک پُراسرار مشروب رواج پا رہا ہے ـــ لیکن چونکہ یہ
مشروب انتہائی قیمتی ہے۔ اس لئے سوائے ان لوگوں کے جو
اسے حاصل کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں ـــ باقی بیچارے
تو اس کے حصول کی حسرت میں ہی زندگی گزار دیتے ہیں۔ اس کا
کوڈ نام ایم زیڈ ہے۔ یہ آبِ حیات ہے ـــ صحیح معنوں میں
آبِ حیات۔ میں نے یہاں آتے ہوئے اس کی ایک شیشی بڑی
مشکلوں سے حاصل کی تھی۔ تاکہ اپنی عزیز ترین سہیلیوں کو اس کا
ذائقہ چکھا سکوں ـــ اور میں نے اس نایاب اور قیمتی ترین
مشروب کے لئے آپ کو منتخب کیا ہے" ـــ شہلا نے
بڑے پُراسرار لہجے میں کہا اور چاروں لڑکیوں کی آنکھیں مسرت
اور اشتیاق سے چمکنے لگیں۔
"ارے ـــ اب دکھاؤ بھی سہی۔ یا کسی اچھے سیلزمین کی
طرح تعریفیں ہی کرتی رہو گی" ـــ ایک لڑکی نے چہکتے ہوئے

لہجے میں کہا۔
"کہیں یہ منشیات ٹائپ کی تو کوئی چیز نہیں ہے"
دوسری نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
"منشیات ـــ ارے کیسی باتیں کر رہی ہو۔ اس کا منشیات
سے کیا تعلق ـــ البتہ اگر تم جوانی کو بھی منشیات میں شامل کر لو
تو پھر البتہ اسے بھی منشیات میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس کا کوڈ
نام تو ایم زیڈ ہے ـــ البتہ عرف عام میں اسے مشروب
جوانی کہتے ہیں" ـــ شہلا نے جواب دیا۔
"اچھا اچھا ـــ اب پیش بھی کرو۔ تم نے تو اچھا خاصا ہمیں
سسپنس میں ڈال دیا ہے" ـــ باقی دو لڑکیوں نے بُرا سا
منہ بناتے ہوئے کہا۔
"ویٹر" ـــ شہلا نے انہیں جواب دینے کی بجائے ایک
طرف کھڑے ہوتے ویٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔
"یس میڈم" ـــ ویٹر نے قریب آ کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
"بھئی ـــ شیری لے آؤ۔ دیکھ نہیں رہے کس وقت سے
ٹیبل خالی پڑی ہوئی ہے" ـــ شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ابھی لایا میڈم ـــ میں نے پہلے آرڈر پوچھا تھا مگر انہوں
نے فرمایا تھا کہ آپ کا انتظار ہے" ـــ ویٹر نے مؤدبانہ لہجے
میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑ گیا۔
"تو کیا شراب میں اسے مکس کیا جاتا ہے" ـــ ایک لڑکی
نے کہا۔

" اور تمہارا کیا خیال ہے کہ اس کا گلاس بھر کر پیا جاتا ہے بھئی چار قطرے ایم زیڈ کے کافی ہوتے ہیں "۔۔۔۔۔ شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور دوسرے لمحے ویٹر نے میز پر شیری کی بوتل اور پانچ گلاس لا کر رکھ دیئے ۔۔۔۔۔ اور شہلا نے بوتل کھول کر شراب گلاسوں میں انڈیلنی شروع کر دی۔ جب سب گلاس بھر گئے تو اس نے اپنا پرس کھولا اور اس میں سے سبز رنگ کی ایک چھوٹی سی بوتل نکالی ۔۔۔۔۔ اور اس کا ڈھکن کھول کر اس نے اس میں موجود سنہرے رنگ کے محلول کے چار چار قطرے ہر گلاس میں ڈالنے شروع کر دیئے۔ آخری گلاس میں ڈالنے کے بعد شیشی خالی ہو گئی۔ اور شہلا نے اس کا ڈھکن بند کر کے اُسے واپس پرس میں ڈال لیا ۔۔۔۔۔ لیکن جلدی میں بوتل پرس کی بجائے نیچے فرش پر گر پڑی اور شہلا کو اس کا احساس بھی نہ ہوا۔

" لو بھئی عیش کرو ۔۔۔۔۔ تم بھی کیا یاد کرو گی کہ شہلا نے تحفہ دیا ہے "۔۔۔۔۔ شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اپنا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔ اس کے دیکھا دیکھی دوسری لڑکیوں نے بھی اپنے اپنے گلاس اٹھائے ۔۔۔۔۔ اور پھر انہوں نے گلاس منہ سے لگا کر جھجکتے ہوئے ایک گھونٹ لیا۔

" ارے ۔۔۔۔۔ اس کا ذائقہ تو بہت شاندار ہے ۔۔۔۔۔ بہت خوب "۔۔۔۔۔ سب نے مشترکہ طور پر کہا۔ اور پھر وہ مزے لے لے کر ایم زیڈ ملی شیری کے گھونٹ لینے لگیں۔ جب کہ شہلا

کے چہرے پر انہیں پیتے دیکھ کر عجیب سی طنزیہ مسکراہٹ دوڑ رہی تھی ۔۔۔۔۔ جیسے جیسے وہ چاروں لڑکیاں مشروب پیتی گئیں ان کے چہروں پر حیرت کے ساتھ ساتھ انجانی مسرت کے تاثرات ابھرتے چلے آئے۔

" اوہ شہلا ۔۔۔۔۔ تم واقعی گریٹ ہو ۔۔۔۔۔ اوہ ۔۔۔۔۔ کس قدر عجیب و غریب ذائقہ ہو گیا ہے شیری کا ۔۔۔۔۔ یوں لگتا ہے جیسے واقعی ہم آب حیات پی رہی ہوں "۔۔۔۔۔ ان سب نے بڑے پُر خلوص لہجے میں کہا۔

شہلا بھی مزے لے لے کر شیری پی رہی تھی۔ لیکن اس کا چہرہ نارمل تھا ۔۔۔۔۔ وہ شاید پہلے سے اس مشروب کی عادی تھی۔ جب گلاس ختم ہو گئے تو ان سب نے یوں بُرا سا منہ بنایا جیسے انہیں یہ تصور کر کے ہی کوفت ہوئی ہو ۔۔۔۔۔ اتنا مزیدار مشروب اتنی جلدی ختم ہو گیا ہے۔

" اوہ شہلا ۔۔۔۔۔ دی گریٹ پلیز ۔۔۔۔۔ ایک ایک جام اور پلیز "۔ ان چاروں نے بیک زبان ہو کر شہلا سے درخواست کرتے ہوئے کہا۔

" سنو ۔۔۔۔۔ یہ ایک جام ایک ہفتے کے لئے کافی ہے۔ اب میری بات غور سے سنو۔ پورا ہفتہ تمہارے جسموں میں خون کی بجائے پارہ دوڑتا رہے گا ۔۔۔۔۔ تم اپنے آپ کو سُپر عورت محسوس کرو گی۔ تمہارے چہروں پر ہر وقت گلاب کھلتے رہیں گے۔ تمہاری چال میں اور بھی مستی آ جائے گی۔ تمہارا حسن اب میک اپ

ہے۔ بے نیاز ہو جائے گا۔ اور تمہارے بوائے فرینڈز تمہاری خاطر جانیں دینے پر بھی تیار ہو جائیں گے ــــ یہ ایم زیڈ کے چار قطروں کا اعجاز ہے۔ اور سنو ــــ میرے پاس یہی شیشی تھی تم اندازہ نہیں کر سکتیں کہ اسے میں نے کتنی قیمت دے کر حاصل کیا تھا" ــــ شہلا نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ــــ مگر ایک ہفتے بعد کیا ہو گا" ــــ ان چاروں نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"ایک ہفتہ بعد تم اپنی پہلی حالت پر آجاؤ گی اور بس" شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ آب حیات مزید مقدار میں حاصل نہیں کیا جا سکتا" ایک لڑکی نے پوچھا۔

"اس وقت تو موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی پاکیشیا میں قابل حصول ہے ــــ ہاں البتہ شاید ایک ہفتے بعد میں کہیں سے بندوبست کر لوں" ــــ شہلا نے مبہم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ضرور کرنا ــــ اور سنو شہلا ــــ یہ تو تمہاری طرف سے تحفہ تھا۔ اس کی ہم قیمت ادا کریں گے۔ جتنی بھی ہو"
ان چاروں نے بیک زبان ہو کر کہا۔

"اچھا بھئی ــــ اب ایک ہفتہ عیش کرو۔ میں نے تو ایک ہفتہ ملک سے باہر گزارنا ہے ــــ ایک ہفتے بعد ملاقات ہو گی" ــــ شہلا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور اس نے جیب

سے ایک بڑا سا نوٹ نکال کر میز پر ڈالا اور پھر وہ پانچوں سہیلیاں ہنستی مسکراتی ہوئیں ہوٹل سے باہر آ گئیں ــــ شہلا نے میزبان ہونے کے ناطے ان سب کو رخصت کیا اور خود اپنی کار کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

"گرین کارڈ دے دیا ہے" ــــ اچانک ایک نوجوان نے اس کے قریب چلتے ہوئے سرگوشیانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ــــ دے دیا ہے ٹونی ــــ اب تم نے ان کی نگرانی کرنی ہے" ــــ شہلا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم فکر نہ کرو ــــ میرے آدمی ان کے پیچھے ہیں"
اس نوجوان نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھتا چلا گیا۔
شہلا نے اپنی کار کا دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے کار کو چلاتی ہوئی ہوٹل کمپاؤنڈ سے باہر نکلتی چلی گئی ــــ اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ تیر رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ڈیتھ سرکل کا آغاز ہو گیا ہے اور اب پاکیشیا اس چکر سے کبھی باہر نہ نکل سکے گا۔

فیاض جیپ دوڑاتا ہوا شاہی روڈ کی طرف بڑھا چلا جا
رہا تھا۔ جہاں پروفیسر گھوش کے مطابق الپائن کلب تھا۔ او
اس کلب میں ڈیتھ سرکل کے مجرموں نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ جیسے
جیسے جیپ آگے بڑھتی چلی جارہی تھی۔ اس کا ذہن ہواؤں میں
اڑتا جارہا تھا ___ وہ تصور ہی تصور میں سر رحمان کے چہر
پر داد و تحسین کے آثار دیکھ رہا تھا ___ اور ساتھ ہی ساتھ سر رحما
کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ اپنے پہلے سلوک پر فیاض سے بے حد شر
ہیں ___ اور پھر ساتھ ہی صدر مملکت کی طرف سے تعریفی سرٹیفک
اور پھر ڈپٹی ڈائریکٹر انٹیلی جنس کے عہدے پر ترقی ___ غرض
وہ اس وقت مکمل طور پر شیخ چلی بنا ہوا تھا۔ اور دل ہی دل م
اس اجنبی پروفیسر گھوش کو دعائیں دے رہا تھا جس نے بیٹھے
بٹھائے سارا کیس ہی حل کر دیا تھا ___ دس مسلح سپا

پچھلی جیپ میں آرہے تھے۔ اور فیاض نے اپنے ریوالور کو تھپتھپایا۔
کیوں کہ بہرحال وہ بین الاقوامی مجرم تھے ___ وہاں مقابلہ بھی
ہو سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی جیپ شاہی روڈ پر پہنچ گئی۔ اور پھر
اُسے دُور سے ہی وہ ایک منزلہ پیلی عمارت نظر آ گئی۔ یہ عمارت
اپنی ظاہری حیثیت سے ایک عام سی رہائش گاہ نظر آ رہی
تھی ___ لیکن اب یہ بات تو صرف فیاض ہی جانتا تھا کہ اس
عمارت میں اس کا روشن مستقبل موجود ہے ___ اس نے تیزی
سے جیپ عمارت سے ذرا فاصلے پر روکی اور پھر اچھل کر نیچے اتر
آیا۔ سپاہیوں والی جیپ بھی رک گئی ___ اور پھر مسلح سپاہی
بھی نیچے آ گئے۔

"اس عمارت کو چاروں طرف سے گھیر لو ___ کوئی آدمی
یہاں سے باہر نہ نکلنے پائے۔ اگر کوئی نکل گیا تو تم سب کو گولی
مار دوں گا" ___ فیاض نے بڑے سخت لہجے میں انہیں ہدایت
دیتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب" ___ ان سب نے سر جھکاتے
ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے عمارت کے
گرد پھیلتے چلے گئے ___ جب کہ ایک انسپکٹر فیاض کے
ساتھ کھڑا رہ گیا۔

"انسپکٹر دانا ___ آؤ میرے ساتھ ___ اور سنو ___ پوری
طرح محتاط رہنا۔ بین الاقوامی مجرم ہیں یہ" ___ فیاض نے

بڑی بڑی مونچھوں والے انسپکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب ـــــ آپ بے فکر رہیں۔ انسپکٹر رانا کے سامنے بین الاقوامی مجرم بھیڑیں بن جاتے ہیں" ـــــ انسپکٹر رانا نے اپنی بڑی بڑی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا۔ اور فیاض نے ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور پھر اکڑتا ہوا تیزی سے عمارت کے گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا ـــــ گیٹ بند تھا۔ سوپر فیاض نے کال بیل پر اپنا انگوٹھا رکھا اور اس وقت تک اسے دبائے رکھا جب تک پھاٹک کی ذیلی کھڑکی ایک جھٹکے سے نہ کھلی۔

"کیا مصیبت ہے ـــــ کون ہے" ـــــ اندر سے کسی نے بڑے غصیلے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے ایک لمبا تڑنگا نوجوان باہر نکل آیا ـــــ اس کے چہرے پر سخت غصے کے تاثرات موجود تھے۔ لیکن اپنے سامنے باوردی افراد کو دیکھ کر اس کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھتا چلا گیا۔

"فرمائیے جناب" ـــــ اس نوجوان نے جس نے دربانوں جیسی یونیفارم پہنی ہوئی تھی۔ اور کاندھے سے بندوق لٹکائی ہوئی تھی بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"انٹیلی جنس" ـــــ سوپر فیاض نے منہ کو پوری طرح ٹیڑھا کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــ اچھا فرمائیے" ـــــ نوجوان انٹیلی جنس کا لفظ سن کر اور زیادہ دبک گیا۔

"اندر کون کون ہے" ـــــ فیاض نے پوچھا۔

"سب ہیں جناب ـــــ آپ نے کس سے ملنا ہے" نوجوان نے کہا۔

"ابے ـــــ ایک طرف ہٹ ـــــ اب ہم تم جیسے چڑی ماروں کو بتائیں گے کہ ہم نے کس سے ملنا ہے۔ ہم نے سب سے ملنا ہے" ـــــ اچانک انسپکٹر رانا نے اسے بازو سے پکڑ کر ایک طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ اور شاید فیاض اسی انتظار میں تھا کہ انسپکٹر رانا ایسے الفاظ کہے ـــــ چنانچہ جیسے ہی انسپکٹر نے یہ ڈرامہ کیا وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ اور کھڑکی سے ہوتا ہوا عمارت میں داخل ہو گیا۔ انسپکٹر رانا بھی لپک کر اندر داخل ہوا ـــــ اور اس نے اپنے طور پر زبردست عقلمندی کی کہ دربان کے اندر آنے سے پہلے کھڑکی بند کر کے اس کی کنڈی لگا دی۔ اور پھر وہ ریوالور نکالے فیاض کے پیچھے لپکا ـــــ جو بڑے اکڑے ہوئے انداز میں لان کے اس حصے کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ جہاں دس کے قریب غیر ملکی ایک میز کے گرد بیٹھے میز پر کوئی نقشہ پھیلائے آپس میں بحث میں الجھے ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی کی توجہ بھی فیاض یا انسپکٹر رانا کی طرف نہ تھی۔ وہ سب نقشے پر جھکے ہوئے تھے۔

"ہینڈز اپ ـــــ خبردار ـــــ اگر کسی نے حرکت کی تو گولی مار دوں گا" ـــــ فیاض نے قریب جا کر دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور وہ سب یوں اچھلے کہ کرسیوں سے گرتے گرتے بچے ـــــ ان کی نظروں میں فیاض اور انسپکٹر رانا

کو دیکھ کر شدید حیرت کے آثار ابھر آئے تھے۔

"اپنے ہاتھ اٹھاؤ الو کے پٹھے ۔۔۔ کیا تم نے سپرنٹنڈنٹ صاحب کا حکم نہیں سنا"۔۔۔ انسپکٹر رانا نے انہیں گم سم دیکھ کر چیختے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم ۔۔۔ اور یہ ریوالور اور۔۔۔۔۔۔" ۔۔۔ ان میں سے ایک نے جو ادھیڑ عمر کا تھا حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں کہتا ہوں ہاتھ اٹھاؤ ۔۔۔ ورنہ گولیوں سے سینے چھلنی کر دوں گا"۔۔۔ فیاض نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"مگر کیوں ۔۔۔ آخر بات کیا ہے"۔۔۔ ایک نوجوان نے غصیلے لہجے میں کہا اور فیاض پر تو جیسے دیوانگی کا دورہ پڑ گیا۔

"تم حکم نہیں مانتے ۔۔۔ بحث کرتے ہو"۔۔۔ فیاض نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس نے ٹریگر دبا دیا ۔۔۔ اور ایک زور دار دھماکے کے ساتھ ساتھ اس نوجوان کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ اچھل کر زمین پر جا گرا ۔۔۔ گولی اس کے بازو کو چھیلتی ہوئی نکل گئی تھی۔ یا تو فیاض نے جان بوجھ کر نشانہ ہی ایسے انداز کا لیا تھا اور پھر یا نشانہ غلط ہو گیا تھا۔ بہرحال اس کا یہ اثر ہوا کہ ان سب نے گھبرا کر اپنے ہاتھ اوپر کر لیئے ۔۔۔ اور وہ بے اختیار اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اب ان کے چہروں پر خوف کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

"انسپکٹر ۔۔۔ میں انہیں کور کیئے ہوئے ہوں۔ تم باقی

عمارت کا جائزہ لو۔ اور کوئی ہو تو اسے بھی پستول کی نال پر یہاں لے آؤ ۔۔۔ اور سنو ۔۔۔ اگر وہ کوئی غلط حرکت کرے تو بے تشک گولی مار دینا۔ اور سنو ۔۔۔ باقی سپاہیوں کو بھی اندر بلا لو"۔۔۔ فیاض نے چیختے ہوئے انسپکٹر رانا کو ہدایات دیں۔

اور انسپکٹر رانا تیزی سے ریوالور لہراتا ہوا عمارت کی طرف دوڑ پڑا۔

"آخر تم کون ہو ۔۔۔ اور یہ کیا کر رہے ہو۔ شاید کوئی غلط فہمی ہوئی ہے"۔۔۔ اس ادھیڑ عمر نے بات کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"خاموش رہو بڈھے ۔۔۔ اب بولے تو منہ پر گولی مار دوں گا۔ غلط فہمی۔ میں بتاتا ہوں تمہیں تمہاری غلط فہمی"۔۔۔ فیاض بھلا ان کی بات کہاں سنتا تھا۔ اس نے غصے سے چیختے ہوئے جواب دیا۔

اور ادھیڑ عمر غیر ملکی ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو رہا ۔۔۔ اس کے ساتھیوں نے بھی ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔

فیاض یوں چوکنے انداز میں کھڑا تھا۔ جیسے اگر ان میں سے کسی نے ذرا سی بھی حرکت کی تو وہ گولی چلا دے گا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد انسپکٹر رانا دس سپاہیوں سمیت دوڑتا ہوا وہاں پہنچا ۔۔۔ سپاہیوں نے اپنی مشین گنیں ان غیر ملکیوں کی طرف تان لیں۔ اور فیاض نے انہیں مشین گنوں کے گھیرے میں دیکھ کر مسکراتے ہوئے ریوالور واپس ہولسٹر میں ڈال لیا ۔۔۔ وہ ریوالور اٹھائے اٹھائے واقعی تھک گیا تھا۔

" انسپکٹر رانا ___ پہلے احتیاط سے ان کی تلاشی لو۔ اور خیال رکھنا یہ بین الاقوامی مجرم ہیں" ___ فیاض نے انسپکٹر رانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

" تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے آفیسر ___ ہم ......"
اُسی ادھیڑ عمر نے ایک بار پھر بولنے کی کوشش کی۔

" شٹ اپ ___ اب اگر زبان کھولی تو میں زبان کاٹ دوں گا" ___ فیاض نے اُسے ایک بار پھر بولتے دیکھ کر غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

انسپکٹر رانا نے بڑے پھرتیلے انداز میں ان کی باری باری تلاشی لینی شروع کر دی ___ لیکن کسی کے پاس بھی کسی قسم کا کوئی اسلحہ برآمد نہ ہوا۔ حتیٰ کہ چاقو تک ان کی جیبوں میں موجود نہ تھا۔

" جناب ___ یہ بالکل خالی ہیں" ___ انسپکٹر رانا نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

" اوہ ___ بڑے دلیر مجرم ہیں۔ بغیر اسلحے کے دندناتے پھر رہے ہیں۔ انہیں ہتھکڑیاں لگا لو" ___ فیاض نے کہا۔ اور سپاہیوں نے آگے بڑھ کر زبردستی ان سب غیر ملکیوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دیں۔

" ہا ___ ہا ___ اب سر رحمان کو پتہ چلے گا کہ فیاض کیا چیز ہے اور اس نے کس طرح ڈیتھ سرکل کے مجرموں کو ایک گھنٹے کے اندر گرفتار کر لیا ہے" ___ فیاض نے بے اختیار

قہقہہ مارتے ہوئے کہا۔

" آفیسر ___ تم نے جو کچھ کیا ہے اس کے نتائج تمہارے اور تمہارے ملک کے لئے انتہائی بھیانک نکلیں گے۔ ہم اپنے ملک کے معزز شہری ہیں مجرم نہیں ___ اور ہم یہاں تمہارے ملک کی درخواست پر آئے ہیں" ___ ایک نوجوان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

" ابے ___ چپ کرو چڑی مار کی اولاد ___ ہر مجرم یہی کہتا ہے اب گرفتار ہو گئے ہو تو معصوم بنتے ہو" ___ فیاض کی بجائے انسپکٹر رانا نے اس نوجوان کو بُری طرح ڈانٹتے ہوئے کہا۔

" انسپکٹر ___ پوری عمارت کی تلاشی لو۔ یقیناً ان کے پاس خفیہ کاغذات اور اسلحہ ہوگا ___ جلدی کرو" ___ فیاض نے انسپکٹر رانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

" بہتر باس" ___ انسپکٹر رانا نے جواب دیا اور پھر وہ چند سپاہیوں کو لے کر عمارت کی طرف بڑھ گیا۔

" آخر تم بتاتے کیوں نہیں کہ تم کون ہو ___ اور ہمیں کس جرم میں تم نے گرفتار کیا ہے" ___ اسی ادھیڑ عمر آدمی نے ایک بار پھر بات کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

" ہاں ___ اب بتانے میں کوئی حرج نہیں۔ میں سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کا سپرنٹنڈنٹ فیاض ہوں۔ مجھے ابھی ابھی خفیہ اطلاع ملی ہے کہ ایشیائن کلب میں غیر ملکی مجرم جن کا تعلق بین الاقوامی

مجرم تنظیم ڈیتھ سرکل سے ہے۔ موجود ہیں۔ چنانچہ میں نے یہاں
چھاپہ مارا اور تمہیں گرفتار کر لیا ——— اب تسلی ہو گئی "۔
سپرنٹنڈنٹ فیاض نے بڑے نخوت بھرے لہجے میں کہا۔
"اسپائن کلب ——— ڈیتھ سرکل ——— تمہارا دماغ تو خراب
نہیں ہے۔ نہ ہی یہ کوئی کلب ہے اور نہ ہی ہم مجرم۔ ہم تو
انجینئر ہیں اور حکومت کی خصوصی درخواست پر جام نگر ڈیم کی
خرابیوں کو چیک کرنے کے لئے آئے ہیں " ——— اسی ادھیڑ عمر
غیر ملکی نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— ہاں ——— تم انجینئر ہو۔ اور ڈیم ٹھیک کرنے آئے
ہو۔ میں مجرموں کے سب حربے جانتا ہوں ——— تم واقعی
یہاں انجینئر بن کر آئے ہو گے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ مگر
یہاں کی انٹیلی جنس احمقوں پر مشتمل نہیں ہے ——— جیسا کہ تم
لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ میں ابھی تمہیں ہیڈ کوارٹر لے جاؤں گا
اور پھر جب تھرڈ ڈگری استعمال ہو گی تو تم خود ہی اپنی اصلیت
تسلیم کر لو گے " ——— فیاض نے بڑے مضحکہ اڑانے والے
لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ لوگ کوئی جواب دیتے اچانک کال بیل
کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔

"دیکھو ——— باہر کون آیا ہے۔ اگر ان کا کوئی ساتھی ہے تو اسے
بھی گرفتار کر لو " ——— فیاض نے ایک سپاہی سے مخاطب ہو کر
تحکمانہ لہجے میں کہا اور وہ سپاہی مشین گن سنبھالے تیزی سے

مین گیٹ کی طرف دوڑتا چلا گیا۔

"ہمیں ہمارے سفارت خانے ٹیلی فون کرنے دو۔ تم نے
ہمارے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس پر تمہاری حکومت کو بھی
عبرت ناک سزا بھگتنی ہو گی " ——— اس ادھیڑ عمر غیر ملکی نے کہا۔

"بھگت لیں گے بھائی بھگت لیں گے ——— تم صبر تو کرو۔ ذرا
ہیڈ کوارٹر تو چلو جب تمہارے منہ پر مرچوں کا تھوبڑا چڑھاؤں
گا۔ تب ٹیلی فون بھی کرا دوں گا " ——— فیاض نے طنزیہ لہجے
میں کہا۔

مگر دوسرے لمحے وہ پھاٹک کے قریب سپاہی کی ایڑیاں بجنے
کی آواز سن کر چونک پڑا ——— اور پھر اس نے جیسے ہی مڑ کر
دیکھا۔ اس کے چودہ طبق روشن ہوتے چلے گئے۔ پھاٹک کھل چکا
تھا اور سر رحمان کے ساتھ ساتھ سر سلطان تیزی سے ان کی
طرف بڑھے چلے آرہے تھے۔

عمران نے کار شاہی روڈ کی پیلی عمارت سے کافی پیچھے
ایک طرف کر کے روک دی ۔۔۔۔ پیلی عمارت کے ساتھ ہی اس نے
انٹیلی جنس کی دو جیپیں کھڑی دیکھ لی تھیں ۔ اور پھر جب وہ آگے بڑھا
تو اس نے دس مسلح سپاہیوں کو عمارت کے گرد سے اکٹھا ہو کر
اندر جاتے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی ۔۔۔۔ اس کی
شرارت کامیاب رہی تھی ۔ اور فیاض اس کی توقع کے مطابق بھوکے
بھیڑیئے کی طرح بغیر سوچے سمجھے جال میں آن پھنسا تھا ۔
عمران تیز تیز چلتا ہوا عمارت کے سامنے سے گزر کر سائیڈ گلی
میں آیا ۔۔۔۔ اور پھر اس نے ادھر ادھر دیکھ کر دیوار کے کنارے
کی طرف اپنے جسم کو اچھالا ۔ دوسرے لمحے اس کے ہاتھ دیوار پر
جمتے چلے گئے ۔ اور اس نے بازوؤں کے سہارے اپنے جسم کو اوپر
کی طرف اٹھایا ۔۔۔ جیسے ہی اس کا سر دیوار سے اونچا ہوا ۔ وہ

اندر کی پوزیشن دیکھ کر چونک پڑا ۔ سامنے ہی غیر ملکی ہاتھ اٹھائے
کھڑے تھے ۔۔۔۔ اور مسلح سپاہی انہیں مشین گنوں کا نشانہ
بنائے ہوئے تھے ۔ جب کہ ایک انسپکٹر غیر ملکیوں کی تلاشی لے
رہا تھا ۔
چند لمحوں بعد اس نے غیر ملکیوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑتی
دیکھیں تو اس کا دماغ گھوم گیا ۔۔۔۔ وہ تیزی سے نیچے اترا اور پھر
دوڑتا ہوا سڑک پر آیا ۔ وہاں قریب ہی اس نے ایک ٹیلی فون بوتھ
دیکھا تھا ۔ چنانچہ وہ دوڑتا ہوا ٹیلی فون بوتھ میں گھسا ۔۔۔۔ اور اس نے
جیب سے سکے نکال کر خانے میں ڈالے اور پھر رسیور اٹھا کر تیزی
سے سر سلطان کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے ۔ اُسے اب اپنی
شرارت کی سنگینی کا احساس ہوا تھا ۔۔۔۔ اس کا خیال تھا کہ فیاض جا
کر ان سے پوچھ گچھ کرے گا ۔ اور جب اُسے معلوم ہو گا کہ یہ لوگ مجرم
نہیں بلکہ حکومت کے مہمان ہیں تو وہ شرمندہ ہو کر معافی مانگ
کر واپس آ جائے گا ۔۔۔۔ اور پھر وہ اس کا مذاق اڑائے گا ۔ مگر
فیاض نے تو اس کی توقع سے کہیں بڑھ کر حماقت کا ثبوت دیا تھا ۔
ان معزز مہمانوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ جانے کا مطلب تھا
کہ معاملہ بے حد سنگین ہو گیا ہے ۔۔۔۔ اور اب حکومت پاکیشیا
اور حکومت مغربی جرمنی کے درمیان ٹھن جائے گی ۔ اور جس
مقصد کے لئے انہیں بلوایا گیا تھا وہ مقصد ادھورا رہ جائے گا ۔
ظاہر ہے اس طرح اس کے اپنے ملک کا نقصان تھا ۔۔۔۔ اور
یہ نقصان وہ برداشت نہ کر سکتا تھا ۔ مگر اب کیا کیا جا سکتا تھا ۔

حماقت ہو چکی تھی۔
"پی۔ اے ٹو سر سلطان سیکرٹری وزارت خارجہ"
رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سر سلطان کے پی۔ اے
کی آواز سنائی دی۔
"ایکسٹو ــــ سر سلطان سے بات کراؤ جلدی"
عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔
"یس سر" ــــ دوسری طرف سے بوکھلائے ہوئے لہجے
میں جواب دیا تھا۔
"ہیلو ــــ سلطان بول رہا ہوں" ــــ دوسرے لمحے
دوسری طرف سے سر سلطان کی سنجیدہ آواز ابھری۔
"ایکسٹو ــــ سر سلطان شاہی روڈ پر ایک پیلے رنگ
کی عمارت ہے۔ جہاں مغربی جرمنی سے آئے ہوئے انجینئروں
کا گروپ ٹھہرا ہوا ہے ــــ وہ گروپ جو جام نگر ڈیم کی خرابیاں
دور کرنے کے لئے حکومت کی خصوصی درخواست پر آیا ہے" ــ
عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔
کیوں کہ اُسے خطرہ تھا کہ کہیں پی۔ اے غیر قانونی طور پر بات چیت
سن نہ رہا ہو۔
"مجھے معلوم ہے ــــ فرمائیے" ــــ سر سلطان نے سنجیدہ
لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
"انٹیلی جنس بیورو کا سپرنٹنڈنٹ فیاض ایک انسپکٹر اور دس
سپاہیوں کے ساتھ ابھی وہاں پہنچا ہے ــــ اور اس نے

ان معزز مہمانوں کو ڈیتھ سرکل کے مجرم سمجھ کر باقاعدہ گرفتار کر لیا
ہے ــــ اس نے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال رکھی ہیں۔
آپ سر رحمان کو لے کر فوراً وہاں پہنچیں ورنہ حالات بے حد
سنگین ہو سکتے ہیں ــــ جلدی ــــ فوراً ــــ جس قدر جلد ممکن
ہو سکے" ــــ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"اوہ ــــ یہ تو انتہائی سنگین واقعہ ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں
ابھی پہنچ رہا ہوں" ــــ سر سلطان نے گھبرائے ہوئے لہجے
میں کہا۔
اور عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور کریڈل
پر رکھا اور پھر فون بوتھ سے باہر نکل کر وہ دوبارہ اُسی گلی میں
داخل ہو گیا ــــ اس نے اندر کی سچویشن دیکھ لی تھی۔ اس لئے
اب اس نے بقیہ تماشا دیکھنے کے لئے ایک جگہ کا انتخاب کر لیا تھا
ظاہر ہے وہ سر سلطان کے ساتھ اندر نہیں جا سکتا تھا ــــ کیوں
کہ لازماً سر رحمان بھی ساتھ ہوں گے۔ گلی کے آخری سرے پر پہنچ
کر وہ دائیں طرف مڑا ــــ یہاں ایک درخت کافی گھنا اور اونچا
تھا۔ اس نے اس درخت پر مورچہ لگانے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہاں
سے وہ نہ صرف اندر ہونے والے تمام واقعات آسانی سے دیکھ
بھی سکتا تھا ــــ بلکہ وہ لوگ اتنے قریب موجود تھے کہ وہ آسانی
سے ان کے درمیان ہونے والی گفتگو بھی سن سکتا تھا۔ چنانچہ
اس نے ادھر ادھر کسی کو نہ پا کر وہ تیزی سے درخت پر چڑھتا چلا
گیا ــــ چوں کہ جہاں تک درخت کا خالی تنا تھا اتنی اونچائی

کی دیوار تھی ۔ اور جہاں دیوار کی اونچائی ختم ہوتی تھی ۔ وہاں سے
درخت کی شاخیں شروع ہو جاتی تھیں ـــــ اُسے چیک کر لئے
جانے کا بھی خطرہ نہ تھا ۔ اس لئے وہ اطمینان سے اوپر چڑھتا چلا
گیا ۔ اور پھر ایک دو شاخہ پر اس نے قدم جما کر باقاعدہ نشست
بنالی ـــــ اب وہ درخت کے گھنیرے پتوں اور شاخوں میں
مکمل طور پر چھپا ہوا تھا ۔ جب کہ وہ آسانی سے اندر کی سچوئیشن دیکھ
سکتا تھا ـــــ غیر ملکیوں کے پاس اس وقت پانچ سپاہی اور
فیاض موجود تھا ۔ باقی سب سپاہی اور انسپکٹر کہیں چلے گئے تھے ۔
عمران سمجھ گیا کہ وہ لوگ عمارت کی تلاشی لینے میں مصروف ہوں گے
تاکہ مجرموں کے خلاف ثبوت مہیا کیا جا سکے ۔

فیاض کا چہرہ مسرت سے کھلا پڑ رہا تھا ـــــ آنکھوں میں
فتح و کامیابی کی چمک تھی ۔

" ہاں ہاں ـــــ تم انجینئر ہو اور ڈیم ٹھیک کرنے آئے ہو ۔
میں مجرموں کے سب حربے جانتا ہوں ۔ تم واقعی یہاں انجینئر بن
کر آئے ہو گے ـــــ اس میں کوئی شک نہیں ۔ مگر یہاں کی
انٹیلی جنس احمقوں پر مشتمل نہیں ہے جیسا کہ تم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے
میں تمہیں ابھی ہیڈ کوارٹر لے جاؤں گا ـــــ اور پھر جب تھرڈ
ڈگری استعمال ہو گی تو تم خود ہی اپنی اصلیت تسلیم کر لو گے "
فیاض نے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر اور ایک ایک
لفظ چبا چبا کر بولتے ہوئے کہا ۔

اور اُسی لمحے کال بیل بجنے کی آواز سنائی دی اور عمران

سمجھ گیا کہ سر سلطان وغیرہ پہنچ گئے ہیں ۔ گو سیکرٹریٹ یہاں سے
کافی فاصلے پر تھا ـــــ لیکن پھر بھی سر سلطان نے معاملہ کی سنگینی
اور نزاکت کا احساس کرتے ہوئے عمران کی توقع سے کہیں جلد
پہنچ گئے تھے ۔

" دیکھو ـــــ باہر کون آیا ہے ۔ اگر ان کا ساتھی ہے تو اُسے
بھی گرفتار کر لو " ـــــ کال بیل کی آواز سنتے ہی فیاض نے ایک
سپاہی سے مخاطب ہو کر تحکمانہ لہجے میں کہا ۔ اور سپاہی
مشین گن سنبھالے تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔

" ہمیں ہمارے سفارت خانے ٹیلی فون کرنے دو ۔ تم نے ہمارے
ساتھ جو سلوک کیا ہے اس پر تمہاری حکومت کو بھی عبرت ناک
سزا بھگتنی ہو گی " ـــــ ادھیڑ عمر غیر ملکی نے انتہائی غصیلے لہجے
میں فیاض سے مخاطب ہو کر کہا ۔

" بھگت لیں گے بھائی بھگت لیں گے ـــــ تم صبر تو کرو ۔ ذرا
ہیڈ کوارٹر تو چلو ۔ جب تمہارے منہ پر مرچوں کا تھوبڑا چڑھاؤں
گا ۔ تب ٹیلی فون بھی کرا دوں گا " ـــــ فیاض نے ایک بار پھر
مضحکہ اڑانے والے لہجے میں کہا ۔

اُسی لمحے عمران نے پھاٹک کھلتے اور پھاٹک کھولنے والے
سپاہی کو ایڑیاں بجا کر سیلوٹ کرتے دیکھا ـــــ پھاٹک
کھلتے ہی سر سلطان اور سر رحمان تیزی سے فیاض کی طرف
بڑھتے چلے آ رہے تھے ـــــ سپاہی کی ایڑیاں بجنے کی آواز سنتے
ہی فیاض نے بھی چونک کر پیچھے کی طرف دیکھا ۔ اور پھر شاید سر سلطان

اور سر رحمان کو اچانک آتے دیکھ کر اس کی گردن اُسی طرح مڑی ہی رہ گئی۔ اور عمران کے چہرے پر مسکراہٹ تیرنے لگی۔

"جناب ——— میں نے مجرم گرفتار کر لئے ہیں ——— ڈیتھ سرکل کے مجرم جناب"——— فیاض نے ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی اپنی کامیابی اور فتح کا اعلان کرتے ہوئے کہا۔

"تم احمق ——— الو ——— گدھے ——— یہ تم نے کیا کر دیا۔ یہ تو حکومت کے معزز مہمان ہیں ——— بے وقوف گدھے" سر رحمان نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ غصے کی شدت سے ان کا چہرہ بگڑ گیا تھا اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

"ج ج ——— جناب ——— یہ مجرم"——— فیاض جو کامیابی کے نشے میں چور تھا۔ سر رحمان کی گالیاں سنتے ہی بُری طرح ہکلانے لگا۔

"کھولو ہتھکڑیاں ——— کھولو ——— جلدی کھولو"——— سر رحمان نے چیخ کر سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا جو سر رحمان کو آتے دیکھ کر پہلے ہی اٹین شن ہو چکے تھے ——— اور سپاہیوں نے بجلی کی سی تیزی سے غیر ملکیوں کے ہاتھوں میں پڑی ہوئی ہتھکڑیاں کھولنی شروع کر دیں۔

"معزز مہمانوں سے معافی مانگو ——— جلدی کرو ——— ورنہ گولی مار دوں گا"——— سر رحمان غصے کی شدت سے کانپ رہے تھے۔

"میں معافی چاہتا ہوں"——— فیاض نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں ان غیر ملکیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا اور آنکھیں جھکی ہوئی تھیں ——— اس کا جی چاہ رہا

تھا کہ یہیں زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں زندہ دفن ہو جائے۔ نہ صرف ان غیر ملکیوں کے سامنے جن کے سامنے وہ اب تک اکڑا ہوا تھا ——— بلکہ انسپکٹر رانا اور سپاہیوں کے سامنے اس کی زبردست بے عزتی ہوئی تھی۔ لیکن سر رحمان کے سامنے اُسے دم مارنے کی بھی مجال نہ تھی ——— اور سر رحمان کی حالت بتا رہی تھی کہ نجانے کس طرح انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا ہوا ہے۔ ورنہ وہ یقیناً فیاض کو گولی مار دینے سے بھی دریغ نہ کرتے۔

"ہونہہ ——— معافی ——— اس طرح معافی کا کیا مطلب ہے۔ آپ لوگوں نے جو سلوک ہم سے کیا ہے۔ اس کے آپ کو پورے پورے نتائج بھگتنے ہوں گے"——— ادھیڑ عمر غیر ملکی نے دانت پیستے ہوئے جواب دیا۔

"جاؤ ——— دفع ہو جاؤ ——— دور ہو جاؤ میری نظروں سے" سر رحمان نے غصے کی شدت سے زمین پر پیر مارتے ہوئے فیاض سے کہا اور فیاض ایک جھٹکے سے واپس مڑا اور پھر تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا ——— انسپکٹر رانا اور سپاہی بھی سر جھکائے اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے شکست خوردہ فوج اپنے مورچوں کو واپس جا رہی ہو۔

"سنیئے ——— میں سیکرٹری وزارت خارجہ سلطان ہوں اور یہ سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمان ہیں۔ یہ سب کچھ شدید غلط فہمی کی بنا پر ہوا ہے ——— اس لئے بہتر ہے کہ اس بات کو یہیں ختم کر دیا جائے۔ میں ذاتی طور پر آپ لوگوں

سے معافی چاہتا ہوں "۔۔۔۔ سر سلطان نے پہلی بار زبان کھولی
ان کا لہجہ بے حد باوقار تھا۔
" ہوں گے آپ سیکرٹری اور ڈائریکٹر جنرل ۔۔۔ لیکن یہ
معاملہ ختم نہیں ہو سکتا۔ یہ معاملہ تو اب شروع ہو گا "
ادھیڑ عمر غیر ملکی نے انتہائی تپے ہوئے لہجے میں کہا۔
اور پھر جیسے جیسے سر سلطان اور سر رحمان انہیں منانے کی
کوشش کرتے وہ لوگ اتنے ہی زیادہ اکڑتے چلے جا رہے تھے۔
سر سلطان سے زیادہ سر رحمان کی حالت خراب تھی ۔۔۔ وہ تو
اپنے چنگیزی خون کی وجہ سے اپنی انا میں کھڑے تھے۔ ورنہ ان کی
حالت ایسی تھی کہ جیسے ابھی غیر ملکیوں کے پیر پکڑ لیں گے۔
" یہ لوگ تو ماش کے آٹے کی طرح اکڑتے ہی جا رہے ہیں۔ ان
کا بھی علاج کرنا ہی پڑے گا "۔۔۔ عمران کو بھی ان کی اکڑ دیکھ کر
اب غصہ آتا جا رہا تھا۔ یا پھر شاید اپنے باپ کو اس طرح معافیاں
مانگتے دیکھ کر وہ مشتعل ہوتا جا رہا تھا۔
" آپ لوگ جا سکتے ہیں۔ ہمارا وقت ضائع نہ کریں۔ ہم اپنے
سفارت خانے سے بات کریں گے ۔۔۔ اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ
ہو گا "۔۔۔ ادھیڑ عمر غیر ملکی نے ۔۔۔ انتہائی کرخت لہجے میں
جواب دیتے ہوئے کہا۔
" ٹھیک ہے ۔۔۔ آپ کر لیں بات "۔۔۔ سر سلطان نے
غصیلے لہجے میں کہا اور پھر سر رحمان کا ہاتھ پکڑے وہ تیزی
سے واپس مڑے اور پھاٹک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

جب یہ لوگ پھاٹک سے باہر چلے گئے تو سارے غیر ملکی
عمارت کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ گئے اور لان خالی ہو گیا۔
تب عمران درخت سے نیچے اترا ۔۔۔ اور پھر گلی میں سے ہوتا ہوا وہ
سڑک پر آیا اور اس نے ایک بار پھر ٹیلی فون بوتھ کا رخ کیا۔ سکے
ڈال کر اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔
" ٹائیگر سپیکنگ "۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف
سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔
" عمران بول رہا ہوں "۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
" یس سر "۔۔۔ ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
" ٹائیگر ۔۔۔ فوراً شاہی روڈ پر پہنچ جاؤ۔ یہاں ایک پیلے رنگ
کی عمارت ہے جہاں چند غیر ملکی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ تم نے ان کی
نگرانی کرنی ہے ۔۔۔ اگر ہو سکے تو ان کا ٹیلی فون بھی ٹیپ کر لینا "
عمران نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔
" بہتر جناب "۔۔۔ دوسری طرف سے ٹائیگر نے جواب دیا۔
اور عمران نے ایک جھٹکے سے رسیور کریڈل پر رکھا اور بوتھ
سے باہر نکل کر وہ اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔۔۔ اسے اپنی
شرارت مہنگی پڑی تھی۔ سر رحمان اور سر سلطان کو ان غیر ملکیوں
کی منتیں کرتا دیکھ کر اسے اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا ۔۔۔ یہ سب
کچھ اس کی شرارت اور فیاض کی حماقت کی وجہ سے ہوا تھا۔ اور
اس وقت تو سوائے افسوس کرنے کے اور کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اس
نے ایک موہوم سی امید پر ٹائیگر کو نگرانی کا حکم دے دیا تھا کہ

شاید کوئی ایسی بات کا پتہ چل جائے جس کو بنیاد بنا کر ان غیر ملکیوں
کو سیدھا کیا جا سکے۔

یہی سوچتا ہوا وہ کار چلاتا رہا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی
کار ہوٹل شوبرا کے سامنے سے گزری تو اس نے لاشعوری طور
پر کار کو کمپاؤنڈ کی طرف موڑ دیا ـــــ وہ کچھ دیر وہاں بیٹھ کر
ذہنی طور پر پرسکون ہونا چاہتا تھا۔ اس نے کار پارکنگ میں روکی
اور پھر اتر کر مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ہال تقریباً خالی پڑا ہوا تھا۔ اکا دکا میزیں آباد تھیں۔ عمران
ڈھیلے ڈھیلے قدم اٹھاتا ایک میز کی طرف بڑھتا چلا گیا ـــــ اور
پھر جب اس نے بیٹھنے کے لئے کرسی گھسیٹی تو دوسرے لمحے
چونک پڑا۔ کرسی گھسیٹنے کی وجہ سے اس کے پائے کے ساتھ پڑی
ہوئی ایک چھوٹی سی شیشی لڑھک کر سامنے آ گئی ـــــ عمران نے
جھک کر وہ شیشی اٹھائی اور پھر کرسی پر بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا۔
سبز رنگ کی شیشی پر کوئی لیبل موجود نہ تھا۔ البتہ شیشی کی ساخت
عجیب قسم کی تھی ـــــ بوتل بظاہر شیشے کی لگتی تھی لیکن اسے
ہاتھ میں لینے کے بعد پتہ چلا کہ وہ کسی مخصوص قسم کے پلاسٹک سے
تیار کی گئی ہے۔ ڈھکن پر ایک مونوگرام چھپا ہوا تھا ـــــ ایک سرخ
رنگ کے دائرے کے اندر موت کا مخصوص نشان یعنی ایک
کھوپڑی اور دو ہڈیاں بنی ہوئی تھیں۔ اور نیچے باریک حروف
میں ایم۔ زیڈ لکھا ہوا تھا ـــــ عمران غور سے اس ڈھکن
کو دیکھتا رہا۔

"فرمائیے جناب" ـــــ اسی لمحے ویٹر نے قریب آ کر بڑے
مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"چائے لاؤ" ـــــ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور پھر ویٹر کے جانے کے بعد اس نے بوتل کا ڈھکن کھولا
اور اسے سونگھنے لگا ـــــ اندر سنہرے رنگ کے محلول کے چند
قطرے پڑے ہوئے تھے۔ عمران نے چھوٹی انگلی بوتل کے منہ میں
ڈالی اور پھر اسے زبان پر لگا کر اس کا ذائقہ چکھنے لگا ـــــ وہ
چند لمحے خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اس نے ڈھکن بند کر کے بوتل جیب
میں ڈال لی۔ اسی لمحے ویٹر نے چائے کے برتن میز پر لگانے شروع
کر دیئے۔

"ابھی مجھ سے پہلے اس میز پر کون بیٹھا ہوا تھا" ـــــ عمران
نے ویٹر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"کیوں جناب ـــــ کیا بات ہے" ـــــ ویٹر نے چونکتے
ہوئے پوچھا۔

"دراصل سیٹ بے حد گرم ہو رہی ہے۔ اس لئے میں نے
سوچا کہیں آپ نے کسی جن کو تو یہاں نہیں بٹھا دیا تھا ـــــ ظاہر
ہے جن آگ سے بنے ہوتے ہیں" ـــــ عمران نے احمقانہ
انداز میں آنکھیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ اور ویٹر بے اختیار ہنس
پڑا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے جناب ـــــ مگر یہاں جنوں کی
بجائے جوانیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ دونوں ہی آگ ہوتے ہیں۔ اور

پھر نام بھی ملتے جلتے ہیں" ___ ویٹر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ ___ تم تو شاعر ہو بھئی ___ یہاں کہاں آن پھنسے بڑے با ذوق آدمی لگتے ہو" ___ عمران نے مسکرا کر اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"بس جناب ___ مقدر کی بات ہے۔ ویسے آپ دالی کر... پر جو جوانی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے متعلق تو میں جانتا ہوں۔ شا... آپ کا مقصد حل ہو جائے ___ وہ ہوٹل فردوس کے منیجر کی ... شہلا تھی" ___ ویٹر نے میز کو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ___ تم اُسے کیسے جانتے ہو" ___ عمران نے چونک... ہوئے کہا۔

"جناب ___ میں کل تک ہوٹل فردوس میں ملازم تھا۔ آج ... یہاں آیا ہوں۔ اس لئے جانتا ہوں" ___ ویٹر نے مسکرا... ہوئے جواب دیا۔

"اچھا اچھا ___ پھر تو بھئی تم گھر کے بھیدی ہوئے۔ یہ محترمہ شہ... کا حدود اربعہ کیا ہے" ___ عمران نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر بڑی خاموشی سے ویٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ او... ویٹر نے عقاب کی طرح نوٹ جھپٹا ___ اور اُسے بجلی کی سی تیز... سے جیب میں منتقل کر دیا۔

"برطانیہ سے آئی ہیں ایک ہفتہ پہلے ___ بے حد آزاد خیال ... لفٹ ہی لفٹ ___ مزے کریں۔ ویٹر نے آنکھ مارتے ہوئے کہ...

پھر تیزی سے کاؤنٹر کی طرف مڑتا چلا گیا ___ اور عمران نے ... طویل سانس لیتے ہوئے چائے بنانی شروع کر دی۔

"ویٹر" ___ اچانک عمران نے چیخ کر کہا۔

"یس سر" ___ ویٹر نے تیزی سے قریب آتے ہوئے ...

"بھئی ___ چینی تو لائے ہی نہیں یا کچھ پروفیسر قسم کی چیز لگتے ..." ___ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ___ سوری جناب ___ دراصل یہاں چائے کبھی کبھار ہی کوئی منگواتا ہے۔ اس لئے ایسا ہو جاتا ہے" ___ ویٹر نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ اور پھر تیزی سے مڑ گیا۔

"میرے خیال میں مس شہلا نے بھی چائے ہی منگوائی ہوگی۔ انہیں تو چینی کی ضرورت نہیں پڑتی ___ اس لئے تم اس ... بھی چینی بھول گئے ہو" ___ ویٹر جب چینی لے آیا تو عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں جناب ___ انہوں نے تو شیری منگوائی تھی۔ ... صاحب کسی شیشی سے انہوں نے سارے گلاسوں میں قطرے ڈالے ___ اور سب سہیلیاں پینے لگیں۔ نجانے ... قطروں میں کیا تھا کہ ان کے چہرے کھل اٹھے تھے" ___ ویٹر نے جواب دیا اور پھر سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔

عمران نے سر ہلا دیا۔ اب وہ ساری بات سمجھ گیا تھا۔ انے ... شہلا نے اسی شیشی میں سے قطرے شیری میں ڈالے ہوں گے کہ ...

ہے ۔ مارگریٹ کو مزید سپلائی کے لئے بھیج دیا گیا ہے ۔ ایک
ہفتے بعد ریڈ کارڈ ایشو کر دیئے جائیں گے ـــــ اور پھر کام
تیز رفتاری سے شروع ہو جائے گا ۔" ـــــ راجر نے نرم لہجے
میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا ۔

" یہ تو ٹھیک ہے ـــــ مگر انٹیلی جنس کو تمہارے مشن کا کیسے
پتہ چل گیا ۔" ـــــ پروفیسر ڈنکن نے کہا ۔ اور راجر یہ بات سنتے
ہی بے اختیار اچھل پڑا ۔

" یہ تم کیا کہہ رہے ہو ـــــ ایسا کیسے ہو سکتا ہے ۔"
راجر نے جواب دیا ۔

" کیسے ہو سکتا ہے ـــــ کیا مطلب ـــــ ہو گیا ہے ۔ انٹیلی جنس
بیورو کے سپرنٹنڈنٹ فیاض نے ہماری رہائش گاہ پر چھاپہ مارا ۔
تمہیں معلوم ہے کہ میں انجینیروں کی ٹیم کے ساتھ حکومت کی دعوت
پر یہاں آیا ہوا ہوں ـــــ اس نے وہاں علی الاعلان کہا ۔ کہ وہ
ڈیتھ سرکل کے سلسلہ میں چھاپہ مار رہا ہے ۔" ـــــ پروفیسر نے
جواب دیا ۔

" مگر ہم نے تو ابھی ابتدا کی ہے ۔ اور آپ کا تو ہماری تنظیم
کے ساتھ کوئی براہِ راست تعلق بھی نہیں ـــــ پھر وہ وہاں کیسے
پہنچ گیا ۔" ـــــ راجر نے جواب دیا ۔ اس کے لہجے میں حیرت
تھی ۔

" یہ تو درست ہے کہ میری صرف تمہارے ساتھ دوستی ہے ۔
اور اس لئے مجھے تمہاری یہاں آمد کے بارے میں علم ہے ۔ لیکن

اس سپرنٹنڈنٹ کو بہرحال کچھ معلوم ہوا تو اس نے چھاپہ مارا ۔ گو یہ
چھاپہ ناکام رہا ـــــ لیکن پھر بھی میں نے ضروری سمجھا کہ تمہیں اطلاع
کر دوں تاکہ تم محتاط ہو جاؤ ۔" ـــــ پروفیسر نے کہا ۔

" مجھے حیرت ہے ـــــ کہ ہمارے مشن کی اور گروپ کی اطلاع
انٹیلی جنس تک کیسے پہنچ گئی ۔ ویسے اب ہمیں مزید محتاط رہنا ہو
گا ۔" ـــــ راجر نے جواب دیا ۔

" میرا مشورہ تو یہی ہے کہ تم اپنے چیف باس سے بات کر
لو ۔ اور فی الحال اپنی سرگرمیاں روک لو ـــــ آگے تم خود سمجھدار
ہو ۔ اچھا بائی بائی ۔" ـــــ پروفیسر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی
رابطہ ختم ہو گیا ۔

راجر نے پریشان سے انداز میں رسیور رکھ دیا ـــــ اس کی
سمجھ میں یہ بات نہ آرہی تھی کہ انٹیلی جنس بیورو کو ان کی سرگرمیوں
کی اطلاع کیسے مل گئی ـــــ اور اس نے پروفیسر ڈنکن اور
اس کے ساتھیوں پر کیوں چڑھائی کر دی ۔

پروفیسر کا مشورہ درست تھا ۔ ابھی ابتدائی سٹیج تھی ۔ سب
سے پہلے انٹیلی جنس سے نپٹنا پڑے گا ـــــ ورنہ ایم زیڈ پکڑا
گیا تو پھر پوری دنیا میں شور مچ سکتا ہے ۔

اب یہی صرف مسئلہ تھا ان چار لڑکیوں کا ـــــ جنہیں گرین کارڈ
جاری کئے جا چکے تھے ۔ اب اس کی ایک ہی صورت تھی ۔" ان
چاروں لڑکیوں کو فوری طور پر قتل کرا دیا جائے تب ہی مسئلہ
حل ہو سکتا تھا ـــــ وہ کافی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا کہ ایسے معا

میں فوری طور پر کیا ایکشن لیا جائے۔ اور آخر اس نے یہی فیصلہ کیا
کہ فوری طور پر کام روک کر پہلے اس سپرنٹنڈنٹ سے پتہ کیا جائے
کہ اُسے ڈیتھ سرکل کے بارے میں کیسے اطلاع ملی ۔۔۔۔ اور پھر
اگر ضرورت ہو تو وہ فائل غائب کر کے اور سپرنٹنڈنٹ کو ٹھکانے
لگانے کے بعد ہی مشن کا آغاز کیا جائے ۔۔۔۔ فیاض کی چھان بین
کے لئے اس نے شہلا سے کام لینے کا فیصلہ کیا۔ شہلا کی رپورٹ
کے بعد ہی مشن کے دوبارہ آغاز کا فیصلہ ہو سکتا تھا ۔۔۔۔ کیوں کہ
وہ ایم زیڈ کو ہر قیمت پر خفیہ رکھنا چاہتا تھا۔

کافی دیر تک اس طرح سوچنے کے بعد اس نے فیصلہ کن انداز
میں کندھے اچکائے ۔۔۔۔ اور پھر رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے
شروع کر دیئے۔

"ٹونی سپیکنگ" ۔۔۔۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ٹونی
کی آواز ابھری۔

"باس بول رہا ہوں" ۔۔۔۔ راجر نے سخت لہجے میں کہا۔
اس کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔

"یس باس" ۔۔۔۔ ٹونی کا لہجہ یک دم مؤدبانہ ہو گیا۔

"گرین کارڈز کی کیا پوزیشن ہے" ۔۔۔۔ راجر نے پوچھا۔

"ان کی مکمل نگرانی ہو رہی ہے۔ ایم۔ زیڈ نے ان پر بے پناہ
اثر دکھایا ہے ۔۔۔۔ وہ پاگلوں کی طرح مرد ڈھونڈتی پھر رہی
ہیں۔ اب تو ان کی حالت پر ان کے والدین بھی چونک پڑے ہیں
لیکن چوں کہ لڑکیاں آزاد خیال اور ماڈرن ہیں ۔۔۔۔ اس

لئے وہ انہیں روک نہیں سکتے۔ ویسے میرا خیال ہے انہیں ڈوز
زیادہ دے دی گئی ہے ۔۔۔۔ اگر یہی حال رہا تو وہ سڑکوں پر
کپڑے اتار کر بھاگی پھریں گی" ۔۔۔۔ ٹونی نے جواب دیا۔

"ڈوز زیادہ نہیں ۔۔۔۔ دراصل انہوں نے اسے پہلی بار
استعمال کیا ہے۔ اس لئے ان کا یہ حشر ہو رہا ہے۔ اور یہ بات
ہمارے حق میں جاتی ہے کہ ان پر زیادہ سے زیادہ اثر ہو تا کہ
وہ ریڈ کارڈز کے لئے ہماری طلب پوری کرنے پر ہر قیمت پر تیار
ہو جائیں" ۔۔۔۔ راجر نے جواب دیا۔

"یس باس" ۔۔۔۔ ٹونی نے جواب دیا۔

"لیکن اب ایک اور حکم سن لو ۔۔۔۔ مشن کو فوری طور پر روکنا
ہے۔ کیوں کہ یہاں کی انٹیلی جنس ہمارے راستے پر چل نکلی ہے"
راجر نے کہا۔

"انٹیلی جنس چل نکلی ہے ۔۔۔۔ وہ کیسے ۔۔۔۔ انٹیلی جنس کو کیا
معلوم ۔۔۔۔ ہم نے تو کوئی ایسا اقدام ابھی تک کیا ہی نہیں۔
جس سے کوئی مشکوک ہو سکے" ۔۔۔۔ ٹونی نے حیرت بھرے
لہجے میں کہا۔

"اس بات پر تو مجھے بھی حیرت ہے ۔۔۔۔ بہرحال اطلاع غلط
نہیں ہو سکتی اس لئے مشن کو فی الحال تا حکم ثانی روک دیا گیا
ہے۔ اب تم ایسا کرو کہ ان چاروں لڑکیوں کو ہلاک کر ڈالو تا کہ
معاملہ آگے نہ بڑھ سکے ۔۔۔۔ جب حالات ٹھیک ہو جائیں گے
تو پھر نئے سرے سے شکار ڈھونڈھ لئے جائیں گے" ۔۔۔۔ راجر

نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جناب ـــــ جیسا آپ حکم کریں" ـــــ ٹونی نے جواب دیا۔

"سنو ـــــ کوشش کرنا کہ کوئی حادثہ ظاہر کیا جا سکے۔ تاکہ پولیس مشکوک نہ ہو" ـــــ راجر نے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں جناب ـــــ ایسا ہی ہوگا" ـــــ ٹونی نے دوسری طرف سے بااعتماد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے ـــــ مجھے کام مکمل ہونے کی رپورٹ دے دینا" راجر نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے دوسری طرف سے جواب کا انتظار کئے بغیر کریڈل کو ایک بار پھر دبا دیا۔ اور دوبارہ نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"شہلا سپیکنگ" ـــــ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے شہلا کی آواز سنائی دی۔

"راجر سپیکنگ" ـــــ راجر نے کہا۔ اس بار وہ اپنے اصلی لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"اوہ ـــــ راجر تم" ـــــ شہلا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اُسے شاید راجر کی اس اچانک کال پر حیرت ہوئی تھی۔

"شہلا ـــــ ہمارا مشن انٹیلی جنس کی نظروں میں آگیا ہے۔ اس لیے باس نے مشن روک دینے کا حکم دے دیا ہے" راجر نے کہا۔

"اوہ ـــــ مگر کیسے" ـــــ شہلا کی حیرت بھری آواز سنائی

دی۔

"اس کا پتہ تم نے کرنا ہے ـــــ انٹیلی جنس بیورو کا کوئی سپرنٹنڈنٹ فیاض ہے۔ وہ ڈیتھ سرکل کے خلاف کام کر رہا ہے۔ تم اس سے رابطہ قائم کرو ـــــ اور یہ معلوم کرو کہ اس کے پاس کیا اطلاعات ہیں اور کن ذرائع سے یہ اطلاعات اس تک پہنچی ہیں" ـــــ راجر نے کہا۔

"بہتر ـــــ میں اُسے ڈیل کر لوں گی۔ تم بے فکر رہو" شہلا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــ جلد از جلد یہ کام مکمل ہونا چاہیئے۔ تاکہ دوبارہ مشن کے آغاز کا فیصلہ کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ باقی تمام سرگرمیاں فی الحال معطل سمجھو" ـــــ راجر نے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــ لیکن باس نے ان لڑکیوں کے بارے میں کیا حکم دیا ہے جنہیں گرین کارڈ سپلائی کر دیئے گئے ہیں" شہلا نے پوچھا۔

"باس نے ٹونی کو حکم دے دیا ہے کہ انہیں فوری طور پر ہلاک کر دیا جائے ـــــ ظاہر ہے اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا" ـــــ راجر نے کہا۔

"اوہ ـــــ بہر حال ٹھیک ہے ـــــ باس بہتر سمجھتا ہے" ـــــ شہلا نے جواب دیا۔ اُسے شاید ان چاروں لڑکیوں کی ہلاکت کے بارے میں سن کر افسوس ہو رہا تھا۔ لیکن ظاہر ہے تنظیم کے اصولوں کے تحت وہ مجبور تھی۔

"شہلا ۔۔۔ اب تم نے فوری کام کرنا ہے۔ اپنا مشن مکمل کر کے مجھے رپورٹ دو ۔۔۔ تاکہ میں باس کو رپورٹ دے سکوں۔"
راجہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ وہیں ٹرنکورا ہوٹل میں ہی رپورٹ دینی ہے نا" ۔۔۔ شہلا نے جواب دیا۔

"ہاں وہیں ۔۔۔ لیکن پوری احتیاط سے کام کرنا۔ او۔ کے۔ بائی بائی" ۔۔۔ راجہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

فیاض کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ سر رحمان نے اسے دفتر میں واپس آ کر اس بری طرح لتاڑا تھا کہ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ خودکشی کر لے ۔۔۔ آج تک وہ سر رحمان کے ہاتھوں اس حد تک ذلیل نہ ہوا تھا۔ لیکن غلطی اس کی تھی کہ وہ جوش میں آ کر بغیر تحقیق کئے ان غیر ملکی ایجنٹوں پر جھپٹ پڑا تھا ۔۔۔ دفتر سے آ کر اس نے پروفیسر گھوش کو ڈھونڈنے کی بھی کوشش کی ۔۔۔ لیکن کسی بھی یونیورسٹی میں اس نام کا کوئی پروفیسر موجود ہوتا تو اس کا پتہ چلتا۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ اسے بے وقوف بنایا گیا ہے ۔۔۔ لیکن ایسا کس نے کیا ہو گا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ ظاہر ہے کسی دوسرے کو ڈیتھ سرکل کے بارے میں کیا علم ہو سکتا ہے ۔۔۔ لے دے کے بس ایک ہی آدمی ایسا تھا جس پر شک ہو سکتا تھا۔ اور وہ تھا علی عمران ۔۔۔ لیکن عمران

سے اصل بات اگلوانا شیر کے منہ سے نوالہ چھیننے کے برابر تھا۔
لیکن سر رحمان نے جس طرح اُسے ذلیل کیا تھا۔ لتاڑا تھا۔ گالیاں
دی تھیں ـــــ وہ اس کی برداشت سے باہر تھیں۔ چنانچہ ان
کے کمرے سے باہر نکلتے ہی اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ وہ عمران
سے اصل بات ہر قیمت پر اگلوائے گا ـــــ اور اگر عمران نے یہ
حرکت کی ہے تو پھر وہ اُسے گولی مار دے گا۔ چاہے بعد میں اُسے
پھانسی کے تختے پر ہی کیوں نہ چڑھنا پڑے ـــــ اس کا ذہن
بُری طرح سلگ رہا تھا۔ چنانچہ اپنے کمرے میں آتے ہی اس نے
کیپ اٹھا کر سر پر رکھی اور پھر جیپ لے کر وہ عمران کے فلیٹ
کی طرف چل پڑا ـــــ اس کا چہرہ غصے اور جھنجھلاہٹ سے بگڑا
ہوا تھا۔ آنکھوں میں وحشت تھی۔ اور وہ اب اپنا غصہ کسی پر
بہر حال نکالنا چاہتا تھا ـــــ تھوڑی دیر بعد اس نے جیپ
عمران کے فلیٹ کے سامنے روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ ایک چھلانگ
میں دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا فلیٹ کے دروازے پر پہنچ گیا۔
دروازہ حسب توقع بند تھا ـــــ فیاض نے کال بیل پر انگوٹھا رکھا
اور پھر اسے مسلسل دبائے چلا گیا۔ چند لمحوں بعد ہی دروازہ ایک
جھٹکے سے کھلا اور دروازے میں سلیمان کی بگڑی ہوئی شکل
دکھائی دی۔

"کیا وردی پہن کر آدمی اخلاق بھی بھول جاتا ہے ـــــ فرمایئے"
سلیمان نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ مگر فیاض اُسے دھکیلتا ہوا
اندر داخل ہو گیا۔

"کہاں ہے وہ عمران کا بچہ ـــــ کہاں ہے وہ ـــــ جلدی بتاؤ"
فیاض نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"عمران کا بچہ ـــــ جناب اخلاق کے ساتھ ساتھ عقل بھی۔۔
۔۔۔۔۔" ـــــ سلیمان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ مگر دوسرے
لمحے وہ اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا ـــــ ورنہ فیاض کا زوردار
تھپڑ اس کے چہرے پر پڑتا۔

"بکواس کرتے ہو ـــــ خانساماں کی اولاد ـــــ میں تمہیں
گولی مار دوں گا" ـــــ فیاض نے تھپڑ خالی دیکھ کر حلق کے بل
چیختے ہوئے ریوالور نکال لیا۔

"آپ خانساماں کی اولاد کو فوراً گولی مار دیں۔ میرے باپ
کا نام خانساماں نہیں نواب آصف رضا خان تھا" ـــــ سلیمان
نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"شٹ اپ ـــــ میں نے بہت دیکھے ہیں تمہارے جیسے
نواب اور خان ـــــ بتاؤ عمران کہاں ہے" ـــــ فیاض نے
اور زیادہ تپے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میری جیب میں بیٹھے رو رہے ہیں ـــــ نکال لیجئے"
سلیمان بھی ظاہر ہے عمران کا باورچی تھا۔ وہ فیاض کے رعب میں
کہاں آتا تھا۔

"پھر وہی بکواس کتے ـــــ میں تمہیں گولی مار دوں گا"
فیاض کا غصہ اپنی آخری حد پر پہنچ گیا اور اس نے فائر کرنے کے
لئے ٹریگر پر انگلی کو حرکت دی ـــــ مگر اس کی حسرت دل میں

رہ گئی۔ سلیمان کی لات بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئی۔ اور
فیاض کے ہاتھوں سے ریوالور نکل کر دور جا گرا ــــــ اور پھر اس
سے پہلے کہ فیاض سنبھلتا سلیمان نے انتہائی پھرتی سے اپنے
نیفے سے ریوالور نکال لیا ــــــ چونکہ اکثر مجرم فلیٹ میں آ دھمکتے
تھے۔ اس لئے اب سلیمان نے بھی باقاعدہ ریوالور رکھنا شروع
کر دیا تھا۔

"اب بولئے ــــــ مار دوں گولی ــــــ اور چڑھا دوں چولہے
پر" ــــــ سلیمان نے انتہائی طنزیہ لہجے میں کہا اور فیاض
غصے کی شدت سے کھڑا ہونٹ کاٹتا رہ گیا ــــــ ظاہر ہے۔
صورت حال بدل گئی تھی۔ اور غصے کی شدت کے باوجود وہ
جانتا تھا کہ سلیمان گولی مارنے سے دریغ بھی نہ کرے گا۔

"تم ــــــ تم ــــــ میں تمہیں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دوں
گا۔ تم نے سرکاری کام میں رکاوٹ ڈالی ہے ــــــ جانتے ہو
اس جرم کی کیا سزا ہے" ــــــ فیاض سے اور کوئی جواب نہ
بن پڑا تو وہ اس لائن پر آ گیا۔

"سزا جزا کسی مولوی سے پوچھئے ــــــ اور جرم کی بات کسی
وکیل سے کیجئے ــــــ مجھ سے ایسی بات کرنے کی ضرورت نہیں
میں تو اتنا جانتا ہوں کہ آپ کا گوشت گلانے کے لئے مجھے کئی
ہنڈیاں جلانی پڑیں گی" ــــــ سلیمان نے جواب دیا۔

"ارے ارے ــــــ یہ کیا ہو رہا ہے ــــــ ارے غضب
خدا کا ــــــ انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ اور ایک باورچی کے ساتھ

بھیگی بلی بنا کھڑا ہے۔ حد ہو گئی بھئی" ــــــ اچانک دروازے
سے عمران کی آواز سنائی دی اور فیاض تیزی سے دروازے
کی طرف گھوم گیا۔

"دیکھو عمران ــــــ یہ تمہارا باورچی نہ ہوتا تو میں اس کی بوٹیاں
اڑا دیتا" ــــــ فیاض نے عمران کو دیکھتے ہی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اچھا اچھا ــــــ مجھے معلوم ہے۔ بھئی تمہاری بڑی مہربانی۔
کہ تم نے میرے باورچی پر رحم کھایا ہے" ــــــ عمران نے
آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"سنبھالئے صاحب ان کو ــــــ اور سنئے ــــــ مجھ سے چائے
کے لئے نہ کہئے ــــــ میں ایسے احمقوں کو چائے پلانا اپنی توہین
سمجھتا ہوں" ــــــ سلیمان نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔
اور پھر وہ تیزی سے گھوم کر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"آخر بات کیا ہوئی سوپر فیاض پیارے" ــــــ عمران نے
آگے بڑھ کر بڑے پیار بھرے انداز میں فیاض کے کاندھے پر
ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"بات کیا ہونی ہے ــــــ مجھے تم سے یہ امید نہ تھی کہ تم اس
طرح مجھے ذلیل کراؤ گے۔ دوستی کا یہ مطلب نہیں ہوتا"
فیاض نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

اور پھر آگے بڑھ کر اس نے ایک طرف پڑا ہوا اپنا ریوالور اٹھایا
اور دروازے کی طرف مڑ گیا ــــــ اس کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی
بیوی روٹھ کر اپنے میکے جا رہی ہو اور اس کا دل چاہ رہا ہو کہ

اس کا شوہر اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر منتیں کر کے اُسے جانے سے روک دے۔

"ارے ارے سوپر فیاض ـــــ ارے کہاں جا رہے ہو۔ آؤ بیٹھو یار ـــــ تم تو میرے جان و جگر ہو۔ میرے فلیٹ سے ناراض ہو کر نہیں جا سکتے" ـــــ عمران نے مسکرا کر بڑے پیار بھرے انداز میں اُسے روکتے ہوئے کہا اور فیاض اس کے ایک ہی فقرے پر رک گیا۔ پھر وہ مڑا اور دروازے کے قریب پڑے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا ـــــ اس کی شکل رونے والی ہو رہی تھی۔ وہ آیا تو سخت غصے میں تھا۔ لیکن انسانی ذہن ہے۔ اب اس پر ڈپریشن کا زبردست دورہ پڑا تھا ـــــ اور یوں لگتا تھا جیسے وہ ابھی بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دے گا۔

"سلیمان ـــــ سلیمان" ـــــ عمران نے اچانک چیخ کر سلیمان کو آواز دی۔

"کیا بات ہے" ـــــ سلیمان نے دروازے میں نمودار ہوتے ہوئے کہا۔

"سلیمان ـــــ تمہیں معلوم ہے کہ فیاض میرا سب سے پیارا دوست ہے۔ پھر تم نے اس سے زیادتی کیوں کی معافی مانگو اس سے" ـــــ عمران نے لہجے کو سنجیدہ بناتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے سلیمان کو آنکھ مار دی۔

سلیمان نے بھی ایک نظر فیاض کے چہرے پر ڈالی۔ اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تیرنے لگی۔

"میں معافی چاہتا ہوں فیاض صاحب ـــــ مجھ سے غلطی ہوئی۔ مجھے اطمینان سے آپ کی گولی کھا کر مر جانا چاہیئے تھا۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ پولیس والوں کے ہاتھوں مرنے والے سیدھے جنت میں جاتے ہیں" ـــــ سلیمان نے سادہ سے لہجے میں کہا اور پھر مسکراتا ہوا واپس مڑ گیا۔

"آخر ہوا کیا ہے یار ـــــ فیاض تم تو بڑے بہادر آدمی ہو۔ پھر یہ کیا عورتوں کی طرح ٹسوے بہانے بیٹھ گئے ہو"
عمران نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بڑے پیار بھرے لہجے میں اُسے پچکارتے ہوئے کہا۔

"عمران ـــــ مجھے سچ سچ بتا دو ـــــ پروفیسر گھوش بن کر تم نے مجھے فون کیا تھا" ـــــ فیاض نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"پروفیسر گھوش ـــــ ارے غضب خدا کا ـــــ اب تم مجھے نیچے پڑھانے کے چکر میں ڈالنا چاہتے ہو۔ بھائی نہ میں پروفیسر اور نہ میں نے تمہیں فون کیا ـــــ اور پھر مجھے کیا ضرورت تھی پروفیسر بننے کی ـــــ جب کہ میں ویسے بھی تم سے رقم ادھار مانگ سکتا ہوں" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"دیکھو عمران ـــــ اب معاملہ میری برداشت سے باہر ہو گیا ہے۔ میں نے اب فیصلہ کر لیا ہے کہ میں نوکری چھوڑ دوں گا۔ مجھ سے مزید بے عزتی برداشت نہیں ہوتی۔ سر رحمان مجھے اس طرح ذلیل کرتے ہیں ـــــ جیسے میں سپرنٹنڈنٹ نہ ہوں۔

کوئی چپڑاسی ہوں" ۔۔۔ فیاض نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"اس میں کیا شک ہے" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"کیا کہا" ۔۔۔ فیاض نے یک دم چیختے ہوئے کہا۔

"یہی کہ نوکری چھوڑ دینی چاہیئے ۔۔۔ دیکھو مجھے ۔۔۔ در در بھٹکتا پھر رہا ہوں ، ورنہ مجھے کیا ضرورت تھی ٹھاٹھ سے گھر بیٹھا روٹیاں توڑتا رہتا" ۔۔۔ عمران نے پچکارتے ہوئے کہا۔

"میں کیوں چھوڑوں نوکری ۔۔۔ میں خودکشی کر لوں گا" فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔

"یہ اس سے بھی اچھا فیصلہ ہے ۔۔۔ مگر مرنے سے پہلے یہ فلیٹ میرے نام لکھتے جانا" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ فیاض جواب دیتا ۔ سلیمان ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر آیا ۔۔۔ ٹرالی پہ چائے کے ساتھ ساتھ کئی قسم کے بسکٹ بھی موجود تھے۔

"واہ واہ ۔۔۔ خاطریں ہو رہی ہیں ۔۔۔ یار فیاض ۔۔۔ تم بڑے خوش قسمت ہو کہ سلیمان تمہارے لئے چائے کے ساتھ ساتھ بسکٹ بھی لے آیا ہے ۔۔۔ ورنہ میں تو لاکھ پیٹتا رہ جاؤں ۔ چائے بھی نصیب نہیں ہوتی بسکٹ تو ایک طرف رہے" عمران نے کہا۔

اور فیاض بھلا کیا جواب دیتا وہ مسکرا کر خاموش ہو رہا۔

اب اس کا چہرہ آہستہ آہستہ نارمل ہوتا جا رہا تھا ۔ چہرے پہ

چھایا ہوا ڈپریشن اب دور ہوتا جا رہا تھا۔

"یہ پروفیسر گھوش کا قصہ کیا ہے ۔۔۔ کچھ مجھے تو بتاؤ جس نے تمہیں نوکری چھوڑنے اور خودکشی کرنے تک مجبور کر دیا ہے" ۔۔۔ عمران نے چائے کی پیالی اپنی طرف کھسکاتے ہوئے کہا ۔ اور فیاض نے شروع سے لے کر آخر تک ساری کہانی تفصیل سے بتا دی ۔۔۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ سر رحمان نے سختی سے منع کر دیا ہے کہ عمران سے مدد نہیں لینی۔

"تم ڈیڈی کو بتانا ہی نہیں ۔۔۔ بس چپکے سے مجھے ایک بڑا سا چیک کاٹ کر دے دینا ۔۔۔ کیا ضرورت ہے بتلانے کی" عمران نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"تمہیں تو رقم کی پڑی رہتی ہے ۔ چلو اس طرح کرو کہ مجھے ڈیتھ سرکل کے مجرم پکڑوا دو میں تمہیں رقم دے دوں گا ۔ مگر سنو ۔۔۔ ایڈوانس ایک پیسہ بھی نہیں" ۔۔۔ فیاض باقاعدہ سودے بازی پہ اتر آیا۔

"دیکھو فیاض ۔۔۔ بھوکے پیٹ تو عبادت بھی نہیں ہوتی ۔ مجرم کہاں سے پکڑے جا سکتے ہیں ۔۔۔ ادھر سلیمان نے سولہ سال کی تنخواہ کا نوٹس دے دیا ہے ۔ اب تو ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ تمہاری طرف سے استعفیٰ دینے کے بعد میں تمہاری جگہ نوکری کر لوں ۔۔۔ کم از کم تنخواہ تو ہر مہینے مل جایا کرے گی" ۔۔۔ عمران نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ ۔۔۔ تو یہ ارادے ہیں ۔ اس لئے میں نے تمہیں بتایا

ہے تم دوست نہیں دشمن ہو ـــــ میں سمجھ گیا" ـــــ فیاض ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تو پھر کچھ ایڈوانس دے دو۔ یقین کرو میں بے ایمان نہیں ہوں تمہاری طرح" ـــــ عمران نے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"کیا کہا ـــــ میں بے ایمان ہوں" ـــــ فیاض کو سچ مچ غصہ آگیا۔

"ارے ارے ـــــ میں تمہیں تھوڑی کہہ رہا ہوں ـــــ یار ایک تو تم بڑی جلدی ناراض ہو جاتے ہو۔ میں تو اپنا دکھڑا رو رہا ہوں" ـــــ عمران نے کہا۔

"اچھا ـــــ تم وعدہ کرتے ہو کہ میری اس کیس میں امداد کرو گے اور کسی کو بتاؤ گے بھی نہیں" ـــــ فیاض نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"پکا وعدہ ـــــ اگر کہو تو قسم کھا لوں ـــــ تمہارے سر کی قسم" ـــــ عمران نے بڑے پُر خلوص لہجے میں کہا۔

اور فیاض نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور بڑے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر عمران کی گود میں ڈال دی۔

"سلیمان ـــــ ارے بھائی سلیمان ـــــ جلدی آؤ" عمران نے خوشی سے چیختے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے صاحب ـــــ کیا کوئی خزانہ مل گیا ہے" سلیمان نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ مگر دوسرے لمحے

عمران کے ہاتھ میں نوٹوں کی گڈی دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"یہ لو سلیمان ـــــ یہ پہلی قسط ہے۔ تم اسی طرح چائے پلواتے رہے تو ایسی سینکڑوں گڈیاں مل سکتی ہیں" ـــــ عمران نے گڈی سلیمان کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ اور سلیمان نے بڑی پھرتی سے گڈی کو کیچ کر لیا۔

"اور چائے لے آؤں جناب سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب" سلیمان نے اس بار بڑے مؤدبانہ انداز میں فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ارے ارے ـــــ ایک چائے میں ایک گڈی ـــــ دوسری چائے حرام چلی جائے گی" ـــــ عمران نے تیز لہجے میں سلیمان کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ اور سلیمان تیزی سے واپس مڑ گیا۔ جیسے دوسری چائے کی آفر کر کے اس نے بڑی غلطی کی ہو۔

"اچھا تو پیارے فیاض ـــــ اب تم بے فکر ہو کر اپنے دفتر میں جا بیٹھو۔ بلکہ کوئی نئی لڑکی پھنساؤ اور مزے کرو۔ ڈیتھ سرکل تمہارے قریب سے بھی گزر جائے تو میرا نام بدل دینا۔ ارے ہاں فیاض ـــــ یار وہ لونڈیا تو بڑی زوردار تھی۔ کچھ کیا" ـــــ عمران نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

"کون سی لونڈیا" ـــــ فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔ لونڈیا کا ذکر سنتے ہی اس کا چہرہ چمک اٹھا تھا۔

"ارے وہی ـــــ جو اس روز ہوٹل فردوس کے منیجر کے

کمرے میں بیٹھی تھی ۔۔۔۔ عمران نے آنکھ کا کونا دباتے ہوئے کہا۔

"وہ ۔۔۔ ارے ہاں ۔۔۔ وہ تو میں بھول ہی گیا۔ تم نے خواہ مخواہ وہاں لات اڑا دی۔ مگر وہ تھی کون ۔۔۔ واقعی زوردار تھی" ۔۔۔ فیاض نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ اس کا تمام ڈپریشن ختم ہو گیا تھا۔ اور وہ ڈیتھ سرکل اور بے عزتی سب کچھ بھول گیا تھا۔

"وہ اُسی منیجر کی بیٹی تھی ۔۔۔ شہلا۔ انگلینڈ سے ابھی ابھی آئی ہے۔ بڑی ہی آزاد خیال اور جرأت مند ۔۔۔ ویسے ایک بات ہے۔ تمہارا جوڑ ہے۔ پھنس بھی جلدی جائے گی" عمران نے خالص لوفروں کے سے انداز میں کہا۔

"مم ۔۔۔ مگر تمہارے ڈیڈی نے جو یہ روڑا ڈال رکھا ہے۔ ارے اپنے ڈیڈی کو سمجھاؤ ۔۔۔ خواہ مخواہ کی مصیبت گلے میں ڈال لیتے ہیں۔ بھلا کیا ضرورت تھی اس کیس کو لینے کی ۔۔۔ اپنے آپ سیکرٹ سروس بھگتتی پھرتی" ۔۔۔ فیاض نے چڑچڑے لہجے میں کہا۔

"بالکل سمجھاؤں گا ۔۔۔ وہ میری ہر بات سمجھتے ہیں بیچارے فرمانبردار اور تابعدار قسم کے ڈیڈی جو ہوئے" ۔۔۔ عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ اور فیاض اس کی بات پر بے اختیار ہنس پڑا۔

"ارے ہاں ۔۔۔ میں نے تمہیں ایڈوانس رقم دی ہے۔ اب یہ کیس تم خود ہی بھگتو۔ مجھے تو صرف مجرم چاہئیں مجرم"

فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔

"وہ بھی مل جائیں گے۔ تم گھبراؤ نہیں ۔۔۔ مگر جتنی رقم تم نے دی ہے اس سے تو ہتھکڑیاں بھی نہیں خریدی جا سکتیں"
عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یار ۔۔۔ تم رقم کی فکر نہ کرو ۔۔۔ بس تم ان مجرموں کو پکڑ دو کسی طرح ۔۔۔ تاکہ میری جان اس عذاب سے چھوٹے"
فیاض نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"پھر وعدہ ۔۔۔ جو مانگوں گا دو گے" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ہاں ہاں ۔۔۔ بالکل پکا وعدہ" ۔۔۔ فیاض نے جواب دیا۔

"چلو ٹھیک ہے ۔۔۔ جاؤ عیش کرو ۔۔۔ شہلا کو پھنساؤ اور مزے کرو ۔۔۔ سمجھو مجرم پکڑے گئے" ۔۔۔ عمران نے بڑے اعتماد لہجے میں کہا۔

"بہت بہت شکریہ ۔۔۔ میں ذرا فردوس ہوٹل چکر لگاتا ہوں۔ شاید وہ وہیں مل ہی جائے" ۔۔۔ فیاض نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اللہ تمہارے نیک ارادے پورے کرے۔ آمین ثم آمین" عمران نے بڑے پرخلوص لہجے میں دعا دیتے ہوئے کہا۔ اور فیاض مسکراتا ہوا دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا ۔۔۔ جب اس کے قدموں کی آواز غائب ہو گئی تو عمران اٹھ کر تیزی سے اپنے مخصوص کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔۔۔ یہاں وہ فون موجود تھا

جس سے وہ سیکرٹ سروس کے ممبروں کو کال کرتا تھا۔ اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"جولیا سپیکنگ" ـــــ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو" ـــــ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"یس سر" ـــــ جولیا کا لہجہ یکدم مؤدبانہ ہو گیا۔

"فردوس ہوٹل کے مینجر کی لڑکی شہلا ہے۔ اس سے دوستی کرو ـــــ اور اس کی نگرانی کرو۔ کوئی مشکوک بات محسوس ہو تو فوراً رپورٹ کرو" ـــــ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"مگر سر ـــــ مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ کون سی بات مشکوک ہے" ـــــ جولیا نے جرح کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے اچھا سوال کیا ہے۔ اب مجھے تمہیں کسی سکول میں داخل کرانا ہو گا ـــــ جہاں تمہیں یہ سکھایا جائے کہ سیکرٹ سروس کے لئے کون سی بات مشکوک کہلائی جا سکتی ہے اور کون سی نہیں" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"سوری باس ـــــ میں سمجھ گئی ـــــ سوری سر" جولیا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھ دیا ـــــ اور پھر کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا ہی تھا کہ وہاں پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"ہیلو" ـــــ عمران نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب ہیں ـــــ میں ٹائیگر بول رہا ہوں" دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"ہاں ـــــ کیا بات ہے ٹائیگر" ـــــ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"باس ـــــ ان غیر ملکی انجینئروں میں سے ایک ادھیڑ عمر کی حرکات مشکوک معلوم ہوتی ہیں۔ اس نے عمارت سے باہر آ کر ایک فون بوتھ سے کسی کو کال کی ـــــ اور کافی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ جب کہ عمارت میں بھی ٹیلی فون موجود تھا" ٹائیگر نے کہا۔

"اوہ ـــــ کہاں کال کی ہے ـــــ اور کیا کی ہے" عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

"میں نے سننے کی کوشش کی تھی لیکن سن نہیں سکا۔ بہرحال میں نے پاؤڈر کے استعمال سے یہ پتہ کر لیا ہے کہ کال ٹرنکورا ہوٹل میں کی گئی ہے" ـــــ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"عمارت کا فون ٹیپ کیا تھا" ـــــ عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں ـــــ لیکن اسے استعمال ہی نہیں کیا گیا" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوہ ـــــ ٹھیک ہے ـــــ نگرانی جاری رکھو" ـــــ عمران نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ وہ چند ... بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اس نے ٹرنکورا ہوٹل کو چیک کرنے کا فیصلہ ... یا۔

شہلا نے جیسے ہی دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا۔ کرسی پر بیٹھا ہوا فیاض چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"آیئے آیئے ــــ تشریف لایئے" ــــ فیاض نے باچھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ وہ عمران سے مل کر واپس دفتر آ گیا تھا اور اب وہاں بیٹھا شہلا کو پھنسانے کے لئے کوئی جامع پروگرام سوچ ہی رہا تھا کہ چپڑاسی نے کسی عورت کے آنے کی اطلاع دی جو اس سے ملنا چاہتی تھی ــــ اور فیاض نے عورت کا نام سنتے ہی اُسے بلانے کے لئے کہہ دیا تھا ــــ لیکن یہ بات تو اس کے تصور میں بھی نہ تھی کہ آنے والی وہی شہلا ہو گی جس سے ملنے کے وہ پروگرام سوچ رہا تھا ــــ وہ چونکہ اُسے ایک بار دیکھ چکا تھا۔ اس لئے دوسری بار دیکھتے ہی پہچان گیا تھا۔ فیاض کی یادداشت لڑکیوں کے بارے میں ضرورت سے زیادہ

تیز واقع ہوئی تھی۔

"اوہ ــــ کتنا شاندار دفتر ہے۔ اور پھر آپ جیسا وجیہہ افسر بہت خوب ــــ میرا نام شہلا ہے جناب۔ آپ کو شاید یاد ہو ایک بار ملاقات ہو چکی ہے" ــــ شہلا نے پہلے دفتر اور فیاض کی وجاہت کی تعریف کرتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔ اور پھر آگے بڑھ کر باقاعدہ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

"ہی ــــ ہی ــــ آپ کی مہربانی ہے مس ــــ آپ جیسی خوبصورت شخصیت کو کون بھول سکتا ہے" ــــ فیاض نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ اور شہلا کا بڑھا ہوا ہاتھ یوں دونوں ہاتھوں میں تھام لیا جیسے اب وہ کبھی اسے نہ چھوڑے گا۔ اس کے چہرے پر مسرت کا آبشار بہنے لگا تھا۔

"ذوق بھی اچھا معلوم ہوتا ہے ــــ میں ویسے ہی یہاں سے گزر رہی تھی کہ مجھے خیال آ گیا کہ آپ جیسی شاندار شخصیت سے ملنا چاہیئے ــــ اس روز تو اس احمق کی وجہ سے تفصیلی ملاقات نہ ہو سکی" ــــ شہلا نے نرمی سے اپنا ہاتھ واپس کھینچتے ہوئے کہا۔

"ہاں ــــ واقعی مجھے بھی بڑا شوق تھا آپ سے دوسری ملاقات کا ــــ لیکن بس سرکاری کام کی مجبوریاں ــــ تشریف رکھیئے" ــــ فیاض نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے جلدی سے گھنٹی بجائی۔

"یس سر" ــــ دوسرے لمحے چپڑاسی نے نمودار ہوتے

ہوئے کہا۔

"مس ـــ کیا شوق فرمائیں گی" ـــ فیاض نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"یہاں ـــ ارے یہاں تو ہر طرف سرکاریت ہی چھائی ہوئی ہے۔ آیئے کہیں علیحدہ جگہ پر بیٹھتے ہیں ـــ یقین کیجیے آپ کی صحبت میں بسر ہونے والا ہر لمحہ بڑا پُر مسرت گزرے گا۔ آپ جیسی شاندار اور وجیہہ شخصیتیں کم ہی نظر آتی ہیں" ـــ شہلا نے کہا۔

"اوہ ـــ آپ کی مہربانی ہے ـــ چلیئے ـــ واقعی یہاں تو اطمینان سے گپ شپ بھی نہیں ہو سکتی" ـــ فیاض نے کیپ سٹینڈ سے کیپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ارے ـــ آپ اس وردی میں چلیں گے۔ نہیں فیاض صاحب اس طرح تو لوگ سمجھیں گے کہ آپ نے مجھے حراست میں لے رکھا ہے" ـــ شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں ـــ واقعی میں تو بھول گیا۔ پھر آپ دو منٹ تشریف رکھیئے ـــ میں ابھی لباس بدل کر آتا ہوں" فیاض نے کہا۔ اور پھر تیزی سے مڑ کر ریٹائرنگ روم کا دروازہ کھول کر غائب ہو گیا ـــ اس کے جاتے ہی شہلا تیزی سے اٹھی اور میز کی درازوں کی طرف لپکی۔ چپڑاسی کو تو فیاض پہلے ہی باہر جانے کا اشارہ کر چکا تھا ـــ اس لئے کمرہ خالی ہی تھا۔ شہلا نے بڑی پھرتی سے دراز کھولی اور پھر پہلی ہی دراز میں اُسے اپنے

مطلب کی چیز نظر آ گئی۔ اس میں وہ فائل موجود تھی۔ جس پر ڈیتھ سرکل کے الفاظ لکھے ہوئے تھے ـــ شہلا نے بڑی پھرتی سے فائل کھول کر دیکھنی شروع کر دی۔ فائل کے چند ہی کاغذ اس نے چند منٹ میں ہی پڑھ لئے ـــ اور پھر اس نے پھرتی سے فائل بند کر کے واپس دراز میں رکھی اور دراز بند کر دی۔ اور پیچھے ہٹ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے ـــ فائل میں ان کے متعلق صرف یہاں پہنچنے کا اشارہ تھا۔ باقی تفصیلات موجود نہ تھیں۔ اور اس طرح اُسے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ انٹیلی جنس کو اطلاع کیسے ملی ـــ ظاہر ہے فائل کے مطابق برطانیہ کی انٹیلی جنس نے یہ اطلاع سرکاری طور پر مہیا کی تھی۔

چند لمحوں بعد ہی فیاض باہر آ گیا۔ اس نے نیلے رنگ کا خوبصورت سوٹ پہنا ہوا تھا ـــ اور پرفیوم کی تو شاید اس نے پوری شیشی ہی انڈیل لی تھی۔ کیونکہ اس کے باہر آتے ہی کمرہ مہک اٹھا تھا۔

"بہت شاندار ـــ آپ پر تو ہر لباس بے حد سجتا ہے" شہلا نے مسکراتے ہوئے بڑے تعریفی لہجے میں کہا۔ اور فیاض کا سینہ جو پہلے ہی پھولا ہوا تھا اور بھی زیادہ پھولتا چلا گیا ـــ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ شہلا کو اٹھا کر اپنی آنکھوں میں رکھ لے۔ ایسی لڑکی اس کی زندگی میں پہلی بار اس سے ٹکرائی تھی جو اتنی بے باکی سے اس کی تعریف کئے چلی جا رہی تھی ـــ جب کہ وہ خود بھی بے حد

خوب صورت اور پرشباب تھی۔ شہلا کا انداز ہی ایسا تھا کہ فیاض تو بس مسلسل ریشہ خطمی ہوتا چلا جا رہا تھا۔

"شکریہ شکریہ ـــــ آپ بھی کسی سے کم نہیں۔"
فیاض نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ اُسے لئے ہوئے دفتر سے باہر نکلا ـــــ اس کے قدم سرکاری جیپ کی طرف اُٹھے ہی تھے کہ شہلا نے اُسے بتایا کہ اس کی کار عمارت کے باہر موجود ہے اور فیاض قدرے جھینپ سا گیا۔

چند لمحوں بعد وہ شہلا کی کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ شہلا نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی ـــــ اور کار تیزی سے دوڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔

"فیاض صاحب ـــــ آپ کا تو بڑے بڑے مجرموں سے واسطہ پڑتا رہتا ہوگا۔ خوف ناک قسم کے مجرم ـــــ اور آپ ان کی گردنیں توڑ ڈالتے ہوں گے۔" ـــــ شہلا نے کار چلاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"ہاں مس شہلا ـــــ بس ڈیوٹی جو ایسی ہی ہے۔ لیکن میرے ہوتے ہوئے مجرموں کی جرأت نہیں ہے کہ وہ اس ملک میں گھس بھی سکیں۔" ـــــ فیاض نے سینے کو مزید چوڑا کرتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے آپ جیسے ذہین اور شاندار افسر کے مقابلے میں مجرم بے چارے کیا کر سکتے ہیں۔" ـــــ شہلا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور اُسی لمحے اس نے کار ایک بڑے ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں موڑ دی۔ پارکنگ میں کار رکتے ہی وہ دونوں نیچے اتر آئے۔

"اس طرف آیئے فیاض صاحب ـــــ ادھر فیملی رومز ہیں۔"
شہلا نے مسکراتے ہوئے ایک طرف اشارہ کیا اور فیاض کی باچھیں فیملی روم کے الفاظ سنتے ہی کانوں سے جا ٹکرائیں۔ وہ اس وقت اپنے آپ کو مقدر کا دھنی محسوس کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک بڑے سے سجے سجائے کمرے میں پہنچ گئے ـــــ شہلا نے ویٹر کو دیکھتے ہی وسکی لانے کا آرڈر دے دیا اور فیاض کو خاموش رہنا پڑا۔

"فیاض صاحب ـــــ کچھ مجھے بھی تو بتلایئے۔ آپ کیسے مجرموں کو پکڑتے ہیں۔" ـــــ شہلا نے صوفے پر فیاض کے قریب ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بس مجرموں کا تعاقب کیا جاتا ہے اور انہیں پکڑ لیا جاتا ہے۔" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔ اب ظاہر ہے وہ مزید کیا بتاتا۔ اس نے کبھی بڑے مجرم پکڑے ہوں تو اُسے پتہ بھی ہو۔ کہ مجرم کس طرح پکڑے جاتے ہیں۔

اُسی لمحے ویٹر نے شراب کی بوتل اور دو گلاس لا کر میز پر رکھ دیئے۔ اور مسکراتا ہوا واپس چلا گیا ـــــ شہلا نے بوتل میں سے شراب گلاسوں میں ڈالی اور پھر ایک گلاس مسکراتے ہوئے فیاض کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

"آپ کو تو بڑی عادت ہوگی شراب پینے کی ـــــ کیوں کہ

میں نے سنا ہے کہ انٹیلی جنس کے بڑے افسر بوتلیں شراب کی چڑھا جاتے ہیں ــــ لیکن ان پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔"
شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بالکل بالکل ــــ یہ شراب ہمیں کیا کہتی ہے۔ پوری بوتل ایک سانس میں پی لیتے ہیں۔" ــــ فیاض بھلا کب پیچھے رہنے والا تھا۔ وہ شہلا کے چکر میں آگیا۔

"اچھا ــــ واقعی ــــ مگر میں کیسے مان لوں۔ میں نے بڑے بڑے دھاکڑ شرابی دیکھے ہیں۔ لیکن یہ ایک سانس میں بوتل ایسا تو ناممکن ہے نا" ــــ شہلا نے اُسے اور زیادہ چڑھاتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے ــــ آپ مان ہی نہیں رہیں ــــ اچھا دیکھئے۔"
فیاض بانس کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔ اس نے گلاس کو حلق میں پلٹا اور پھر دوسرے ہاتھ سے میز پر پڑی ہوئی بوتل اٹھالی۔ اور منہ سے لگا کر غٹا غٹ پیتا چلا گیا ــــ ظاہر ہے وہ شہلا کے سامنے اپنی بات ہیٹی کیسے کر سکتا تھا۔ اور واقعی اس نے بوتل اس وقت میز پر رکھی جب اس کا آخری قطرہ تک اس کے حلق سے اتر گیا۔

"بہت خوب ــــ بہت خوب ــــ اب مجھے یقین آگیا۔"
شہلا نے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔

ادھر فیاض کا فیوز اڑ گیا۔ ایک تو فیملی روم۔ پھر شہلا جیسی خوبصورت اور بے باک لڑکی ــــ پیٹ میں خالص شراب کی پوری بوتل اور

آخری سچ یہ کہ شہلا خود اپنے ہاتھوں سے دروازہ بھی بند کر رہی تھی۔

"سچ ــــ جان من ــــ تم تحفہ ہو ــــ ہیرا ہو ــــ میری جان۔" ــــ فیاض نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھیں چڑھنے لگی تھیں۔

"ارے ــــ آپ کو نشہ ہو رہا ہے۔ ہونا تو نہیں چاہیئے۔"
شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں نشہ ــــ نہیں مجھے کیسے نشہ ہو سکتا ہے۔"
فیاض نے اپنے ذہن کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ لیکن دماغ مسلسل ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔

"اچھا ــــ ابھی پتہ لگ جاتا ہے۔ اگر آپ مجھے بتا دیں کہ آج کل آپ کس کیس پر کام کر رہے ہیں ــــ اور اس سلسلے میں آپ نے کیا کیا ہے۔ تو مجھے پتہ چل جائے گا کہ آپ واقعی نشہ میں نہیں ہیں۔ ورنہ مجھے ایسے لوگوں سے سخت نفرت ہو جاتی ہے جنہیں شراب پیتے ہی نشہ ہو جاتا ہے۔" ــــ شہلا نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ وہ واقعی انسانی نفسیات سے اچھی طرح واقف تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ فیاض اب سب کچھ ہی بتا دے گا۔ خود ہی بتا دے گا۔

"ارے ــــ یہ کیسا امتحان ہے۔ آج کل میرے پاس ڈیتھ سرکل کا کیس ہے۔ بین الاقوامی مجرموں کا۔" ــــ فیاض نے اپنے ذہن کو پوری قوت ارادی لگا کر قابو میں کرتے ہوئے کہا۔

"ڈیتھ سرکل ــــ ارے باپ رے ــــ بڑا خوف ناک نام

ہے۔ بڑے خوف ناک مجرم ہوں گے۔ کتنے پکڑ لیئے" ـــــ شہلا
نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"میں نے کیا پکڑنا ہے۔ اس الو کے پٹھے پروفیسر گھوش نے
مجھے چکر دے دیا۔ اور میں نے شاہی روڈ کی پہلی عمارت پر چھاپہ مار
دیا ـــــ مگر وہاں تو غیر ملکی انجینئر ٹھہرے ہوئے تھے۔ بس کچھ نہ پوچھو
سر رحمان نے وہ ذلیل کیا وہ ذلیل کیا ـــــ ارے نہیں میں نے
ذلیل کیا۔ میں نے ذلیل کیا" ـــــ فیاض نے بہکتے ہوئے لہجے
میں کہا۔ پہلے وہ رو میں اصل بات کہہ گیا مگر پھر اس کے ذہن
نے کام کیا کہ شہلا پر رعب جمانا ہے تو اس نے پٹڑی ہی بدل
دی۔

"ارے ـــــ پھر تو بڑی مشکل ہوئی۔ اب کیسے پکڑیں گے آپ
مجرموں کو" ـــــ شہلا نے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے جان من ـــــ مجھے کیا ضرورت ہے۔ میں نے عمران کو
کہہ دیا ہے۔ ایڈوانس رقم بھی دے دی ہے۔ بس سمجھو مجرم
پکڑے گئے ـــــ اس کے پاس مجرم پکڑنے کا جادو ہے۔ بس وہ
پکڑ لیتا ہے" ـــــ فیاض نے بہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"عمران ـــــ وہ کون ہے" ـــــ شہلا نے چونکتے ہوئے
کہا۔

"ارے وہی ـــــ جو تمہارے باپ کے کمرے میں ڈائریکٹر
بن کر پہنچ گیا تھا۔ بظاہر احمق۔ بے وقوف ـــــ مگر وہ بے حد
خوف ناک انسان ہے۔ شہلا ـــــ اس کے قریب نہ جانا۔ اور

جان من ـــــ اب میرے جسم میں آگ لگی ہوئی ہے اب مزید نہ
تڑپاؤ" ـــــ فیاض نے اٹھ کر شہلا کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے
کہا۔

"ارے فیاض صاحب ـــــ آپ کو پھر نشہ ہو رہا ہے"
شہلا نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"مجھے ـــــ نہیں مجھے نشہ ہو ہی نہیں سکتا۔ چاہے دس
بوتلیں پلوا دو" ـــــ فیاض نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی
کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا ـــــ نشہ نہیں ہو رہا تو پھر مجھے بتاؤ کہ وہ احمق خوف ناک
آدمی کہاں رہتا ہے ـــــ اور کیا وہ بھی انٹیلی جنس کا افسر ہے"
شہلا نے دوبارہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بڑا
پیار بھرا تھا۔

"وہ عمران ـــــ وہ عمران ـــــ اس کا پتہ مت پوچھو۔ ورنہ
ورنہ تم زندگی بھر روؤ گی۔ میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ میں نشے میں
نہیں ہوں۔ مجھے اس کا پتہ یاد ہے ـــــ وہ کنگ روڈ کے
فلیٹ نمبر ۲۰ میں اپنے احمق باورچی سلیمان کے ساتھ رہتا
ہے۔ وہ ڈائریکٹر جنرل سر رحمان جو میرا باس ہے کا بیٹا ہے۔
وہ آزاد ہے ـــــ مجھ سے پیسے مار لیتا ہے۔ میرے فلیٹ پر
قبضہ کر رکھا ہے۔ وہ بڑا خطرناک ہے۔ سنا ہے وہ سیکرٹ
سروس کے لئے بھی کام کرتا ہے ـــــ وہ فری لانسر ہے۔ اور
سنو ـــــ وہ تمہیں بھی جانتا ہے۔ اس نے مجھے کہا تھا کہ تم

سے دوستی کر لوں ـــــــ تمہیں پھنسا لوں ۔ اور تم خود میرے پاس آ گئیں ۔ مجھے نشہ نہیں ہوتا ۔ تم بتاؤ ہوتا ہے ؟" ـــــــ فیاض نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں خود ہی تمام تفصیل بتاتے ہوئے کہا ۔

"نہیں نہیں ـــــــ کہاں نشہ ہوتا ہے ۔ اور شراب بھی تم پی سکتے ہو ۔ مجھے یقین ہے کہ تم ایک اور بوتل بھی بغیر سانس لئے پی سکتے ہو" ـــــــ شہلا نے کہا ۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے اٹھ کر دروازے کی چٹخنی کھولی اور اس سے پہلے کہ فیاض کچھ کہتا وہ دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی ـــــــ فیاض سمجھا کہ وہ باہر ویٹر کو مزید شراب کا آرڈر دے رہی ہے ۔ اس لئے وہ وہیں صوفے پر بیٹھا جھومتا رہا ـــــــ اس کا ذہن بری طرح جھول رہا تھا ۔ اور اب تک شہلا کی موجودگی کی وجہ سے اس نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا ہوا تھا ۔ مگر شہلا کے باہر جاتے ہی اس کی قوت ارادی مزید کام نہ کر سکی ۔ اور دوسرے لمحے وہ جھومتا ہوا صوفے سے نیچے گرا ـــــــ اور قالین پر الٹا سیدھا ہو کر پڑا رہا ۔ نشے کی شدت کی وجہ سے وہ ہوش و حواس سے عاری ہو چکا تھا ۔

شہلا نے ویٹر کے ہاتھ میں ایک بڑا سا نوٹ رکھا ۔ اور اسے یہ کہہ کر کہ صاحب آرام کر رہے ہیں انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے ـــــــ وہ تیزی سے راہداری کراس کرتی ہوئی ہوٹل کے بیرونی حصے میں آئی اور تھوڑی دیر بعد وہ اپنی کار کے پاس پہنچ گئی تھی ـــــــ اس نے بڑی چونکا دینے والی معلومات

حاصل کر لی تھیں ۔ اور وہ اب جلد از جلد ان معلومات کو راجر تک منتقل کر دینا چاہتی تھی جو کہ اس کا باس تھا ـــــــ وہ راجر کی وجہ سے ہی اس تنظیم میں شامل ہوئی تھی ۔ کیونکہ راجر نے ہی اسے ایم ۔ زیڈ کا عادی کیا تھا ـــــــ اور پھر اس نے اس کی ایسی تصاویر حاصل کر لی تھیں کہ ان تصاویر کی وجہ سے وہ اس کے احکام ماننے پر مجبور ہو گئی تھی ـــــــ اور اب تو وہ خود اس ماحول کی عادی تھی ۔ اور اس نے اتنی وفاداری کے ساتھ کام کیا تھا کہ اب وہ راجر کے اسسٹنٹ کے طور پر کام کر رہی تھی ـــــــ اور اس کی تنظیم میں اب بڑی اور کلیدی اہمیت بن گئی تھی ۔ اور اب تو وہ راجر کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہ کر سکتی تھی ـــــــ اس لئے جب اسے پتہ چلا کہ اس بار تنظیم نے پاکیشیا میں کام کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو وہ بڑی خوشی سے یہاں آ گئی ـــــــ اس طرح ایک تو وہ طویل عرصے تک راجر کے ساتھ رہ سکتی تھی دوسرا وہ اپنے ملک میں رہتی ۔ اسے اس بات کی پرواہ نہ تھی کہ وہ اپنے ملک کے مفادات کے خلاف کام کرنے جا رہی ہے ۔

کار میں بیٹھتے ہی ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا کہ وہ فون کر کے راجر کو ان معلومات سے آگاہ کر دے ـــــــ لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا ۔ اس نے سوچا کہ وہ خود جا کر راجر سے بات چیت کرے گی ۔ اور اس سے عمران کے بارے میں مزید ہدایات لے گی ۔ چنانچہ اس نے کار کا رخ اس سڑک کی طرف موڑ دیا ۔ جہاں ٹرنکورا ہوٹل تھا ۔ کیونکہ راجر ٹرنکورا ہوٹل میں ہی رہائش پذیر تھا ۔

عمران نے کار ٹرنکورا ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں موڑی اور
پھر اُسے ایک طرف روک کر وہ کچھ دیر کار میں بیٹھا سوچتا رہا۔ کہ
اتنے بڑے ہوٹل میں اس کمرے کا کیسے پتہ چلایا جائے۔
جہاں اس ادھیڑ عمر غیر ملکی انجینئر نے کال کی تھی ۔۔۔ کوئی
واضح لائن آف ایکشن ذہن میں نہ آرہی تھی۔ ٹرنکورا ہوٹل ویسے
بھی غیر ملکیوں کی پسندیدہ رہائش گاہ تھی ۔۔۔ اور یہاں ہر
وقت بھانت بھانت کے غیر ملکی بھرے رہتے تھے۔ وہ کار میں
بیٹھا کافی دیر سوچتا رہا ۔۔۔ لیکن جب کوئی بات ذہن میں نہ
آئی تو اس نے فیصلہ کن انداز میں کندھے جھٹکے اور پھر دروازہ
کھول کر نیچے اتر آیا ۔۔۔ اس کے سنجیدہ چہرے پر یکلخت
حماقتوں کی نقاب چڑھ گئی اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ٹرنکورا
ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ہوٹل کا ریستوران غیر ملکی عورتوں اور مردوں سے بھرا ہوا تھا۔
مقامی لڑکیاں اور مرد بھی نظر آرہے تھے ۔۔۔ لیکن ان کی تعداد
نسبتاً کم تھی۔
عمران ایک لمحے دروازے کے قریب کھڑا یوں آنکھیں ٹپٹپا
کر ہال کو دیکھتا رہا جیسے کسی الو کو پکڑ کر اچانک دھوپ میں
بٹھا دیا گیا ہو ۔۔۔ اور دروازے سے قریب میزوں پر بیٹھے
چند غیر ملکی حیرت سے عمران کو اس انداز میں کھڑا دیکھنے لگے۔
اُسی لمحے ایک ویٹر تیزی سے اس کے قریب آیا۔
"ہال میں کوئی سیٹ خالی نہیں ہے ۔۔۔ اگر آپ بیٹھنا چاہتے
ہیں تو کاؤنٹر سٹول پر تشریف رکھیں" ۔۔۔ ویٹر نے مؤدبانہ
لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔
"سیٹ خالی نہیں ہے ۔۔۔ یار تمہیں کس نے ویٹر بنا دیا
ہے۔ اگر تمہاری بینائی اتنی ہی کمزور تھی تو ریلوے انجن کا ڈرائیور
بن جانا تھا" ۔۔۔ عمران نے بڑے سادہ سے لہجے میں جواب
دیتے ہوئے کہا۔
"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں" ۔۔۔ ویٹر نے حیرت بھرے
لہجے میں کہا۔
"بھائی کم نگاہ ویٹر ۔۔۔ دیکھو ہال میں ۔۔۔ کتنی میزیں ہیں
اور کرسیاں بھی خالی نظر آرہی ہیں" ۔۔۔ عمران نے
کہا۔
"اوہ ۔۔۔ مگر جناب ۔۔۔ یہ میزیں ریزرو ہیں۔ آپ کسی کے

ساتھ ان کی اجازت کے بغیر نہیں بیٹھ سکتے" ۔۔۔۔ ویٹر نے
وضاحت کرتے ہوئے کہا۔
"تو پھر لے آؤ اجازت ۔۔۔ اور سنو ۔۔۔ تحریری اجازت
لینا۔ کہیں تمہارے یہاں آنے تک وہ مکر ہی نہ جائیں"۔
عمران نے کہا۔
"جناب ۔۔۔ میں کہہ رہا ہوں کہ آپ کاؤنٹر پہ تشریف
رکھیں" ۔۔۔ ویٹر نے جان چھڑانے کے لئے کہا۔
"اچھا ۔۔۔ اگر تم کہتے ہو تو چلو یوں ہی سہی" ۔۔۔ عمران
نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
اور پھر وہ ویٹر کے پیچھے چلتا ہوا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا
گیا۔ کاؤنٹر پہ ایک خوب صورت غیر ملکی لڑکی موجود تھی۔ کاؤنٹر
کے سامنے چار پانچ اونچے اونچے سٹول پڑے ہوئے تھے جن
میں سے ایک پہ ایک غیر ملکی بیٹھا شراب کا گلاس منہ سے
لگائے ہوئے تھا۔
"تشریف رکھیں" ۔۔۔ ویٹر نے ایک خالی سٹول کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ مگر عمران دوسرے لمحے اچک کر کاؤنٹر
کے اوپر ہی بیٹھ گیا۔
"ارے ارے ۔۔۔ یہ کیا ۔۔۔ نیچے اترو ۔۔۔ یہ کیا حرکت
ہے" ۔۔۔ کاؤنٹر گرل کے ساتھ ساتھ ویٹر نے بھی چونک کر کہا۔
"کمال ہے ۔۔۔ خود ہی بٹھلاتے ہو ۔۔۔ خود ہی اٹھلاتے ہو۔
نہیں اٹھتا ۔۔۔ یہیں بیٹھوں گا" ۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے

ہوئے کہا۔
"کیا تم پاگل ہو ۔۔۔ نیچے اترو" ۔۔۔ اچانک کاؤنٹر گرل نے
اسے دھکیلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اسے یوں کاؤنٹر پہ
چڑھ کر بیٹھتے دیکھ کر سارا ہال پہلے چونکا ۔۔۔ پھر ہر طرف قہقہے
بکھرنے لگے۔ سب لوگ اس کے اس دل چسپ انداز پہ بے اختیار
ہنس رہے تھے۔
"ارے ۔۔۔ مجھے کیوں دھکیل رہی ہو۔ اپنے اس کم نگاہ ویٹر
سے پوچھو۔ جس نے خود ہی کہا تھا کہ کاؤنٹر پہ بیٹھو" ۔۔۔ عمران
نے معصوم سے لہجے میں کہا۔
"نیچے اترو ۔۔۔ یہ کیا بدتمیزی ہے ۔۔۔ نجانے کون کون سے
گدھے یہاں آجاتے ہیں" ۔۔۔ اس غیر ملکی نے جو سٹول پہ بیٹھا
شراب پی رہا تھا۔ اچانک غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ وہ خاصے
سڈول جسم کا مالک تھا۔
"اچھا اچھا ۔۔۔ تو تمہیں باقاعدہ سٹول پہ بیٹھ کر شراب
پینے کی تربیت دی گئی ہے ۔۔۔ بہت خوب ۔۔۔ کتے بلیوں کو
سکھلانے کا تو سنتے آئے تھے۔ مگر گدھا سٹول پہ بیٹھ کر شراب
پیئے ۔۔۔ واہ واہ ۔۔۔ بہت خوب" ۔۔۔ عمران نے باقاعدہ
تالیاں پیٹتے ہوئے کہا۔
اور غیر ملکی اس کا فقرہ سنتے ہی یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے
اسے بجلی کا شاک لگا ہو ۔۔۔ اس کی آنکھیں جو پہلے ہی شراب
کی وجہ سے چڑھی ہوئی تھیں اور زیادہ سرخ ہو گئیں۔ اس

نے اٹھتے ہی پوری قوت سے اپنا بازو گھمایا۔

"ارے ارے۔۔۔ بچاؤ۔۔۔ یہ گدھا تو دوستی کی بجائے دولتی جھاڑنے لگا ہے"۔۔۔ عمران نے ایک طرف جھکتے ہوئے بڑے فریاد بھرے لہجے میں کہا۔

اور غیر ملکی وار خالی چلے جانے کی وجہ سے لٹو کی طرح گھوم گیا۔ اور پھر جیسے ہی وہ گھوما عمران نے بڑے اطمینان سے لات اس کی پشت پر ٹکا دی۔۔۔ اور غیر ملکی اچھل کر سامنے پڑی ہوئی میز پر جا گرا۔ میز کے گرد بیٹھے ہوئے لوگ بھی چیختے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔ اور پھر تو پورے ہال میں ہنگامہ سا ہو گیا۔ غیر ملکی چیختا ہوا کھڑا ہوا۔ اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں ایک خنجر نظر آنے لگا۔۔۔ اس کا خنجر پکڑنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ خنجر زنی میں خاصی مہارت رکھتا ہے۔ غصے کی شدت سے اس کا چہرہ بگڑ گیا تھا۔ اور آنکھیں شعلے اگلنے لگی تھیں۔

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا کتے"۔۔۔ غیر ملکی نے خنجر کو تولتے ہوئے عمران کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ کاؤنٹر گرل اس صورت حال کو دیکھتے ہی کاؤنٹر کے پیچھے چھپ گئی تھی۔۔۔ جب کہ عمران بدستور اسی طرح کاؤنٹر پر چڑھا بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسا اطمینان تھا جیسے وہ سرکس میں ہونے والا کوئی دلچسپ تماشا دیکھ رہا ہو۔

ہال میں موجود لوگوں کو غیر ملکی کا انداز دیکھ کر ہی یقین ہو

گیا تھا کہ اب عمران کسی صورت نہیں بچ سکتا۔۔۔ لیکن ایسی صورت حال میں وہ اس غصے سے پاگل ہوئے غیر ملکی کو روک بھی نہ سکتے تھے۔

"غیر ملکی قدم بڑھاتا آگے بڑھا اور پھر اس نے تیزی سے اپنا خنجر والا ہاتھ بلند کیا۔۔۔ اور ہال میں موجود لوگوں نے آنکھیں بند کر لیں جب کہ عورتیں بے تحاشا چیخنے لگیں۔

غیر ملکی نے جیسے ہی خنجر والا ہاتھ بلند کیا۔ عمران جو بڑے اطمینان سے کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا تھا۔۔۔ اس کی نیچے لٹکی ہوئی ٹانگ نے تیزی سے حرکت کی اور دوسرے لمحے نیچے پڑا ہوا سٹول رائفل سے نکلی ہوئی گولی کی طرح غیر ملکی پر پڑا۔۔۔ اور غیر ملکی کی خنجر چلانے کی حسرت دل میں ہی رہ گئی۔ سٹول کی اچانک اور زوردار ضرب سے وہ پشت کے بل فرش پر گرا۔۔۔ اور اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔ اور ہال میں موجود لوگ اس کایا پلٹ پر حیرت سے آنکھیں پھاڑے رہ گئے۔ اب ان کی نظروں میں عمران کے لئے تحسین کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے"۔۔۔ اچانک ایک گرجدار آواز سنائی دی۔ اور دوسرے لمحے ایک قوی ہیکل غیر ملکی نے آگے بڑھ کر فرش سے اٹھتے ہوئے غیر ملکی کا راستہ روک لیا۔

"سنو مسٹر۔۔۔ یہاں جھگڑا نہیں ہو سکتا۔ ورنہ میں اٹھا کر تمہیں باہر پھینک دوں گا"۔۔۔ آنے والے قوی ہیکل غیر ملکی

نے فرش سے اٹھنے والے غیر ملکی سے سخت لہجے میں مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"میں اسے مار ڈالوں گا۔ اس نے میری توہین کی ہے"۔ فرش سے اٹھتے ہوئے غیر ملکی نے بُری طرح چیختے ہوئے کہا۔

"ویٹرز"۔۔۔۔ آنے والے قوی ہیکل غیر ملکی نے اچانک چیختے ہوئے ادھر ادھر بکھرے ہوئے ویٹرز کو آواز دیتے ہوئے کہا۔ اور ویٹرز بجلی کی سی تیزی سے وہاں اکٹھے ہونے لگے۔

"مسٹر راجر کو ان کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔۔۔ اور سنو۔۔۔ جب تک ان کا غصہ ٹھنڈا نہ ہو انہیں کمرے میں ہی رہنا چاہیئے"۔ قوی ہیکل غیر ملکی نے تحکمانہ انداز میں ویٹرز سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور چار پانچ ویٹرز حملہ آور غیر ملکی پر بھوکے عقابوں کی طرح جھپٹ پڑے۔۔۔ حملہ آور غیر ملکی نے اپنے آپ کو ان کی گرفت سے چھڑانے کی بے حد کوشش کی۔ لیکن ویٹرز بھی شاید ایسے موقعوں کے لئے خصوصی تربیت یافتہ تھے۔۔۔ وہ اُسے مچلتے تڑپتے اور گالیاں دیتے غیر ملکی کو اٹھائے سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے۔

"ارے مسٹر۔۔۔ تم نیچے اترو"۔۔۔ اچانک اس قوی ہیکل غیر ملکی نے مڑ کر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار نمایاں تھے۔

"مم۔۔۔ مم۔۔۔ مگر ویٹر نے کہا تھا کاؤنٹر پر بیٹھو"۔ عمران نے بڑے خوف زدہ سے لہجے میں ہکلاتے ہوئے کہا۔

"میں کہتا ہوں نیچے اترو"۔۔۔ قوی ہیکل غیر ملکی نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا۔۔۔ یار ناراض کیوں ہوتے ہو۔۔۔ اترتا ہوں"۔ عمران نے لہجے کو اور زیادہ خوف زدہ بناتے ہوئے کہا۔ اور پھر اچھل کر نیچے فرش پر آ گیا۔

"گٹ آؤٹ"۔۔۔ اس کے نیچے اترتے ہی قوی ہیکل غیر ملکی نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"یار۔۔۔ اتنے زور سے کیوں چیخ رہے ہو۔ خواہ مخواہ گلا خراب ہو جائے گا"۔۔۔ عمران نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

"میں کہتا ہوں گٹ آؤٹ"۔۔۔ ورنہ دھکے مار کر نکال دوں گا۔ یہ شرفا کا ہوٹل ہے۔ تم جیسے احمقوں کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے"۔۔۔ غیر ملکی نے اور زیادہ غصہ دکھلاتے ہوئے کہا۔

"اچھا بھائی اچھا۔۔۔ گلا مت پھاڑو۔ ورنہ مجھے سینا پڑے گا۔ اور میرے پاس تو سوئی دھاگہ بھی نہیں ہے"۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ بڑے اطمینان سے قدم بڑھاتا ایک میز کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں دو غیر ملکی مرد اور ایک غیر ملکی عورت بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔ اور ایک کرسی خالی تھی۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں یہاں بیٹھ جاؤں"۔۔۔ عمران نے بڑے مہذب انداز میں اجازت لیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــ بیٹھئے بیٹھئے" ـــ غیر ملکی مردوں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور عمران یوں تیزی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ جیسے اُسے ایک لمحے کی بھی دیر ہوئی تو کرسی ہوا میں اُڑ جائے گی۔

"شکریہ ـــ مجھے علی عمران ایم۔ ایس سی۔ ڈی۔ ایس سی (آکسن) کہتے ہیں" ـــ عمران نے بیٹھتے ہی اپنا تعارف کرانا شروع کر دیا۔

"تمہیں میں نے کہا ہے باہر جاؤ ـــ پھر تمہیں کیسے جرأت ہوئی کہ تم یہاں آکر بیٹھ گئے" ـــ قوی ہیکل غیر ملکی نے عمران کو وہاں بیٹھتے دیکھ کر دانت پیستے ہوئے اس کے قریب آکر کہا۔

"جناب ـــ میں ان معزز لوگوں کی اجازت سے یہاں بیٹھا ہوں ـــ کیوں جناب ـــ آپ نے اجازت دی ہے نا" عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں ان غیر ملکی مردوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں ہاں منیجر ـــ انہیں بیٹھنے دیجئے ـــ کوئی ایسی بات نہیں یہ کچھ نہیں کریں گے" ـــ اچانک غیر ملکی عورت نے قوی ہیکل غیر ملکی سے جو یقیناً ہوٹل کا منیجر تھا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مگر مس ......" ـــ غیر ملکی نے کچھ کہنا چاہا۔

"میں کہہ رہی ہوں انہیں بیٹھنے دیجئے۔ یہ کوئی شرارت

نہیں کریں گے آپ جائیں" ـــ عورت نے اس بار سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے ـــ اور سنو مسٹر ـــ مس کی وجہ سے میں تمہیں باہر نہیں نکال رہا ـــ لیکن اب تم نے شرارت کی تو بھیجا کھوپڑی سے باہر نکال دوں گا" ـــ منیجر نے عمران کو تنبیہہ کرتے ہوئے کہا۔

"شرارت ـــ ارے توبہ پیسنجر ـــ اوہ ساری بھیتیجر۔ ارے توبہ میری یادداشت ـــ ارے ہاں منیجر صاحب ـــ شرارت تو میرے ڈیڈی نے بھی آج تک نہیں کی ـــ سوائے شادی کے۔ اور اس دن سے اپنی شرارت پر پچھتا رہے ہیں اور میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں" ـــ عمران نے ہکلائے ہوئے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

منیجر چند لمحے کھڑا غصے سے دانت پیستا رہا۔ اور پھر وہ ایک جھٹکے سے مڑا اور واپس کاؤنٹر کی طرف بڑھنے لگا ـــ مگر دوسرے لمحے وہ چیختا ہوا منہ کے بل فرش پر جا گرا۔ نیچے گرتے ہوئے اس کے ہاتھ ساتھ والی میز پر پڑے اور میز پر رکھی ہوئی شراب اچھل کر اس کے گرد بیٹھے لوگوں پر جا گری ـــ عمران نے تو صرف اتنا کیا تھا کہ منیجر کے مڑتے ہی ٹانگ کو اس کے پیروں میں اڑا دیا تھا ـــ اس کا چہرہ اور اوپر والے جسم نے ذرا سی بھی حرکت نہ کی تھی۔ اس لئے کسی کو بھی اس کی حرکت کا احساس تک نہ ہو سکا تھا۔

"ارے ارے ــــ ہوا کیا ــــ کوئی رقم نیچے گری ہوئی تھی۔
پچ ــــ پچ ــــ اتنے بڑے ہوٹل کے منیجر ــــ اور گری ہوئی
رقم اٹھانے کا یہ انداز" ــــ عمران نے بڑے طنزیہ لہجے میں
منیجر کے گرنے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

ادھر منیجر نیچے گرتے ہی غصے سے چیختا ہوا اٹھا اور اس نے
اٹھتے ہی پلٹ کر عمران پر چھلانگ لگا دی ــــ مگر عمران پہلے ہی
اپنی کرسی چھوڑ چکا تھا۔ اس لئے منیجر اپنے ہی زور میں میز پر جا گرا۔
اور پھر میز کو ساتھ لئے وہ غیر ملکی مردوں پر جا گرا ــــ اور ان
دونوں کی چیخوں کے ساتھ ساتھ غیر ملکی عورت نے بھی گھبرا کر چیخیں
مارنی شروع کر دیں۔ ہال میں ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا۔

"کمال ہے یار ــــ تمہارے جسم میں سپرنگ تو فٹ نہیں
کبھی ادھر گرتے ہو کبھی اُدھر گرتے ہو ــــ بھائی سپرنگ ڈھیلے
کراؤ ورنہ ٹوٹ پھوٹ ہو گئی تو ساری عمر ریڑھی پر لدے گزر جائے
گی" ــــ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں ایک طرف کھڑے
تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

"سن آف بچ ــــ ڈیم فول ــــ اب میں دیکھتا ہوں کہ تم
کیسے زندہ بچ کر جاتے ہو" ــــ منیجر نے بڑی مشکل سے اٹھتے
ہوئے کہا۔ غصے کی شدت سے اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگی
تھی۔ اور دوسرے لمحے اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔

"ارے ــــ سپیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس ــــ آپ یہاں
کیسے" ــــ اچانک ایک لڑکی کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

شہلا تھی جو شاید اندر دا ــ آپ تو ناراض ہو گئیں ــــ کمال ہے۔
س نے منیجر کی حالت غیر ہو رہی ہیں۔ آپ کے ساتھ تو میں جنت میں بھی
ہدے کا نام لیتا رہوں" ــــ عمران نے تیزی سے کرسی سے
"اوہ ــــ م
پیچھے لٹکتے ہوئے کہا۔

یسے ہی پیارا رہا ــــ نجانے کیا بات ہے۔ آپ پر غصہ بھی آتا ہے
ے لہجے میں بلدی اتر جاتا ہے" ــــ شہلا نے مسکراتے ہوئے
شہلا دیا۔

ٹیلی جنس مین زیادہ ہو گی ــــ اس لئے اتر جانے پر مجبور ہو گا"
یوالور نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

ادد" اور شہلا کے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ اب وہ
"نوں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جا رہے تھے۔

"اگر میں فوراً آپ کے اس جعلی عہدے کا اعلان نہ کرتی تو
ں منیجر نے آپ کو گولی مار دینی تھی" ــــ شہلا نے مسکراتے
وئے کہا۔

"جعلی عہدہ ــــ ارے غضب خدا کا ــــ آپ دوسری
شخصیت ہیں جو میرے اس عہدے کو تسلیم نہیں کرتیں"
مران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"دوسری شخصیت ــــ اچھا تو پہلی کون ہے" ــــ شہلا
نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"وہ بھی ہے ایک احمق ــــ انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ بنا
پھرتا ہے فیاض" ــــ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور شہلا اس کے فقرے میں چھپی ہوئی طنز پر بُری طرح جھینپ گئی۔

"کیا بات ہے ۔۔۔ یہاں کی انٹیلی جنس میں سب ہی احمق بھرے ہوئے ہیں"۔۔۔ شہلا نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے ۔۔۔ یہ فقرہ میرے ڈیڈی کے سامنے نہ کہہ دینا۔ ورنہ ان کا چنگیزی خون جلال میں آجائے گا"۔۔۔ عمران نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"ڈیڈی ۔۔۔ آپ کے ڈیڈی ۔۔۔ تو کیا وہ بھی انٹیلی جنس میں ہیں"۔۔۔ شہلا نے چونکتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے ۔۔۔ وہ انٹیلی جنس میں کہاں سے آ گئے۔ انٹیلی جنس ان میں شامل ہے۔ وہ ڈائریکٹر جنرل ہیں کوئی بھٹیچر سپرنٹنڈنٹ نہیں"۔۔۔ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا ۔۔۔ سوری ۔۔۔ آپ ناراض ہو گئے۔ ویسے ایک بات ہے۔ وہ فیاض صاحب تو واقعی عقل سے پیدل ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے مل گئے ۔۔۔ بس ہو گئے بے تکلف۔ اور وہ مجھے لے گئے ایک ہوٹل میں۔ اور پھر انہوں نے شراب کی بوتل ایک ہی سانس میں خالی کر دی اور پھر لڑھک گئے"۔۔۔ شہلا نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ ۔۔۔ آپ تو پوری شاعرہ ہیں ۔۔۔ خوب ۔۔۔ خاصا خوب صورت کلام ہے آپ کا"۔۔۔ عمران نے

تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"شاعری ۔۔۔ کیا مطلب"۔۔۔ شہلا نے حیران ہو کر کہا۔ وہ شاید عمران کی بات نہ سمجھ سکی تھی۔

"مل گئے ۔۔۔ بس ہو گئے بے تکلف ۔۔۔ لے گئے ہوٹل میں ۔۔۔ پھر لڑھک گئے ۔۔۔ کتنی خوب صورت اور معنی خیز نظم ہے ۔۔۔ بہت خوب"۔۔۔ عمران نے باقاعدہ ثبوت دیتے ہوئے کہا اور شہلا بے اختیار ہنس پڑی۔

اب وہ دوسری منزل پر پہنچ چکے تھے۔ اور پھر شہلا اُسے لئے ہوئے ایک کمرے کی طرف بڑھتی چلی گئی ۔۔۔ جس کا دروازہ بند تھا۔ شہلا نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔

"بھاگ جاؤ کتے کے بچو ۔۔۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔ کہہ دیا ایک بار کہ اب میں ٹھیک ہوں۔ پھر آجاتے ہیں دروازہ بجانے"۔ اندر سے کسی کے دھاڑنے کی آواز سنائی دی۔ اور عمران بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرنے لگا ۔۔۔ وہ آواز پہچان گیا تھا۔ یہ اُسی غیر ملکی راجر کی آواز تھی جس نے عمران پر خنجر نکال لیا تھا۔ اور جسے منیجر نے زبردستی کمرے میں بھجوایا تھا ۔۔۔ اور عمران اس کے فقرے کا مطلب بھی سمجھ گیا تھا کہ راجر نے دستک پر یہ سمجھا ہو گا کہ ویٹر دستک دے رہے ہیں۔

"راجر ۔۔۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے ۔۔۔ میں شہلا ہوں اور میرے ساتھ ایک معزز مہمان ہے"۔۔۔ شہلا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اُسے چوں کہ اصل صورت حال کا علم ہی

نہ تھا۔اس لئے اس کا حیرت زدہ ہونا بجا تھا۔

"اوہ ——— شہلا ——— تم ——— کم ان" ——— اندر سے راجر کی آواز سنائی دی۔اس بار لہجہ نرم تھا۔اور شہلا نے دروازے کو دھکیلا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔وہ اندر سے بند نہ تھا۔

"آئیے ——— عمران صاحب" ——— شہلا نے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھتے ہوئے مڑ کر عمران سے کہا۔اور عمران بھیڑ جیسی معصوم صورت بنائے اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہو گیا۔

راجر کرسی پر بیٹھا تھا اور سامنے میز پر شراب کی بوتل اور جام پڑے ہوئے تھے ——— وہ شاید شراب نوش کر کے اپنا غصہ ٹھنڈا کر رہا تھا۔

"تم ——— تم ——— یہاں بھی آ گئے۔میں تمہیں گولی مار دوں گا" ——— راجر نے جیسے ہی عمران کو اندر آتے دیکھا وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔اس کے چہرے پر ایک بار پھر غیض و غضب کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"راجر ——— کیا ہو گیا ہے تمہیں ——— کیا تم آؤٹ ہو گئے ہو۔یہ ہمارے دوست ہیں علی عمران ——— اور عمران صاحب یہ راجر ہیں میرے دوست۔یہاں سیر و تفریح کے لئے آئے ہوئے ہیں" ——— شہلا نے کہا اور پھر راجر کا تعارف کرانے لگی۔

"میرے لئے تو آپ نے ہمارے کا لفظ استعمال کیا۔اور

اور راجر صاحب کے لئے صرف میرے کا۔یہ تو گھپلا ہے۔میں اس پر احتجاج کروں گا" ——— عمران نے مسمسے سے لہجے میں کہا۔

"اوہ ——— ایسی کوئی بات نہیں۔یہ تو میں نے روانی میں کہہ دیا تھا" ——— شہلا نے ہنستے ہوئے کہا۔

راجر کھڑا دانتوں سے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

"آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی راجر صاحب ——— ویسے میں آپ کی خنجر زنی کی مہارت کا دل سے قائل ہو گیا ہوں" عمران نے آگے بڑھ کر باقاعدہ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو" ——— راجر نے نیم دلی سے مسکراتے ہوئے کہا۔وہ اس وقت تک اپنے غصے پر قابو پا چکا تھا۔

"یہ خنجر زنی کی کیا بات ہوئی" ——— شہلا نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"دراصل تھوڑی دیر پہلے میں نیچے کاؤنٹر پر بیٹھا شراب پی رہا تھا ——— کہ یہ صاحب آئے اور آ کر کاؤنٹر پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ان کی اس بدتمیزی پر مجھے غصہ آ گیا۔اور ہم آپس میں الجھ پڑے ——— اس کے بعد میں یہاں کمرے میں آ گیا"

راجر نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔اس کے چہرے پر اب مسکراہٹ تھی ——— اس نے اپنے غصے پر مکمل طور پر قابو پا لیا تھا۔

"اچھا اچھا ——— تو یہ بات ہے۔ میں بھی کہوں کہ آپ اتنے غصے میں کیوں ہیں ——— بہرحال اس بات کو ذہن سے نکال دیجئے" ——— شہلا نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔

"میں نے تو نکال دیا تھا۔ لیکن آپ کی وجہ سے پھر داخل ہونا پڑا" ——— عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب" ——— شہلا نے چونکتے ہوئے کہا۔

"مطلب پوچھنے کی بیماری تو اب وبائی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ بہرحال مطلب یہ کہ راجر صاحب کو ہال سے نکال دیا گیا ——— لیکن اب مجھے ان کے کمرے میں داخل ہونا پڑا یعنی داخل خارج برابر" ——— عمران نے اس طرح جواب دیا جیسے حساب کا سوال حل کر رہا ہو۔

"ان کا مکمل تعارف تم نے نہیں کرایا" ——— راجر نے برا سا منہ بناتے ہوئے شہلا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ بے چاری میرا تعارف کیا جانے ——— میں خود کرا دیتا ہوں۔ بلکہ لکھ دیتا ہوں ——— آپ پنسل کاغذ سنبھال لیں اور لکھیں اٹھائیں ناں پنسل کاغذ" ——— عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ پنسل کاغذ تلاش کر رہا ہو۔

"فرمائیے فرمائیے ——— لکھ بھی لیں گے۔ اگر لکھنے کے قابل ہوا تو" ——— راجر نے کہا۔

"اوہ ——— اچھا اچھا ——— میں سمجھ گیا ——— یعنی لکھنا آپ

کے لئے پرابلم ہے۔ کوئی بات نہیں۔ اب بھی وقت نہیں گیا۔ آپ تعلیم بالغاں کے کسی سنٹر میں داخلہ لے لیں ——— لکھنا پڑھنا سیکھ جائیں گے" ——— عمران نے بڑے سادہ اور ہمدردانہ انداز میں مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب ——— آپ اپنا تعارف کرا رہے تھے" شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں ——— تعارف تو پھر ہو جائے تعارف۔ تو دوستو ——— کان کھول کر پورے کھول کر۔ ایسے کھول کر جیسے بند کھڑکیاں کھولی جاتی ہیں ——— اگر آپ سے نہ کھل سکیں تو کسی مستری کو بلوا لیں" ——— عمران کی رو ایک بار پھر پلٹ گئی تھی۔

"اجی ——— وہ تعارف" ——— شہلا نے اسے ایک بار پھر ٹوکتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں ——— تو میرا نام ——— چلیں چھوڑیں نام میں کیا رکھا ہے ——— آپ کے ملک کے ڈرامہ نگار شکسپیئر نے کہا ہے کہ نام میں کیا رکھا ہے۔ اگر گلاب کے پھول کا نام گلاب نہ ہوتا تو کیا اس کی خوشبو ختم ہو جاتی ——— بات تو درست لگتی ہے لیکن جناب ——— یہ بھی تو سوچئے اگر گلاب کے پھول کا نام گوبھی کا پھول رکھ دیا جاتا تو پھر لوگ اسے سونگھنے کی بجائے پکانا شروع کر دیتے ——— جمن نجومی تو کہتا ہے۔ نام ہی سب کچھ ہے۔ اگر آپ کا نام عاقل فاضل ہے تو یقیناً آپ جاہل مطلق ہوں گے۔

اور اگر آپ کا نام نہیں سکھ ہو گا تو پھر آپ کے اندھے ہونے میں
کوئی شک نہیں ہو سکتا ۔۔۔ اگر آپ ۔۔۔۔" ۔۔۔ عمران
نے باقاعدہ مثالیں دینی شروع کر دیں۔
"کیا بکواس ہے ۔۔۔ شہلا ۔۔۔ کیا تم میرا وقت ضائع
کرنے کے لئے اس احمق کو یہاں پکڑ لائی ہو" ۔۔۔ راجر کا پیمانہ
صبر لبریز ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ چیخ پڑا۔
"عمران صاحب ۔۔۔ پلیز ۔۔۔ سنجیدگی اختیار کریں۔ راجر
بے حد سنجیدہ آدمی ہے۔ اسے وقت کا بڑا احساس رہتا ہے"
شہلا نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔
"وقت کا احساس اچھی چیز ہے۔ دانشور کہتے ہیں وقت ایک
چکر ہے۔ سرکل ہے ۔۔۔ اور جب اس سرکل کو توڑ دیا جائے تو
پھر یہ ڈیتھ سرکل بن جاتا ہے" ۔۔۔ عمران نے بڑے معصوم
سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کی تیز نظریں ڈیتھ
سرکل کے الفاظ کہتے ہوئے شہلا اور راجر کے چہرے پر جمی ہوئی
تھیں۔
"پھر وہی بکواس" ۔۔۔ راجر نے چونک کر لہجے میں مصنوعی
غصہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔ لیکن عمران کی نظروں سے ان دونوں
کی آنکھوں میں ڈیتھ سرکل کے الفاظ سننے پر ظاہر ہونے والے
تاثرات چھپے نہ رہ سکے ۔۔۔ اور اسی مقصد کے لئے تو اس
نے جان بوجھ کر یہ الفاظ ادا کئے تھے۔
"کمال ہے ۔۔۔ آپ موت کے اس سرکل یعنی ڈیتھ سرکل

کو بکواس کہہ رہے ہیں۔ جب کہ موت اٹل حقیقت ہے۔ یہ اور
بات ہے کہ کچھ لوگ اس چکر میں دوسروں کو پھنسانا چاہتے ہیں۔
اور کچھ خود ہی پھنس جاتے ہیں" ۔۔۔ عمران نے فلسفیانہ انداز
میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"عمران صاحب ۔۔۔ یہ آپ نے کیا ڈیتھ سرکل کی رٹ شروع
کر دی ہے۔ آخر اس کا مطلب کیا ہے" ۔۔۔ اس بار شہلا
نے بھی سخت لہجے میں کہا۔
"پھر وہی مطلب ۔۔۔ اس بار تو مطلب مجھے بھی نہیں آتا۔
اچھا دوستو ۔۔۔ تو پھر تعارف ہو جائے۔ میرا نام حقیر، فقیر
پر تقصیر، ہیچ مدان ۔۔۔ بندہ نادان ۔۔۔ جس کا باورچی
سلیمان ۔۔۔ جس کا باپ سر رحمان ۔۔۔ اور جس کا باس
سر سلطان ۔۔۔ جس کے پاس نہیں کوئی سامان ۔۔۔ اس
بندہ نادان ۔۔۔ بے روح اور بے جان ۔۔۔ ارے ارے۔
یہ تو غلط ہو گیا۔ باروح اور باجان ہونا چاہیئے کا نام علی عمران۔
ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی (آکسن) ہے" ۔۔۔ عمران
نے بڑی تفصیل کے ساتھ اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔
"ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی (آکسن)" ۔۔۔ راجر اور
شہلا نے بیک وقت بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ان دونوں کے
چہروں پر اس کی ڈگریاں سن کر حیرت کے تاثرات چھا گئے
تھے۔
"ایک اور ڈگری بھی ہے۔ مگر میں اسے ہمیشہ بوتل میں بند

رکھتا ہوں۔ یہ ڈگری بڑی سخت ہے۔ اس ڈگری کے چار قطرے
بھی کسی کو پلا دیئے جائیں تو پھر وہ بندہ بے دام، غلام ابن غلام
ہو جاتا ہے ـــــ اور اس ڈگری کو ایم۔ زیڈ کہتے ہیں"۔
عمران نے بڑے پر اسرار انداز میں ایم۔ زیڈ کے الفاظ ادا کرتے
ہوئے کہا۔

اس بار شہلا اور راجر پر ان الفاظ کا زبردست ردعمل
ہوا ـــــ راجر تو بے اختیار اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے لمحے
اس نے انتہائی پھرتی سے سائیلنسر لگا ریوالور نکال لیا۔ شہلا
بھی اٹھ کر تیزی سے ایک طرف ہٹتی چلی گئی ـــــ اس کے
چہرے پر بھی شدید خوف اور حیرت کے آثار ابھر آئے تھے۔

"بتاؤ ـــــ یہ تم نے ایم۔ زیڈ کے بارے میں کہاں سے
معلومات حاصل کی ہیں۔ بتاؤ ـــــ ورنہ گولی مار دوں گا"۔
راجر نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"راجر ـــــ یہ فیاض کا ساتھی ہے۔ اور سنو ـــــ میں
نے فیاض کو ٹریپ کر لیا تھا۔ میں نے اس کے دفتر میں موجود
فائل بھی دیکھ لی ہے ـــــ اس میں ایم۔ زیڈ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔
وہ سطحی سی اطلاع ہے جو برطانیہ سیکرٹ سروس نے سرکاری
طور پر دی ہے۔ فیاض نے سارا کام اس آدمی کے ذمہ لگا دیا
ہے ـــــ میں تمہارے ساتھ بات کرنے کے لئے یہاں آئی تو
ہال میں یہ نظر آ گیا۔ چنانچہ میں اسے یہاں لے آئی ہوں"۔
شہلا نے جلدی جلدی رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ــــ لیکن اسے میرے متعلق کس نے اطلاع دی۔ کہ میں ڈیتھ سرکل سے منسلک ہوں ــــ اور پھر ایم۔ زیڈ ــــ بوتل اور چار قطرے ــــ اس کا مطلب ہے یہ احمق ضرورت سے کچھ زیادہ ہی جانتا ہے" ــــ راجر نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"اگر یہ جانتا بھی ہے تو اسے مزید جاننے کے لئے مہلت نہیں ملنی چاہیئے" ــــ شہلا نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ دوسرے لمحے اس نے بھی بلاوز سے ایک چھوٹا سا پستول برآمد کر لیا۔

"مگر عمران ان دونوں کے درمیان کرسی پہ یوں اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا جیسے یہ اسلحہ پلاسٹک کا بنا ہوا ہو ــــ اور اسے ان سے کوئی خطرہ نہ ہو۔

"بھئی ــــ ابھی تو میں نے آدھا تعارف ہی کرایا ہے۔ کہ تم دونوں گھبرا گئے ہو ــــ ناراضگی چھوڑو۔ باقی تعارف نہیں کراتا۔ اتنا ہی کافی ہے" ــــ عمران نے کہا۔ ویسے وہ دل ہی دل میں اپنی خوش قسمتی پہ ہنس رہا تھا کہ قسمت نے خود بخود اُسے اصل مجرم سے ٹکرا دیا ہے ــــ اب یہ بات بھی یقینی ہو گئی تھی کہ اس ادھیڑ عمر غیر ملکی انجینئر نے بھی اسی راجر کو ہی فون کیا ہو گا۔

"شٹ اپ ــــ سنو ــــ جو کچھ تم ڈیتھ سرکل کے بارے میں جانتے ہو سب کچھ سچ سچ بتا دو۔ اس طرح شاید میں تمہاری جان بخشی دینے پہ غور کر دوں" ــــ راجر نے انتہائی سخت

لہجے میں کہا۔

"ڈیتھ سرکل ــــ ارے کیا کہہ رہے ہو۔ کس خوف ناک سرکل کا نام لے رہے ہو ــــ نہیں بھائی ــــ مجھے مرنے کا فی الحال کوئی شوق نہیں۔ ابھی تو میں نے مس شہلا سے طوفانی قسم کا عشق کرنا ہے۔ تم ابھی سے ڈیتھ کا نام لے رہے ہو" عمران نے بڑے خوف زدہ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے راجر ــــ اسے زیادہ ڈھیل دینا اپنے ساتھ زیادتی ہے۔ جو کچھ یہ جانتا ہے اسے اپنے ساتھ قبر میں لے جانا چاہیئے" ــــ شہلا نے سخت لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے اس نے ٹریگر پہ انگلی کی گرفت سخت کر دی۔

"ٹھہرو شہلا ــــ جلدی مت کرو۔ ورنہ اس کی لاش یہاں سے لے جانا مسئلہ بن جائے گی ــــ ہم اسے یہاں سے لے جا کر کسی سنسان جگہ پہ قتل کریں گے" ــــ اچانک راجر نے ڈچ زبان میں شہلا سے مخاطب ہو کر کہا اور شہلا نے سر ہلا دیا۔

راجر نے شاید یہ سمجھا تھا کہ یہ پاکیشیا میں رہنے والا احمق سا آدمی بھلا ڈچ زبان کیسے جانتا ہو گا ــــ اب اُسے کیا معلوم کہ عمران ڈچ زبان اس طرح بولتا اور سمجھتا تھا جیسے ڈچ اس کی مادری زبان ہو۔ لیکن عمران نے جان بوجھ کر اپنا چہرہ بے تاثر ہی رکھا۔

"بھئی ـــــ یہ کون سی زبان میں تم دونوں نے باتیں شروع کر دیں۔ اچھے بھلے سیدھی سادھی انٹرنیشنل زبان میں گفتگو ہو رہی تھی پھر یہ پٹڑی کیوں بدل ڈالی" ـــــ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"تم کھڑے ہو جاؤ ـــــ اور دیوار کی طرف منہ کر لو۔ خبردار۔ اگر غلط حرکت کی تو گولی مار دوں گا" ـــــ راجر نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"واہ واہ ـــــ دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا کوئی صحیح حرکت ہے۔ بلکہ یہ تو سرے سے کوئی حرکت ہی نہیں" عمران نے پُر زور انداز میں احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"میں کہتا ہوں اٹھو ـــــ ورنہ گولی مار دوں گا" ـــــ راجر نے کہا۔

"گولی ـــــ اچھا ـــــ بے شک مار دو۔ میں اٹھا کر کھا لوں گا۔ لیکن گولی میٹھی ہونی چاہیئے ـــــ کڑوی گولی کھانے سے مجھے الرجی ہو جاتی ہے" ـــــ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔ مگر دوسرے لمحے وہ یوں خوف زدہ انداز میں اچھل کر کرسی سے نیچے گرا۔ جیسے کوئی بچہ اچانک اپنے اوپر چھپکلی گر جانے سے ڈر کر گرتا ہے۔ کیونکہ عمران کا فقرہ ختم ہوتے ہی راجر نے ٹریگر دبا دیا تھا۔ اور ہلکی سی ٹھس کے ساتھ ہی گولی عمران کے کان کے پاس سے گزر کر پچھلی دیوار سے جا ٹکرائی تھی۔

"کھڑے ہو جاؤ ـــــ ورنہ اس بار گولی سینے میں گھس جائے گی"

راجر نے سخت لہجے میں کہا۔

اور عمران ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ یوں اٹین شن کھڑا تھا جیسے پریڈ کرتے ہوئے کسی بڑے افسر کو سلامی دے رہا ہو۔

"دیوار کی طرف منہ کر لو ـــــ جلدی" ـــــ راجر نے قریب آتے ہوئے کہا۔

اور عمران فوجی انداز میں اباؤٹ ٹرن ہوا۔ اور پھر مارچ کرنے کے انداز میں قدم اٹھاتا سائیڈ کی دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا ـــــ راجر نے اس کی پشت پر رک کر ایک ہاتھ سے بڑی پھرتی اور مہارت سے اس کی جیبوں کی تلاشی لے لی ـــــ لیکن عمران کی جیب میں کچھ ہوتا تو اسے ملتا۔

"ٹھیک ہے ـــــ سیدھے ہو جاؤ" ـــــ راجر نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور عمران اسی طرح کھڑے کھڑے دوبارہ اباؤٹ ٹرن ہو گیا۔

"سنو ـــــ اب تم یہاں سے ہمارے ساتھ باہر چلو گے۔ اس طرح جیسے دوستوں کے ساتھ جا رہے ہو۔ اگر تم نے شور مچانے یا کسی کو اشارہ کرنے کی کوشش کی تو وہیں ڈھیر کر دوں گا" ـــــ راجر نے عمران کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"باہر ـــــ مگر کہاں ـــــ کیا فلم دکھانے کا ارادہ ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر تم کباب میں ہڈی کیوں بنتے ہو۔ میں اور شہلا ہی کافی ہیں" ـــــ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"بکواس مت کرو" ـــــ راجہ نے چیختے ہوئے کہا۔ اور پھر اُسے ریوالور سے دروازے کی طرف چلنے کے لئے کہا۔

"یار ـــــ تم تو بات بات پر چیخ پڑتے ہو۔ تمہارے گلے میں بھی سائیلنسر فٹ کرنا پڑے گا ـــــ ورنہ میں تو تمہاری چیخیں سن سن کر بہرہ ہو جاؤں گا" ـــــ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ دروازے کی طرف مڑ گیا۔ راجہ نے اس کے مڑتے ہی تیزی سے ریوالور کوٹ کی جیب میں ڈالا۔ اور پھر وہ عمران سے ایک قدم پیچھے چل پڑا ـــــ شہلا نے بھی پستول واپس اپنے بلاؤز میں چھپایا اور وہ بھی باہر نکل آئی۔

عمران نے باہر نکلتے ہی ایک طرف سے جولیا کو اپنی طرف آتے دیکھا ـــــ جولیا کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بھی کسی کمرے سے نکل کر سیڑھیوں کی طرف آ رہی ہو۔ عمران اُسی طرح لاپرواہی سے آگے بڑھتا چلا گیا ـــــ شہلا اور راجہ اس کے دائیں بائیں چل رہے تھے۔ ان کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر بے حد چوکنا ہیں ـــــ جولیا بھی چہرے پر کوئی تاثر پیدا کئے بغیر تیزی سے ان کے قریب سے گزری اور پھر ان سے آگے سیڑھیاں اترتی چلی گئی۔

"ایک بار پھر کہہ رہا ہوں کہ کوئی غلط حرکت مت کرنا۔ ورنہ میں ایک لمحہ بھی توقف نہیں کروں گا" ـــــ راجہ نے سرگوشیانہ انداز میں عمران سے کہا اور عمران نے یوں سر ہلایا جیسے اُسے اس بات کی پوری طرح سمجھ آ گئی ہو۔

سیڑھیاں اتر کر وہ ہال میں پہنچے اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتے مین گیٹ سے باہر نکلتے چلے آئے ـــــ اب راجہ اور شہلا کو کیا پتہ کہ عمران تو خود ہی چاہتا تھا کہ اس بھرے پُرے ہوٹل سے باہر نکلا جائے ـــــ ورنہ ظاہر ہے وہ بے چارے عمران کو غلط حرکت کرنے سے روکنے پر کیسے قادر ہو سکتے تھے۔

"میری کار ادھر موجود ہے" ـــــ شہلا نے باہر نکلتے ہی کہا۔ اور پھر راجہ نے عمران کو اس کار کی طرف بڑھنے کے لئے کہا۔

چند لمحوں بعد وہ شہلا کی کار کے قریب پہنچ گئے۔ اور راجہ عمران سمیت پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا ـــــ جبکہ شہلا نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"ساحل سمندر پر چلو ـــــ ویران علاقے میں" ـــــ راجہ نے ایک بار پھر ڈچ زبان میں کہا۔ اور شہلا نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی ـــــ عمران نے کار میں بیٹھتے ہی سیٹ سے سر ٹکا دیا تھا اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں جیسے اُسے زبردست نیند آ رہی ہو ـــــ اور پھر اس کے خراٹوں کے ہلکے ہلکے سائرن بجنا شروع ہو گئے۔

"یہ تو سو گیا ـــــ عجیب احمق آدمی ہے۔ اسے خطرے کا احساس تک نہیں" ـــــ شہلا نے بیک مرر میں عمران کی حالت دیکھتے ہوئے ڈچ زبان میں کہا۔

"سونے دو ـــــ اس طرح یہ ہمارا کام آسان کر رہا ہے۔

لیکن اسے ایم۔ زیڈ کے بارے میں کیسے علم ہوا۔ اور پھر بوتل اور قطرے ـــــ اور اس کے ساتھ ہی ٹرنکورا ہوٹل میں اس کی موجودگی۔ مجھے حالات توقع سے کہیں زیادہ سیریس محسوس ہو رہے ہیں" ـــــ راجر نے ڈچ زبان میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں خود اس کی معلومات پر حیران ہوں۔ حالاں کہ اسے یہ کیس فیاض نے دیا ہے ـــــ اور اسے میں نے اچھی طرح کھنگالا ہے۔ وہ اگر ایم۔ زیڈ کے بارے میں کچھ جانتا ہوتا تو اگل دیتا" شہلا نے جواب دیا۔

"مگر تم اسے میرے کمرے میں کیوں لے آئی تھیں" راجر نے کہا۔

"دراصل میں اسے صرف تمہیں دکھانے کے لئے آئی تھی۔ تاکہ تم اس کی ٹائپ سمجھ جاؤ ـــــ میں نے اس کی رہائش گاہ کا بھی پتہ چلا لیا تھا۔ لیکن یہ تو اچھا ہوا کہ یہ خود ہی کھل گیا" شہلا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ اب میں دیکھتا ہوں کہ یہ مزید کیسے نہیں کھلتا۔ میں اس کی ہڈیاں توڑ ڈالوں گا۔ اسے سب کچھ اگلنا پڑے گا" ـــــ راجر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اور شہلا نے سر ہلا دیا۔ وہ راجر کے متعلق اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ کیسا آدمی ہے۔ دشمنوں کے لئے وہ قطعی طور پر بے رحم ثابت ہوتا تھا ـــــ اور وہ تصور ہی تصور میں اس احمق نوجوان کے جسم کو قیمہ ہوتے

دیکھ رہی تھی۔

کار اب شہر سے نکل کر ساحل سمندر کی طرف جانے والی سڑک پر تقریباً اڑتی ہوئی جا رہی تھی ـــــ شہلا نے بیک مرر پر تعاقب کا بھی اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ لیکن سڑک پر اکا دکا گاڑیاں آ جا رہی تھیں کوئی مشکوک گاڑی اسے نظر نہ آئی ـــــ عمران بدستور خراٹے لے رہا تھا۔ جب کہ راجر بڑے چوکنے انداز میں ریوالور سنبھالے عمران کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں عمران پر گڑی ہوئی تھیں۔

ساحل سمندر پہنچنے تک کار میں خاموشی طاری رہی۔ اور پھر کار شہلا نے اس علاقے کی طرف موڑ دی جدھر صرف ریت ہی ریت تھی ـــــ تقریباً دس منٹ تک مسلسل ریت میں گاڑی چلانے کے بعد وہ ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں دور دور تک سوائے ریت کے ٹیلوں کے اور کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔

"بس ـــــ ٹھیک ہے ـــــ یہاں گاڑی روک دو" راجر نے شہلا سے مخاطب ہو کر کہا اور شہلا نے بریک مار دیئے۔ اچانک گاڑی کو جھٹکا لگنے سے عمران نے آنکھیں کھول دیں۔

"اچھا ـــــ سینما ہال آ گیا ـــــ بہت خوب ـــــ مگر یہ تو کوئی صحرائی سی فلم ہے۔ یہاں کہاں آ پھنسے ہم ـــــ یار کوئی رومانی سی فلم دیکھنی تھی" ـــــ عمران نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

مگر کسی نے ... ـــــ دروازہ کھول کر نیچے اترا اور ... ـــــ

لمحے اس نے عمران کا بازو پکڑ کر اُسے زوردار جھٹکا دیتے ہوئے باہر کی طرف
کھینچا اور عمران یوں اچھل کر باہر نکل آیا جیسے وہ خود اسی انتظار میں ہو
کہ کوئی آکر اُسے باہر کی طرف کھینچے۔

باہر نکلتے ہی راجر نے ریوالور جیب میں رکھا اور دوسرے لمحے
وہ عمران پر بھوکے درندے کی طرح جھپٹ پڑا ـــــ مگر عمران نے
جھکائی دے کر اپنے آپ کو اس کے حملے سے بچایا۔ اور پھر وہ تیزی
سے کار کی دوسری طرف بھاگتا چلا گیا۔

"ارے ارے ـــ بچاؤ ـــ یہ تو آدم خور معلوم ہوتا ہے"
عمران کا انداز خوف زدہ بچے جیسا تھا۔

"ٹھہرو ـــ خبردار" ـــ اچانک شہلا نے کہا اور اُسی لمحے
اس نے عمران پر گولی چلا دی۔ وہ بھی اپنا پستول دوبارہ برآمد کر چکی
تھی ـــ مگر اس کی گولی کار کی چھت پر لگ کر پھسلتی ہوئی ریت میں
دفن ہو گئی۔ عمران بڑی پھرتی سے کار کی آڑ میں دبک گیا تھا۔

راجر چیختا ہوا عمران کے پیچھے بھاگا۔ اس نے بھی پھرتی سے جیب
سے ریوالور نکال لیا تھا ـــ اس کا چہرہ غصے سے آگ بنا ہوا تھا۔
اور پھر جیسے ہی وہ کار کی دوسری طرف پہنچا، وہ ٹھٹھک کر رک گیا
عمران غائب تھا۔

"ارے ـــ یہ کہاں گیا" ـــ راجر نے حیرت سے چیخ کر کہا۔
کیوں کہ کار کی دوسری طرف شہلا موجود تھی اور اس طرف راجر۔ مگر
عمران غائب ہو چکا تھا ـــ اور اُسی لمحے اُسے عمران کے بوٹ
کار کے نیچے نظر آ گئے۔

"یہ کار کے نیچے موجود ہے" ـــ راجر نے چیختے ہوئے کہا اور
اس کے ساتھ ہی اس نے عمران کے پیروں پر گولی چلا دی۔ مگر یہ
گولی بھی ضائع چلی گئی ـــ کیوں کہ عمران کے بوٹ ایک لمحہ پہلے
کار کے اندر غائب ہو چکے تھے اور اُسی لمحے شہلا کی چیخ سنائی دی
وہ ایک دھماکے سے نیچے گری تھی ـــ اور راجر اس کی چیخ سنتے
ہی تیزی سے بھاگتا ہوا کار کی دوسری طرف آیا۔ مگر یہاں بھی عمران
موجود نہ تھا۔ جب کہ شہلا اب نیچے گر کر اٹھ رہی تھی۔

"ارے ـــ میرا پستول" ـــ شہلا نے اٹھ کر چیختے ہوئے
کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ دونوں سنبھلتے اچانک ایک ہلکا سا
دھماکہ ہوا۔ اور راجر چیخ مار کر اچھل پڑا ـــ اس کے ہاتھ سے
ریوالور نکل کر ـــ ریت میں جا گرا تھا۔ گولی کار کی دوسری طرف
سے چلائی گئی تھی ـــ اور راجر اور شہلا چونک کر مڑے تو عمران
بڑے مطمئن انداز میں شہلا کا پستول پکڑے اور کار کی چھت پر
کہنیاں ٹکائے کھڑا تھا۔

"کمال ہے ـــ یہ تو اصلی پستول ہے۔ میں سمجھا تھا پلاسٹک
کا ہے" ـــ عمران کے لہجے میں بے پناہ حیرت کی جھلکیاں نمایاں
تھیں۔ وہ اس طرح پستول کو دیکھ رہا تھا جیسے اُسے اب بھی
یقین نہ آ رہا تھا کہ یہ اصلی ہے۔

راجر نے اُسے پستول کی طرف متوجہ دیکھ کر اپنے ریوالور کی
طرف چھلانگ لگائی ـــ مگر عمران نے بجلی کی سی پھرتی سے پستول
سیدھا کیا اور دوسرے لمحے گولی بھاگتے ہوئے راجر کی دونوں

ٹانگوں کے درمیان سے گزر کر ریت پر پڑے ہوئے ریوالور کے
دستے پر پڑی اور ریوالور اچھل کر دور جا گرا۔
شہلا اب ایک لمحے تو ٹھٹھکے ہوئے انداز میں کھڑی رہی۔ مگر
دوسرے لمحے وہ تیزی سے نیچے گری ـــــ اور پھر اس سے پہلے کہ
عمران اس کی اس حرکت کا مقصد سمجھتا۔ شہلا ایک بار پھر اچھل کر کھڑی
ہوئی اور پھر عمران کے چہرے اور آنکھوں پر ریت کی بوچھاڑ پڑی۔
شہلا نے حیرت انگیز ذہانت کا مظاہرہ کیا تھا ـــــ اس نے ریت
کی مٹھی بھر کر عمران کی آنکھوں پر مار دی تھی اور عمران اس اچانک
اور غیر متوقع حربے کے سامنے بے بس ہو گیا ـــــ ریت آنکھوں
میں پڑتے ہی وہ اچھل کر پیچھے ہٹا اور پستول اس کے ہاتھوں سے
گر پڑا۔ اور وہ تیزی سے اپنی آنکھیں ملنے لگا ـــــ اُسے یوں
محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بالکل ہی اندھا ہو گیا ہو۔ اس نے تیزی
سے اپنے دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کو رگڑا اور پھر تیزی سے
آنکھیں کھول دیں ـــــ لیکن ہلکی سی دھند کے علاوہ اُسے اور
کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ لیکن اسی دھند میں اس نے راجر کا اٹھتا ہوا ہاتھ
دیکھ لیا۔ اور دوسرے لمحے وہ نیچے غوطہ لگا گیا ـــــ اور راجر کے
ریوالور سے نکلنے والی گولی اس کے بالوں کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔ عمران
بجلی کی سی تیزی سے آنکھیں مل رہا تھا ـــــ لیکن آنکھوں سے بہنے
والا پانی آبشار کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ ریت نے اس کی آنکھوں
کو خاصا زخمی کر دیا تھا۔
"اب تم بچ کر نہیں جا سکتے" ـــــ اچانک راجر کی چیختی ہوئی

آواز سنائی دی۔ اور دوسرے لمحے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔
عمران نے یہی سمجھا کہ گولی اس کے جسم میں ترازو ہو جائے گی لیکن
گولی چلنے کے ساتھ ہی راجر کی چیخ سنائی دی ـــــ اور عمران
نے چونک کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ وہ کار سے
چند فٹ کے فاصلے پر ریت پر بیٹھا ہوا آنکھیں مل رہا تھا۔
"بھاگو ـــــ اس کے ساتھی آ گئے" ـــــ اچانک راجر کی
آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی تڑاتڑ گولیاں برسنی شروع
ہو گئیں۔
یہ آواز عمران کی پشت کی طرف سے خاصے فاصلے پر سے آ
رہی تھی ـــــ اور اُسی لمحے عمران کو دوسری طرف سے
کار کے دروازے کھلنے سنائی دیئے ـــــ عمران کی آنکھوں کے
سامنے ابھی تک دھند پھیلی ہوئی تھی۔ ریت نے واقعی تقریباً
اندھا ہی کر دیا تھا۔ اور پھر کار تیزی سے مڑتی محسوس کی۔ اور
دوسرے لمحے عمران نے وہیں بیٹھے بیٹھے چھلانگ لگائی ـــــ اور
تقریباً پانچ چھ فٹ دور جا گرا۔ یہ اس کی چھٹی حس تھی جس نے
اسے آخری لمحے میں بچا لیا تھا ـــــ ورنہ راجر نے کار موڑ کر
عمران کو کار سے کچلنے کی آخری کوشش کی تھی۔ اور کار کے پہیوں
کے مڑنے اور آواز سے ہی عمران ان کا مقصد سمجھ گیا تھا۔ کار
پہیوں کی آواز سے اس کے قریب سے گزرتی چلی گئی ـــــ اُسی
لمحے تڑتڑاہٹ کی آوازیں ایک بار پھر گونجیں۔ لیکن کار آگے بڑھتی
چلی گئی ـــــ اور اُسی لمحے عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب اُسے

کچھ کچھ نظر آنے لگ گیا تھا۔ لیکن آنکھوں میں ابھی تک شدید مرچیں لگی ہوئی تھیں۔

وہ فائرنگ کے انداز سے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ فائرنگ جولیا نے کی ہے ــــ اور پھر چند لمحوں بعد ایک ٹیلے کی آڑ سے جولیا بھاگتی ہوئی عمران کی طرف آئی۔

"شکر ہے ــــ تم بچ گئے ــــ اگر میں اچانک فائر نہ کرتی تو اس بار وہ یقیناً تمہیں نشانہ بنا لیتا" ــــ جولیا نے قریب آ کر کہا۔

"تم نے خواہ مخواہ تکلف کیا ــــ مرنے دینا تھا۔ کم از کم تنویر تو خوشی سے بھنگڑہ ڈالتا کہ ایک رقیب روسفید تو ختم ہوا" عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چھوڑو ــــ یہ بتاؤ تمہاری آنکھوں کا کیا حال ہے۔ اس کتیا نے خوف ناک وار کیا تھا" ــــ جولیا نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"کتیا ہمیشہ خوف ناک وار کرتی ہے ــــ بہرحال اب ٹھیک ہے" ــــ عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھیں بُری طرح سرخ ہو رہی تھیں۔

"میں تعاقب کرتی ہوئی یہاں تک پہنچ گئی۔ میں نے کار ٹیلے کی آڑ میں روکی ــــ اور عین اس وقت میں نے تم لوگوں کو چیک کیا۔ جب وہ تمہاری آنکھوں میں ریت ڈال رہی تھی" جولیا نے کہا۔

"آنکھوں میں خاک ڈالنا تو سنا تھا آج یہ بھی پتہ چل گیا۔ کہ خاک کی بجائے ریت بھی ڈالی جاتی ہے ــــ بہرحال آؤ ــــ وہ لوگ تو نکل گئے" ــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر جولیا کے ساتھ چلتا ہوا وہ اس ٹیلے کی طرف بڑھتا چلا گیا جس کے پیچھے اس کی کار موجود تھی۔

کار تیزی سے شہر کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی ۔ راجر سٹیرنگ پر بیٹھا ہوا تھا جب کہ پچھلی نشست پر شہلا موجود تھی ۔ شہلا کے چہرے پر شدید پریشانی اور گھبراہٹ کے آثار نمایاں تھے ۔۔۔ جب کہ راجر غصے کی شدت سے دانت پیس رہا تھا ۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا ۔۔۔ آنکھوں سے چنگاریاں سی نکل رہی تھیں ۔

"اس کے ساتھی نجانے کہاں سے ٹپک پڑے" ۔۔۔ راجر نے دانت پیستے ہوئے بیک مرر پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا ۔

"حالاں کہ میں نے اچھی طرح چیک کیا تھا ۔ پھر بھی وہ اچانک ٹپک پڑے" ۔۔۔ شہلا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا ۔

"یہ پہلا ملک ہے جہاں اس قسم کے حالات پیش آ رہے ہیں ۔ ورنہ اس سے قبل ڈیتھ سرکل ہمیشہ خاموشی سے کام کرتی رہی ہے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی ۔۔۔ صرف انٹیلی جنس

وغیرہ نے ڈیتھ سرکل کا نام ہی سن رکھا تھا ۔ لیکن یہاں تو یہ احمق ہمارے بنیادی راز تک پہنچ چکے ہیں" ۔۔۔ راجر نے کہا ۔

"ویسے راجر ۔۔۔ یہ شخص بے حد چالاک اور عیار ہے ۔ اس نے کس عیاری سے مجھے گرا کر میرا پستول چھین لیا ۔ اور اس طرح صورت حال ہی بدل ڈالی ۔۔۔ اس کی آنکھوں میں ریت نہ ڈالتی تو وہ ہمیں بھاگنے بھی نہ دیتا" ۔۔۔ شہلا نے کہا ۔

"تمہاری بات درست ہے شہلا ۔۔۔ ہم نے اس آدمی کے متعلق غلط اندازہ لگایا ہے ۔ یہ شخص واقعی بے حد خطرناک اور عیار ہے ۔۔۔ اس کے ساتھ اور طریقے سے نپٹنا ہو گا" ۔ راجر نے جواب دیا ۔

"اب تو اس آدمی کی موت کے بغیر ہمارا مشن چل ہی نہیں سکتا" ۔۔۔ شہلا نے کہا ۔

"ہاں ۔۔۔ اب اسے ہر قیمت پر مرنا ہو گا ۔ ڈیتھ سرکل کا اس ملک میں یہ سب سے بڑا اشکار ہو گا" ۔۔۔ راجر نے جواب دیا ۔

"تو اب تم کیا کرو گے" ۔۔۔ شہلا نے پوچھا ۔

"میں تمہیں تمہاری رہائش گاہ پر اتار کر ہیڈ کوارٹر جاؤں گا ۔ اور باس کو سارے واقعات کی رپورٹ کروں گا ۔۔۔ اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ ہو سکتا ہے" ۔۔۔ راجر نے سر ہلاتے ہوئے کہا ۔

"مجھے بھی ہیڈ کوارٹر لے چلو ۔۔۔ ایسا نہ ہو یہ آدمی میری رہائش گاہ کا پتہ لگا کر وہاں آ دھمکے" ۔۔۔ شہلا نے خوف زدہ لہجے

میں کہا۔

" ایسی کوئی بات نہیں ــــ گھبرانے سے کام نہیں چلے گا۔ تم اپنی رہائش گاہ پر نہیں جانا چاہتیں تو پھر تم جوزفین کلب میں ٹھہر جاؤ۔ وہاں مارگریٹ کا کمرہ خالی ہے ــــ وہ ایسی جگہ ہے جہاں ان جیسا کوئی آدمی نہیں پہنچ سکتا۔ مادام جوزفین اپنے مہمانوں کی حفاظت کرنا جانتی ہے۔ باس سے بات کر کے اگر تمہارے متعلق کوئی ہدایت ہوئی تو میں تم سے وہیں رابطہ قائم کر لوں گا۔ ورنہ تم وہاں سے باہر نہ نکلنا ــــ جب تک یہ آدمی اور اس کے ساتھی قبروں میں نہیں پہنچا دیئے جاتے" ــــ راجر نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے ــــ بالکل ٹھیک ہے" ــــ شہلا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" اس عمران کی رہائش گاہ کا تمہیں علم ہے" ــــ راجر نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

" ہاں ــــ یہ کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر ۲۰۰ میں اپنے ایک باورچی سلیمان کے ساتھ رہتا ہے" ــــ شہلا نے جلدی سے جواب دیا۔

" اوکے ــــ اب یہ ہمارے ہاتھوں سے بچ کر نہیں نکل سکتا" ــــ راجر نے بڑے با اعتماد لہجے میں کہا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے کار جوزفین کلب کے گیٹ پر روکی۔ اور شہلا اتر کر اندر چلی گئی ــــ مارگریٹ کی وجہ سے

مادام جوزفین چونکہ اُسے اچھی طرح پہچانتی تھی اس لئے وہاں مارگریٹ کا کمرہ کھلوانا اس کے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا۔

راجر اُسے اتار کر کار چلاتا ہوا سیدھا گلشن کالونی کی طرف بڑھتا چلا گیا ــــ جہاں بطور باس اس نے ہیڈ کوارٹر بنایا ہوا تھا۔ اس نے تنظیم میں اپنی دو حیثیتیں بنائی ہوئی تھیں۔ ایک حیثیت میں وہ باس تھا۔ ڈیتھ سرکل کا پراسرار اور طاقت ور باس ــــ اور دوسری حیثیت میں وہ ایک عام ورکر تھا۔

راجر نے ہیڈ کوارٹر میں اپنے مخصوص کمرے میں پہنچتے ہی الماری سے ٹرانسمیٹر نکالا ــــ اور پھر اس پر فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ اب وہ ٹیلی فون کے استعمال کے سلسلے میں محتاط ہو گیا تھا۔ کیونکہ اب اس کے خیال کے مطابق انٹیلی جنس ڈیتھ سرکل کے پیچھے لگ گئی تھی ــــ اس لئے ٹیلی فون کال آسانی سے چیک کی جا سکتی تھی۔ فریکوئنسی سیٹ کرنے کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ تو اس میں سے تیز سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ اور ٹرانسمیٹر پر سرخ رنگ کا بلب جھمکنے لگا ــــ چند لمحوں بعد ہی بلب سبز ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی سیٹی کی آواز نکلنی بند ہو گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا ہے۔

" ہیلو ہیلو ــــ ڈی۔ ایس۔ باس کالنگ اوور"

راجر نے ڈیتھ سرکل کا مخصوص کوڈ دہراتے ہوئے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

" یس باس ــــ نمبر ٹو سپیکنگ اوور" ــــ دوسری

طرف سے ٹونی کی آواز سنائی دی۔ ٹونی نے بھی جواب میں اپنے نام کی بجائے کوڈ دوہرایا۔

"لڑکیوں کے مشن کا کیا ہوا اوور" ـــــــ راجر نے پوچھا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے کام مکمل ہوگیا ہے باس اوور"۔ دوسری طرف سے ٹونی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تفصیلی رپورٹ دو اوور" ـــــــ راجر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ایک کار میں چاروں کو بے ہوش کر کے لادا گیا۔ اور پھر کار کو ایک اونچی پہاڑی سے نیچے دھکیل دیا گیا اوور" ـــــــ ٹونی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــــ مگر وہ تو علیحدہ علیحدہ رہتی ہیں۔ پھر یہ کیسے اکٹھی ہوئیں اوور" ـــــــ راجر نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"شہلا کی آواز میں انہیں فرداً فرداً بلایا گیا اور پھر کام آسان ہو گیا اوور" ـــــــ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"او۔ کے ـــــــ ٹھیک ہے ـــــــ اب مزید ہدایات سنو۔ انتہائی اہم مشن درپیش ہے۔ کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر ۲۰۰ میں ایک احمق سا نوجوان رہتا ہے۔ اس کا نام علی عمران ہے ـــــــ بظاہر وہ انتہائی احمق اور پاگل سا شخص ہے مگر درحقیقت انتہائی عیار مکار اور ذہین آدمی ہے ـــــــ اسے فوری طور پر ہلاک کرنا ہے۔ چاہے کسی طرح بھی کرو۔ لیکن آج ہی یہ کام مکمل ہونا چاہیے۔ پورا گروپ اس کام پر لگا دو ـــــــ بے شک اس کا فلیٹ بم سے

اڑا دو۔ یا اسے سڑک پر گولی مار دو۔ کسی طرح بھی ہو اسے ہر قیمت پر ہلاک ہونا چاہیے اوور" ـــــــ راجر نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"اس کا حلیہ اور شناخت اوور" ـــــــ ٹونی نے جواب میں سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔ اور راجر نے تفصیل سے اسے عمران کا حلیہ اور قدوقامت کے متعلق بتا دیا۔

"مگر باس ـــــــ کیا یہ شخص واقعی اس قدر اہم ہے کہ اسے ہر حالت میں قتل ہونا چاہیے اوور" ـــــــ ٹونی نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"ٹونی ـــــــ تم جانتے ہو کہ ڈیتھ سرکل صرف اشد مجبوری کی بنا پر اس قسم کے اقدام کرتی ہے۔ یہ شخص عمران تنظیم کے لیے بے حد خطرناک آدمی ثابت ہو رہا ہے ـــــــ اس کا ٹکراؤ داجر اور شہلا کے ساتھ ہو چکا ہے۔ اور داجر سے پوری رپورٹ ملی ہے کہ وہ ایم۔ زیڈ تک پہنچ چکا ہے۔ اور یہ تنظیم کے لئے انتہائی خطرناک بات ہے اوور" ـــــــ راجر نے سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس ـــــــ واقعی اسے ختم ہونا چاہیے اوور" دوسری طرف سے ٹونی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سنو ـــــــ یہ مشن اتنا اہم ہے کہ میں کسی صورت ناکامی کی رپورٹ نہیں سننا چاہوں گا۔ اسے ہر قیمت پر ختم ہونا چاہیے۔ ہر قیمت پر اوور" ـــــــ راجر نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں باس ـــــــ ٹونی اپنے فرائض اچھی

طرح پہچانتا ہے اوور "۔۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ٹونی نے بڑے بااعتماد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اوکے۔۔۔۔۔۔ میں تمہاری رپورٹ کا انتظار کروں گا اوور اینڈ آل "۔۔۔۔۔۔ راجر نے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر آف کر کے اُسے واپس الماری میں رکھ دیا۔۔۔۔۔۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں تھے۔ کیونکہ اُسے علم تھا کہ ٹونی ایسے کاموں میں مہارت کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ یقیناً اپنے مشن میں کامیاب رہے گا۔

عمران کے سامنے ڈیتھ سرکل کی تمام صورت حال اب واضح ہو کر سامنے آگئی تھی۔۔۔۔۔۔ ہوٹل سے ملنے والی ایم۔ زیڈ کی بوتل میں موجود قطروں کو اس نے خود ہی دانش منزل کی لیبارٹری میں چیک کیا تھا۔ اور چیکنگ کا حیرت انگیز نتیجہ نکلا تھا۔۔۔۔۔۔ یہ ایسا عجیب و غریب مشروب تھا۔ جس کے چند قطرے انسان کی جنسی جبلت کو زبردست تحریک دیتے تھے۔ اس قدر زیادہ کہ انسان درندوں کی صف میں شامل ہو جاتا تھا۔۔۔۔۔۔ اس لئے اس کو ایک بار استعمال کر لینے کے بعد انسان ہمیشہ کے لئے اس کا غلام بن جاتا تھا۔۔۔۔۔۔ یہ منشیات کی بالکل منفرد قسم تھی۔ جو ذہن کو ماؤف کرنے کی بجائے صرف جنسی جبلت کو تحریک دیتی تھی۔۔۔۔۔۔ یہ ایسا خوفناک ہتھیار تھا جس کے ذریعے بڑے سے بڑا راز حاصل کیا جا سکتا تھا۔ اسے استعمال کرنے

والا شخص ہر طرح سے اسے سپلائی کرنے والے کا غلام ہو کر رہ جاتا تھا ۔۔۔ چونکہ ویٹر سے اُسے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یہ ایم۔ زیڈ نامی شیشی شہلا کے ہاتھ سے گری تھی۔ اس لئے شہلا کی شخصیت مشکوک ہو گئی ۔۔۔ اور پھر ٹائیگر کی رپورٹ پر وہ بس ویسے ہی ٹرنکورا ہوٹل جا نکلا۔ اور پھر وہاں شہلا اور راجر سے ٹکراؤ کے بعد ساری صورت حال کھل کر سامنے آ گئی۔ فیاض اس کے کہنے پر شہلا سے ٹکرا چکا تھا ۔۔۔ لیکن بجائے اس کے کہ شہلا سے وہ کچھ حاصل کرتا شہلا اُسے بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی ۔۔۔ اور پھر راجر کھل کر سامنے آ گیا۔ اس طرح ڈیتھ سرکل کے دو اہم ممبروں کے سامنے آنے کے ساتھ ساتھ ان کا مشن بھی سامنے آ گیا ۔۔۔ اور ظاہر ہے وہ مشن یہی ہو سکتا ہے کہ ایم۔ زیڈ کو یہاں کے اعلیٰ طبقوں میں خفیہ طور پر متعارف کرایا جائے ۔۔۔ اور جب وہ اس مشروب کے غلام بن جائیں تو پھر انہیں بلیک میل کر کے نہ صرف ان سے دولت کمائی جائے بلکہ سرکاری راز بھی حاصل کیے جا سکیں گے۔ اگر عمران کو اتفاق سے ایم۔ زیڈ کی شیشی ہاتھ نہ لگ جاتی تو شاید وہ ڈیتھ سرکل کے ان دو اہم ممبروں تک نہ پہنچ سکتا ۔۔۔ عمران نے اب فیصلہ کر لیا تھا کہ اس مشن کو فوری اختتام پذیر ہو جانا چاہیے ۔۔۔ ورنہ اگر یہ مشروب یہاں پھیل گیا۔ تو پھر اس پر کنٹرول بے حد مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کن ضرب لگانے کا مصمم ارادہ کر لیا ۔۔۔ لیکن اب مسئلہ تھا۔ ان دو ممبروں

اور ان کے دیگر ساتھیوں کی تلاش ۔۔۔ عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ اب راجر اور شہلا دونوں کچھ عرصے کے لئے زیر زمین چلے جائیں گے ۔۔۔ اس لئے انہیں براہِ راست تلاش کرنا مشکل تھا۔ لیکن عمران کے ذہن میں ابھی ۔۔۔ ایک کلیو موجود تھا۔ اور وہ کلیو تھا اس ادھیڑ عمر غیر ملکی انجینئر کا ۔۔۔ اس نے ٹرنکورا ہوٹل میں راجر سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اور ظاہر ہے اس نے فیاض کے چھاپے اور ڈیتھ سرکل کا ذکر کیا ہو گا ۔۔۔ اور پھر اس کے ذہن میں سر سلطان اور سر رحمان کی منتیں سماجتیں اور اس ادھیڑ عمر غیر ملکی کی اکڑ کا منظر بھی محفوظ تھا اور اس کا انتقام بھی لینا چاہتا تھا ۔۔۔ اس لئے اس نے فوری طور پر اس ادھیڑ عمر غیر ملکی پر ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ کر لیا۔ جولیا نے اُسے فلیٹ پر چھوڑ دیا تھا ۔۔۔ اور خود وہ شاید ایکسٹو کو رپورٹ دینے کے لئے اپنے فلیٹ میں چلی گئی تھی۔ اس لئے عمران فلیٹ کے اس مخصوص کمرے میں بیٹھا ہوا تھا تاکہ جولیا کی رپورٹ اٹنڈ کر کے اُسے مزید ہدایات دے سکے ۔۔۔ کیونکہ دانش منزل آج کل خالی پڑی ہوئی تھی۔ بلیک زیرو کو اس نے ایک خاص مشن پر بیرون ملک بھیجا ہوا تھا ۔۔۔ اس بار ایک سیدھا سادھا سا مشن سامنے آیا تھا۔ اور بلیک زیرو اڑ گیا کہ اس بار وہ خود اس مشن پر کام کرے گا اور وہ دانش منزل میں بیٹھے بیٹھے بے کار ہو چکا تھا ۔۔۔ چنانچہ عمران نے اُسے اجازت دے دی اور وہ سوائے جولیا کے باقی ممبروں کو لے کر اس مشن پر

روانہ ہوگیا تھا۔ چنانچہ اب ملک میں عمران اور جولیا ہی باقی رہ
گئے تھے ____ اس لئے اُسے معلوم تھا کہ جولیا کا فون خود بخود
دانش منزل سے ڈائریکٹ ہو کر فلیٹ میں ہی آئے گا۔
اُسی لمحے مخصوص ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے
مسکراتے ہوئے رسیور اٹھا لیا۔
"ایکسٹو" ____ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔
"جولیا بول رہی ہوں جناب ____ ایک اہم رپورٹ ہے"
دوسری طرف سے جولیا نے پرجوش لہجے میں کہا۔
"تمہید مت باندھو ____ رپورٹ دو" ____ عمران نے
انتہائی سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
"سوری سر ____ آپ نے مجھے شہلا کی نگرانی کے لئے
کہا تھا۔ میں نے اس کی نگرانی کی تو وہ انٹیلی جنس کے مرکزی
دفتر گئی اور وہاں اس نے سپرنٹنڈنٹ فیاض سے ملاقات
کی ____ اور پھر فیاض سول ڈریس میں اس کی کار پر بیٹھ کر
ہیڈ کوارٹر سے باہر آگیا۔ اور وہ دونوں گرین بیچ پر واقع ہوٹل
کے فیملی روم نمبر سولہ میں چلے گئے ____ جہاں شراب منگوائی
گئی۔ چونکہ وہاں ایسی کوئی جگہ نہ تھی جہاں سے ان کی گفتگو سنی
جاتی اس لئے میں صرف دور سے نگرانی کرتی رہی" ____ جولیا
نے سپاٹ لہجے میں رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔
اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ ظاہر ہے جولیا فیاض اور
شہلا کے فیملی روم میں جانے کے بعد وہاں جھانک بھی سکتی تو

نہ جھانکتی۔ اور ظاہر ہے جھانکے بغیر وہ گفتگو کیسے سن سکتی تھی۔ جولیا
گو مغربی لڑکی تھی ____ لیکن یہاں رہتے ہوئے اس میں لاشعوری
طور پر طبیعت میں مشرقی شرم و حیا کا احساس داخل ہو چکا تھا۔
اب اگر وہ بطور عمران جولیا سے بات کر رہا ہوتا تو پھر اُسے خوب
چھیڑتا ____ لیکن ظاہر ہے بطور ایکسٹو وہ زیادہ بات نہ کر
سکتا تھا۔
"پھر" ____ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔
"شہلا جناب تھوڑی دیر بعد باہر آگئی۔ اور پھر وہ وہاں سے
سیدھی ٹریکورا ہوٹل پہنچی ____ وہاں عمران پہلے سے موجود تھا۔
پھر عمران اور شہلا دونوں دوسری منزل کے ایک کمرے میں
چلے گئے جہاں ایک غیر ملکی پہلے سے رہتا تھا ____ شہلا اور وہ
غیر ملکی عمران کو جبراً ہوٹل سے باہر لے آئے اور اپنی کار میں بٹھا
کر ساحل سمندر کی طرف چل پڑے ____ میں عمران کی پوزیشن
دیکھتے ہی سمجھ گئی کہ اُسے زبردستی لے جایا جا رہا ہے۔ لیکن چونکہ
عمران اپنی حفاظت کر سکتا ہے اس لئے میں نے قریب سے
تعاقب کرنے کی بجائے طویل فاصلے سے ان کا تعاقب کیا۔
عمران کو ساحل سمندر کے ایک ویران علاقے میں لے جا کر
قتل کرنے کی کوشش کی گئی ____ جب عمران ان کے ہاتھوں
بے بس ہو گیا تب میں نے مداخلت کی اور ان پر فائر کھول دیا۔
جس پر وہ دونوں کار میں سوار ہو کر بھاگ نکلے ____ چونکہ عمران
کی آنکھوں میں ریت ڈال دی گئی تھی اور وہ تقریباً اندھا ہو چکا

تھا اس لئے میں شہلا اور اس غیر ملکی کا تعاقب کرنے کی بجائے
عمران کو سنبھالنے میں مصروف ہوگئی ــــ اور اس طرح وہ
لوگ نکل جانے میں کامیاب ہوگئے۔ اور اب میں عمران کو
اس کے فلیٹ پر چھوڑ کر آپ کو رپورٹ دے رہی ہوں تاکہ
آپ مجھے مزید ہدایات دے سکیں" ــــ جولیا نے کہا۔

"تمہیں شہلا کی نگرانی کی ہدایت دی گئی تھی یہ تو نہیں کہا گیا
تھا کہ تم عمران کو سنبھالتی پھرو" ــــ عمران نے جان بوجھ کر
انتہائی سرد لہجے میں جولیا کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"مم ــــ مگر باس ــــ عمران زخمی تھا۔ وہ اندھا ہو چکا
تھا۔ اگر میں اسے نہ سنبھالتی تو وہ وہاں سے خود چل کر نہ آسکتا
تھا" ــــ جولیا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تو کیا ہوتا ــــ کیا قیامت ٹوٹ پڑتی۔ عمران سیکرٹ
سروس کا ممبر ہی نہیں ہے ــــ اس لحاظ سے وہ ایک عام
آدمی ہے اور تم نے سرکاری فرائض چھوڑ کر اسے سنبھالنا شروع
کر دیا ــــ زیادہ سے زیادہ کیا ہوتا۔ عمران سمندر میں ڈوب
مرتا ــــ مر جاتا" ــــ عمران نے جان بوجھ کر لہجے کو انتہائی
سخت اور بے رحم بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ ــــ مگر سر...... عمران تو ہمارے کام آتا ہے"
جولیا کا لہجہ رو دینے والا ہوگیا ــــ اور عمران کے چہرے
پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ وہ تصور میں ہی جولیا کا چہرہ دیکھ رہا
تھا۔

"کام آنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم اسے سنبھالتے پھریں۔ کیا
سیکرٹ سروس عمران کے بغیر نہیں چل سکتی ــــ میرا خیال
ہے تمہیں کوڑھیوں کے ہسپتال میں ایک سال کے لئے نرس
بنا دیا جائے۔ تاکہ بیمار لوگوں کو سنبھالتی رہو ــــ اب سیکرٹ
سروس کا کام تمہارے بس کا نہیں رہا" ــــ عمران نے اسے
مزید رلانے کے لئے کہا۔

"یس ــــ باس ــــ معافی چاہتی ہوں۔ مجھ سے غلطی ہو
گئی ــــ معاف کر دیجئے آئندہ خیال رکھوں گی" ــــ جولیا
اب باقاعدہ رو پڑی تھی۔

"سنو جولیا ــــ تم سیکرٹ سروس کی رکن ہو۔ سماجی کارکن
نہیں ہو۔ تمہیں صرف اپنے فرائض کا خیال رکھنا ہوگا۔ اس قسم
کی ہمدردیوں کو دل سے نکال پھینکو ــــ اور سنو ــــ اس بار
میں آخری بار تمہیں معاف کر رہا ہوں۔ آئندہ تم نے اگر ایسی
غلطی کی تو ایسی عبرت ناک سزا دوں گا ــــ کہ تم اپنے آپ سے
بھی ہمدردی کرنے کے قابل نہ رہ جاؤ گی" ــــ عمران نے
غراتے ہوئے کہا۔ اور اسے دوسری طرف سے جولیا کے لمبے لمبے
سانس واضح طور پر سنائی دینے لگے ــــ وہ جولیا کی حالت
کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

"یس ــــ بہتر جناب" ــــ جولیا نے بڑی مشکل سے اپنے
آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"سنو ــــ اب تم نے عمران کی نگرانی کرنی ہے۔ مجھے

اطلاعات مل رہی ہیں کہ اس بار وہ سیکرٹ سروس سے بالا بالا ہی کام کر رہا ہے ـــــ اور اُس نے سپرنٹنڈنٹ فیاض سے گٹھ جوڑ کر لیا ہے۔ میں اسے عبرت ناک سبق دینا چاہتا ہوں۔ تاکہ اُسے معلوم ہو جائے۔ کہ سیکرٹ سروس سے بالا کام کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے"۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"بب ـــــ بہتر جناب" ـــــ دوسری طرف سے جولیا نے کہا۔

"تم اس کے فلیٹ پر پہنچ جاؤ ـــــ اور اس کی نگرانی کرو۔ سوائے اشد ضرورت کے مداخلت کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں عمران کے منہ سے اس وقت شکار چھیننا چاہتا ہوں جب وہ اُسے کھانے ہی والا ہو ـــــ تاکہ اس کو دی جانے والی عبرت ناک سزا کا جواز پیدا ہو سکے" ـــــ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں سمجھ گئی جناب" ـــــ جولیا نے مختصر لفظوں میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہیں پانچ منٹ بعد عمران کے فلیٹ کے آس پاس ہونا چاہیئے"۔ عمران نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا ـــــ اس کے چہرے پر شرارت بھری مسکراہٹ تیر رہی تھی۔

اور پھر وہ پانچ منٹ تک وہیں بیٹھا جولیا کا انتظار کرتا رہا۔ اُسے علم تھا کہ اب جولیا پانچ منٹ سے پہلے ہی فلیٹ پر پہنچ جائے گی۔ جب بھی اُسے ایکسٹو کی طرف سے جھاڑ پڑ جائے تو پھر اس کے کام میں بجلی کی سی تیزی آ جاتی ہے۔

پانچ منٹ کے بعد وہ اٹھا۔ اور پھر فلیٹ کی سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے سڑک پر آ گیا ـــــ جہاں نیچے گیراج میں اس کی کار موجود تھی۔ عمران نے گیراج کا تالا کھول کر اس میں سے کار کو باہر سڑک پر نکال کر کھڑا کیا ـــــ اور گیراج کا دروازہ بند کر کے وہ دوبارہ کار میں سوار ہو گیا۔ اور پھر چند لمحوں بعد اس کی کار تیز رفتاری سے ساحل سمندر پر بنے ہوئے اس ہوٹل کی طرف دوڑتی چلی گئی جس کے فیملی روم میں سپرنٹنڈنٹ فیاض کی موجودگی کی جولیا نے اطلاع دی تھی ـــــ اُسے معلوم تھا کہ جولیا اس کا تعاقب کر رہی ہو گی۔ اس نے پروگرام ہی بنایا تھا کہ وہ فیاض کو وہاں سے لے کر اس ادھیڑ عمر غیر ملکی پر ریڈ کرے گا ـــــ اور پھر اس کے ذریعے سے وہ اس تنظیم کے سربراہ پر ہاتھ ڈالے گا۔ وہ بڑے مطمئن انداز میں کار چلاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

ٹونی نے باس کی طرف سے ہدایات ملتے ہی اپنے گروپ کو کال کر لیا ــــــ اس کے گروپ میں پانچ افراد شامل تھے۔ اور وہ سب کے سب منجھے ہوئے اور تربیت یافتہ لوگ تھے۔ یہ گروپ ڈیتھ سرکل کا ایکشن گروپ تھا ــــــ اور ٹونی ان کا انچارج تھا۔ لڑائی بھڑائی اور اغوا و قتل کا کام یہی گروپ کرتا تھا۔

"سنو دوستو ــــــ آج باس نے ایک آسان سا مشن ہمارے ذمے لگایا ہے۔ ہمیں ایک احمق سے شخص کو گولی مارنی ہے" ٹونی نے پانچوں افراد سے مخاطب ہو کر کہا۔

"احمق سے شخص کو سے آپ کا کیا مطلب ہے" ــــــ ایک آدمی نے چونکتے ہوئے کہا۔

"مطلب یہ کہ بقول باس ــــــ وہ کوئی بے وقوف سا آدمی ہے۔ کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر ۲۰۰ میں رہتا ہے۔ اُسے ہم نے ہلاک

کرنا ہے۔ گو باس نے تو احکامات دیئے ہیں کہ اُسے برسرِ عام گولی مار دی جائے ــــــ لیکن ظاہر ہے اس طرح ہم مشکل میں پھنس سکتے ہیں۔ اس لئے میں نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایسے اقدامات کئے جائیں کہ ہمارا مشن بھی پورا ہو جائے اور ہماری پوزیشن بھی مشکوک نہ ہو سکے ــــــ ہم اس فلیٹ کی نگرانی کریں گے۔ جب وہ احمق آدمی باہر نکلے گا تو اسے اغوا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اُسے اغوا کر کے کسی ویران جگہ پر لے جا کر قتل کر دیں گے ــــــ یا اگر ہمارا ٹارگٹ خود ہی کسی ویران سڑک پر پہنچ جائے تو وہاں اُسے گولی مار دی جائے گی" ــــــ ٹونی نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس ــــــ یہ پلان درست ہے" ــــــ باقی پانچوں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ پوری طرح تیار ہو کر آئے ہو نا" ــــــ ٹونی نے پوچھا۔

"جی ہاں ــــــ کاروں میں تمام ضروری اسلحہ موجود ہے" ایک آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے ــــــ پھر آؤ چلیں ــــــ مجھے یقین ہے ہم آسانی سے ٹارگٹ ہٹ کر لیں گے" ــــــ ٹونی نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد وہ سب باہر پورچ میں کھڑی ہوئی دو کاروں میں سوار ہو کر کوٹھی کے گیٹ سے باہر نکل آئے ــــــ آگے والی کار میں ٹونی موجود تھا۔ اس نے شہر کا نقشہ کھول رکھا تھا اور وہ نقشے کے مطابق ڈرائیور کو سڑکوں پر مڑنے کی ہدایات دے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ نقشے میں دی گئی کنگ روڈ پر پہنچ گئے۔ جب
اس روڈ پر بنے ہوئے فلیٹوں کا ایریا شروع ہوا تو ٹونی نے کاریں
ایک طرف روکنے کا اشارہ کیا ـــ اور وہ دونوں کاریں رک گئیں
ٹونی نیچے اترا اور پھر پیدل چلتا ہوا فلیٹوں کے سامنے سے گزرنے
لگا۔ وہ فلیٹوں کے نمبر چیک کر رہا تھا ـــ اور پھر تھوڑی دیر بعد
اُسے ۲۰ نمبر فلیٹ نظر آ گیا۔ وہ اس فلیٹ کے سامنے سے گزرا اور
تھوڑی دور جا کر واپس مڑا ـــ مگر واپس مڑتے ہی وہ چونک پڑا
کیوں کہ فلیٹ سے ایک نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا نیچے اترا تھا۔ اور
اس کی شکل دیکھتے ہی ٹونی سمجھ گیا کہ یہی اس کا مطلوبہ آدمی ہے۔
ایک لمحے کے لئے تو ٹونی کے دل میں آیا کہ ریوالور نکال کر اسے یہیں
ڈھیر کر دے ـــ مگر دوسرے لمحے اس نے اپنے آپ کو روک لیا
کیوں کہ سڑک خاصی پر ہجوم تھی۔ یہاں کسی کو گولی مار کر صحیح سلامت
نکل جانا خاصا مشکل محسوس ہو رہا تھا ـــ اور جب تک ٹونی چلتا
ہوا اس فلیٹ کے سامنے پہنچا وہ نوجوان فلیٹ کے نیچے بنے ہوئے
گیراج سے ایک کار باہر نکال لایا تھا ـــ ٹونی تیز تیز قدم اٹھاتا
آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر جب وہ اپنی کار میں پہنچا تو جلدی سے
دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

نوجوان اس وقت کار میں سوار ہو کر آگے بڑھ چکا تھا۔

"یہ کار ہمارے شکار کی ہے ـــ اس کا تعاقب کرو" ـــ ٹونی
نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔ ٹونی نے

ڈیش بورڈ میں نصب ٹرانسمیٹر پر دوسری کار میں موجود اپنے ساتھیوں
کو بھی ہوشیار کر دیا ـــ اور وہ دونوں کاریں آگے پیچھے دوڑتی
ہوئیں عمران کی کار کے تعاقب میں مصروف ہو گئیں۔

اور پھر جیسے ہی عمران کی کار شہر کی پر ہجوم سڑکوں سے گزر کر
ساحل سمندر پر جانے والی سنسان سڑک پر مڑی ـــ ٹونی
کے لبوں پر مسکراہٹ ابھرتی چلی آئی۔

"باس ـــ ایک کار ہمارے تعاقب میں ہے"
اچانک ٹرانسمیٹر پر پچھلی کار سے ٹونی کو اطلاع دی گئی۔ اور ٹونی نے
چونک کر سائیڈ مرر کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا ـــ واقعی
دونوں کاروں کے پیچھے ایک سرخ رنگ کی سپورٹس ماڈل کار
موجود تھی۔

"کیا یہ شروع سے ہمارے پیچھے ہے" ـــ ٹونی نے پوچھا۔

"یس باس ـــ یہ کنگ روڈ سے ہمارے تعاقب میں ہے"
دوسری کار سے جواب ملا۔

"اوکے ـــ اب ایکشن کا وقت آ گیا ہے۔ تم پچھلی کار کو سنبھالو۔
میں اپنے ٹارگٹ پر جھپٹتا ہوں۔ پھر پچھلی کار کو سنبھالنے کے بعد تم
ہمارے ساتھ آ ملنا" ـــ ٹونی نے باقاعدہ ہدایات دیتے ہوئے
کہا۔ اور ٹرانسمیٹر بند کر کے اس نے ڈرائیور کو عمران کی کار کو
روکنے کے لئے کہا ـــ اور ڈرائیور نے ایکسیلیٹر پر پورا دباؤ
ڈال دیا۔ کار ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور پھر اس کی رفتار
لمحہ بہ لمحہ تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی ـــ عمران کی کار اور اس کا

درمیانی فاصلہ کم ہوتا چلا گیا۔ کار میں بیٹھے ہوئے ٹونی کے علاوہ دو ا
آدمی پوری طرح چوکنا ہو گئے۔

ٹونی نے اپنے قدموں میں پڑی ہوئی مشین گن اٹھائی اس کی
نال کو کھڑکی کے نچلے کنارے پہ ٹکا کر وہ کار پہ فائر کھولنے کے لئے
تیار ہو گیا۔

کار تیزی سے دوڑتی ہوئی چند ہی لمحوں میں عمران کی کار کے
قریب پہنچ گئی ــــــ اور دوسرے لمحے اس کے برابر دوڑنے
لگی۔ سٹیرنگ پہ موجود نوجوان نے ایک لمحے کے لئے مڑ کر ان کی
طرف دیکھا ــــــ اور اسی لمحے ٹونی نے مشین گن کا ٹریگر دبا دیا۔ اور
ان کی کار ایک لمحے میں شکار کی کار سے آگے بڑھ گئی۔ ٹونی کی مشین
گن سے نکلنے والی گولیاں تڑتڑاہٹ کے ساتھ نوجوان کی طرف لپکیں
مگر نوجوان ٹونی کی توقع سے کہیں زیادہ چست اور ہوشیار نکلا۔ وہ
ٹریگر دبنے سے پہلے ہی نیچے غوطہ لگا گیا ــــــ اور گولیاں سائیڈ کی
کھڑکی اور نچلے حصے پہ ٹکرا کر رہ گئیں۔ ڈرائیور نے بڑی پھرتی سے
کار کو آگے بڑھا کر عمران کی کار کا راستہ بلاک کرنے کی کوشش
کی ــــ مگر دوسرے لمحے وہ خود بوکھلا گیا۔ کیوں کی عمران کی کار
اچانک کسی لٹو کی طرح گھومتی ہوئی مڑتی چلی گئی ــــــ اور اب
اس کار کی پشت ٹونی کی کار کی طرف تھی۔

"فائر" ــــــ ٹونی نے چیخ کر کہا۔ اور پھر ٹونی اور اس کے
ساتھیوں نے بیک وقت کار کے پچھلے حصے پہ فائر کھول دیا۔ دوسرے
لمحے ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ اور مڑ کر جانے والی کار کے پچھلے دونوں

برسٹ ہو گئے۔ اور کار قلابازیاں کھاتی ہوئی سڑک کے کنارے
نیچے گہرے گڑھے میں گرتی چلی گئی۔

"وہ مارا ــــ جلدی وہاں لے چلو" ــــــ ٹونی نے خوشی سے
تے ہوئے کہا۔ اور ڈرائیور نے تیزی سے بھاگتی ہوئی کار کو ایک
کے سے کر موڑا ــــ اور پھر اسی رفتار سے اسے دوڑاتا ہوا اس
پہ لے جاتا گیا جہاں عمران کی کار الٹ کر گڑھے میں گری تھی۔

جولیا جب عمران کے فلیٹ کے قریب پہنچی تو اس نے
عمران کو کار لے کر دائیں طرف جاتے ہوئے دیکھا ۔۔۔ چونکہ وہ
بائیں سمت سے چکر کاٹ کر آئی تھی۔ اس لئے عمران اور اس کے
درمیان کافی فاصلہ تھا ۔۔۔ جولیا نے چونکہ عمران کی ہی نگرانی کرنی
تھی اس لئے وہ اسی رفتار میں کار کو آگے بڑھائے لے گئی ۔۔۔ مگر
چند لمحوں بعد ہی وہ چونک پڑی۔ کیونکہ دو کاریں جو پہلے ایک
طرف رکی ہوئی تھیں مڑ کر عمران کی کار کے پیچھے لگ گئی تھیں۔ دونوں
کاروں میں غیر ملکی بیٹھے ہوئے تھے ۔۔۔ اور غیر ملکیوں کی وجہ سے
ہی جولیا چونک پڑی تھی۔ لیکن چونکہ اسے صرف نگرانی کا کام سونپا
گیا تھا اس لئے وہ خاموشی سے کار بڑھائے لئے گئی ۔۔۔ ایک دو
موڑ مڑنے کے بعد جولیا کو یقین ہو گیا کہ غیر ملکی عمران کا ہی تعاقب کر
رہے ہیں۔ اور ان کا تعاقب کرنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اپنے کام

میں خاصی مہارت رکھتے ہیں۔
جولیا خاموشی سے ان دونوں کاروں کے پیچھے چلتی ہوئی آگے
بڑھتی چلی گئی ۔۔۔ ایک لمحے کے لئے اسے خیال آیا کہ وہ
ٹرانسمیٹر کی مدد سے وہ عمران کو تعاقب سے چوکنا کر دے۔ مگر
دوسرے لمحے اسے ایکسٹو کی تازہ ترین جھاڑ یاد آ گئی اور اس نے
ارادہ بدل دیا ۔۔۔ ویسے بھی اس کے خیال کے مطابق عمران
اب اناڑی تو نہ تھا کہ اپنے تعاقب کو بھی چیک نہ کر سکتا۔
جب عمران کی کار ساحل سمندر کی طرف جانے والی سڑک
پر مڑی تو اچانک غیر ملکیوں کی دوسری کار کی رفتار یک دم کم
ہوتی چلی گئی ۔۔۔ جب کہ پہلی کار کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ اور
جولیا ان کا یہ پروگرام ایک لمحے میں سمجھ گئی ۔۔۔ اس نے پھرتی سے
کار کے شیشے اوپر چڑھا دیئے۔ اور پھر وہ اطمینان سے آگے بڑھتی
چلی گئی۔ اس نے یہ کار ایکسٹو کی منت کر کے گزشتہ سال
ہی خریدی تھی ۔۔۔ اور اس میں اس نے ایک ماہر کاریگر سے
اپنی مرضی کے ایکسٹرا چند سسٹم لگوائے تھے۔ یہ سسٹم
ایسے تھے جن کی مدد سے وہ کار کے اندر بیٹھ کر باہر والوں کو سبق
سکھا سکتی تھی ۔۔۔ کار ویسے بھی بلٹ پروف تھی۔ پھر جیسے ہی
جولیا کی کار غیر ملکیوں کی کار کے قریب پہنچی غیر ملکیوں کی کار تیزی
سے گھومی اور اس نے راستہ بلاک کر دیا ۔۔۔ اور جولیا کو
پوری قوت سے بریک لگانے پڑ گئے۔ سڑک بلاک کرتے ہی تین
غیر ملکی ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے بڑی پھرتی سے کار سے

اترے اور جولیا کی کار کے گرد پھیلتے چلے گئے۔

جولیا نے ڈیش بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ اس بٹن کے دبتے ہی اس کی آواز بند شیشوں میں سے باہر جا سکتی تھی۔ اور باہر کی آوازیں اندر آسکتی تھیں۔

"یہ تو کوئی غیر ملکی لڑکی ہے ـــــ ہو سکتا ہے کوئی سیاح ہو۔ ہمارے شکار کی ساتھی نہ ہو" ـــــ جولیا نے ایک غیر ملکی کی آواز سنی۔

"کچھ بھی ہو اب اس کا خاتمہ ضروری ہے ـــــ ورنہ یہ واردات کی عینی شاہد ہو گی۔ گولیاں مار کر شیشے اڑا دو" ـــــ دوسرے غیر ملکی نے چیختے ہوئے کہا۔ اور تینوں غیر ملکیوں نے مشین گنیں سیدھی کر لیں۔

اسی لمحے جولیا کو اگلے موڑ سے مشین گنوں کی مسلسل فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں ـــــ اور جولیا سمجھ گئی کہ عمران کی کار پر حملہ کر دیا گیا ہے۔ اب ان غیر ملکیوں سے نپٹنا ضروری ہو گیا تھا۔ ادھر غیر ملکیوں نے کار پر فائرنگ شروع کر دی ـــــ مگر گولی کار کی باڈی سے ٹکرا کر نیچے گر پڑتی۔ کار کو بلٹ پروف محسوس کرتے ہی ان غیر ملکیوں نے مشین گنوں کی نالیں جھکا کر ٹائروں پر فائرنگ کی کوشش کی ـــــ لیکن جولیا اس کا سدباب پہلے ہی کر چکی تھی۔ ٹائروں کی بیرونی سائیڈوں پر بلٹ پروف چادریں جھک چکی تھیں۔ اور پھر جولیا نے پھرتی سے ڈیش بورڈ پر دو تین بٹن دبائے۔ بٹن دبتے ہی ڈائل پر ایک سرخ رنگ کی سوئی حرکت میں آگئی اور

جولیا نے پھرتی سے ان بٹنوں کے نیچے لگا ہوا ایک سرخ رنگ کا بٹن دو تین بار دبایا تو تڑتڑاہٹ کی تیز آواز گونجی ـــــ اور اس کے ساتھ ہی تینوں غیر ملکی اچھل کر پشت کے بل سڑک پر جا گرے۔ کار کے پائیدانوں کے نیچے نصب شدہ موونگ مشین گنوں نے ان تینوں کو ہٹ کر دیا تھا ـــــ گولیوں نے ان تینوں کو چھلنی کر کے رکھ دیا تھا۔ اور ان تینوں کے گرتے ہی سامنے کھڑی کار تیزی سے حرکت میں آئی ـــــ مگر اسی لمحے جولیا نے پھرتی سے کار کا شیشہ کھولا اور پھر اس نے ڈیش بورڈ کے نچلے خانے سے ایک چھوٹا سا طاقت ور دستی بم نکال کر انگوٹھے کی مدد سے اس کا پن دبا کر اسے اپنی طرف گھوم کر آتی ہوئی مجرموں کی کار پر اچھال دیا۔ مجرموں کی کار میں شاید ڈرائیور موجود تھا ـــــ اور غیر ملکیوں کے مرتے ہی اس نے کار موڑ کر جولیا کی کار کی طرف کار کو تیزی سے بھگا دیا تھا۔ وہ شاید کار سے ٹکر مار کر جولیا کی کار کو پلٹنا چاہتا تھا ـــــ مگر اسے کار کو گھمانے میں چند لمحے لگ گئے اور انہی چند لمحوں میں جولیا نے اپنا کام کر دکھایا ـــــ جیسے ہی مجرموں کی کار پلٹ کر جولیا کی طرف بڑھی جولیا نے اس پر بم پھینک دیا اور اس کے ساتھ ہی جولیا کار کو تیزی سے پیچھے کی طرف لے گئی ـــــ بم ٹھیک نشانے پر پڑا اور دوسرے لمحے ایک خوف ناک دھماکہ ہوا اور جولیا کی کار کی طرف آنے والی مجرموں کی کار کے پرزے فضا میں بکھرتے چلے گئے ـــــ اور جولیا نے کار کے پرزے بکھرتے ہی اپنی کار کو تیزی سے آگے بڑھایا۔ اور پھر اس کی کار مجرموں کی کار کے

پر زدوں کو روندتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی ـــــ موڑ
مڑتے ہی اُسے دور سے مجرموں کی کار سڑک کے کنارے کھڑی
نظر آئی ـــــ اور اس میں سے غیر ملکی نکل نکل کر سڑک کے کنارے
کسی گڑھے میں اترتے جا رہے تھے۔ جب کہ عمران کی کار غائب
تھی ـــــ جولیا نے کار کی رفتار اور زیادہ بڑھا دی۔ وہ جلد از جلد
مجرموں کی کار تک پہنچ جانا چاہتی تھی۔ کہ اچانک سڑک کے
کنارے کھڑی ہوئی کار میں حرکت ہوئی ـــــ اور وہ یک دم
ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور اس بار جولیا کی کار کی رفتار اتنی
تیز تھی کہ جولیا کے لئے یہ ممکن ہی نہ رہا کہ وہ کار کو کنٹرول رکھ کر
اس کار پر بھی بم پھینک سکے ـــــ اُسی لمحے مجرموں کی کار
تیزی سے گھومی۔ اور پھر جولیا کو یوں محسوس ہوا جیسے اس
کی کار کی سائیڈ پر دھماکہ ہوا ہو ـــــ اور پھر اس کی کار
پٹخیاں کھاتی ہوئی سڑک پر سے ہو کر مخالف سمت میں خالی
زمین پر لڑھکتی چلی گئی ـــــ جولیا اس اچانک دھماکے سے
سنبھل نہ سکی۔ اور اچانک جھٹکا لگنے سے اُسے سٹیرنگ کی
زبردست ضرب لگی ـــــ اور اس کے ذہن پر اندھیرے چھاتے
چلے گئے۔ مجرموں کی کار کا ڈرائیور یقیناً کار چلانے میں بے حد مہارت
رکھتا تھا۔ کیوں کہ اس نے سامنے سے کار ٹکرانے کی بجائے
عین آخری لمحے پر کار کو دائیں طرف کاٹ دیا تھا ـــــ اس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی کار کا پچھلا حصہ تیزی سے گھوم کر جولیا کی کار
کی سائیڈ سے پوری قوت سے ٹکرایا تھا ـــــ اور جولیا کی ہلکی

کار قلابازیاں کھاتی چلی گئی تھی ـــــ جب کہ مجرموں کی کار آؤٹ
آف کنٹرول ہونے سے بچ گئی تھی۔ پھر مجرموں کی کار کے ڈرائیور نے
اپنی کار روکی اور نیچے اتر کر وہ تیزی سے جولیا کی الٹی ہوئی کار
کی طرف بھاگتا چلا گیا ـــــ اس نے کاندھے پر لٹکی ہوئی مشین گن
بھی ہاتھوں میں پکڑ لی تھی۔

عمران نے جیسے ہی کار کو ایک چوک سے موڑا۔ وہ چونک پڑا ـــــ اس کے پیچھے آنے والی دو کاریں بھی اس کے ساتھ ہی مڑ گئی تھیں۔ عمران کو شک تو پہلے ہوا تھا۔ لیکن آنے والے کچھ اس انداز سے آ رہے تھے کہ تعاقب کا احساس نہ ہوتا تھا ـــــ مگر اس موڑ کے مڑنے کے بعد عمران کا شک یقین میں بدل گیا۔ اور تعاقب کا احساس ہوتے ہی اس کے لبوں پہ مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی ـــــ اس کیس میں ابھی تک صرف بھاگ دوڑ ہی ہوئی تھی ہاتھ پیر چلانے کی نوبت ہی نہ آئی تھی۔ اب کم از کم ہاتھ پیر تو کھلیں گے ـــــ ویسے اُسے مجرموں کی جرأت اور ہمت پہ حیرت بھی ہو رہی تھی کہ انہوں نے وقت ضائع کیئے بغیر دن دہاڑے ہی اس پہ ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد اس نے جیسے ہی ـــــ ساحل سمندر کی طرف جانے والی سنسان سڑک پہ کار کا رخ موڑا وہ چوکنا ہو کر بیٹھ گیا ـــــ اُسے معلوم تھا کہ اب مجرم اس پہ ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ کریں گے۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ جولیا ضرور اس کے تعاقب میں ہو گی ـــــ اور وہ ظاہر ہے ان دونوں کاروں کے پیچھے ہو گی۔ اور پھر اس نے دوسری کار کو آہستہ ہوتے چیک کر لیا جب کہ پہلی کار کی رفتار تیز ہو گئی تھی ـــــ اور عمران مجرموں کا پلان سمجھ گیا۔ انہوں نے جولیا کو چیک کر لیا تھا۔ اس لیئے وہ دو حصوں میں بٹ گئے تھے ـــــ پھر موڑ مڑتے ہی جیسے ہی عمران آگے بڑھا۔ مجرموں کی کار تیزی سے دوڑتی ہوئی اس کے قریب آ گئی۔ عمران نے کھڑکی کے نچلے کنارے سے مشین گن کی نال کو جھانکتے ہوئے دیکھ لیا ـــــ اور پھر جیسے ہی مجرموں کی کار عمران کی کار کے برابر آئی۔ عمران نے نیچے غوطہ مار دیا۔ اور اُسی لمحے مجرموں نے مشین گن کا فائر کھول دیا ـــــ مگر گولیاں عمران کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں اور عمران نے انتہائی پھرتی سے کار کے سٹیرنگ کو بائیں ہاتھ پر پوری قوت سے موڑ دیا ـــــ اور عمران کی کار کسی لٹو کی طرح گھومتی ہوئی پیچھے کی طرف مڑ گئی۔ جب کہ مجرموں کی کار اس لمحے عمران کی کار کا راستہ روکنے کے لیئے مڑ رہی تھی اور عمران کی کار کے مڑتے ہی مجرموں نے بھی اتنی ہی پھرتی سے کار موڑ دی۔ مجرموں کی کار کا ڈرائیور بھی عمران کی طرح ہی کار ڈرائیونگ میں ماہر لگتا تھا ـــــ جیسے ہی عمران نے مجرموں کی کار کو مڑتے دیکھ

اس نے انتہائی پھرتی سے کار کا دروازہ کھولا اور نیچے چھلانگ لگا دی ---- اُسی لمحے کار پر بے تحاشا فائرنگ ہوئی۔ اور اس کی کار کچھ تو ٹائر برسٹ ہو جانے اور کچھ عمران کے کنٹرول چھوڑ دینے کی وجہ سے قلابازیاں کھاتی ہوئی سڑک کے کنارے موجود ایک گہرے گڑھے میں گرتی چلی گئی ---- جب کہ عمران پہلے ہی چھلانگ لگا کر اس گڑھے سے پہلے آنے والے ایک چھوٹے گڑھے میں گرا تھا ---- اس گڑھے میں جھاڑیاں موجود تھیں۔ اس لئے عمران کو گرنے کی وجہ سے ایک تو چوٹ نہ لگی دوسرا وہ ان جھاڑیوں میں گھستا چلا گیا ---- اور جھاڑیوں کے گھنے پتوں نے اُسے خوبی طور پر چھپا لیا۔ عمران نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا ---- اور پھر اپنے آپ کو ایڈجسٹ کرنے لگا۔ اُسی لمحے اُسے دور سے ایک زوردار دھماکے کی آواز سنائی دی۔ یہ دھماکہ بم کا تھا ---- اور عمران سمجھ گیا کہ جولیا سے بھی مجرم ٹکرا چکے ہیں۔ اب یہ معلوم نہ تھا کہ بم جولیا کی طرف سے پھینکا گیا ہے یا مجرموں کی طرف سے ---- ویسے اُسے اطمینان تھا کہ جولیا پر آسانی سے ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا۔ کیوں کہ جولیا کی کار بلٹ پروف ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں ایسے سسٹم موجود تھے جس کے ذریعے اندر بیٹھے ہوئے مجرموں پر فائرنگ کی جا سکتی تھی۔

اُسی لمحے مجرموں کی کار اس کے گڑھے سے ہوتی ہوئی دوسرے گڑھے کے کنارے پر رکی ---- اور پھر اس میں سے مجرم

کود کود کر نیچے گڑھے میں اترنے لگے۔

عمران نے جھاڑی سے سر اونچا کر کے گڑھے کے کنارے سے باہر جھانکا ---- اس کا پروگرام یہ تھا کہ وہ اب مجرموں کی کار لے کر نکل جائے گا۔ مگر اُسی لمحے اس نے مجرموں کی کار کو حرکت میں آتے دیکھا ---- اور پھر اُسے دوسری طرف سے جولیا کی کار بھی اس طرف کو لپکتی ہوئی نظر آئی۔ اور پھر عمران کے دیکھتے ہی دیکھتے مجرموں کی کار کے ڈرائیور نے بڑی مہارت سے جولیا کی کار کو سائیڈ ماری ---- اور جولیا کی کار رپٹنیاں کھاتی ہوئی مخالف سمت میں لڑھکتی چلی گئی۔ اور عمران بے اختیار اچھل کر گڑھے سے باہر نکل آیا ---- اُسی لمحے مجرموں کی کار رکی اور اس میں سے ڈرائیور مشین گن سنبھالے نیچے اترا ---- اور جولیا کی کار کی طرف دوڑتا چلا گیا۔

عمران نے پھرتی سے ریوالور سیدھا کیا اور دوسرے لمحے ٹریگر دبا دیا ---- ڈرائیور ابھی جولیا کی کار تک پہنچا بھی نہ تھا کہ عمران کی گولی اس کی پشت کو چھیدتی ہوئی اندر گھستی چلی گئی ---- اور وہ چیخ مار کر سڑک کے کنارے ہی لڑھکتا چلا گیا اور عمران نے اس کے نیچے لڑھکتے ہی تیزی سے اس کی طرف دوڑ لگا دی۔ ڈرائیور سڑک پر پڑا ایڑیاں رگڑ رہا تھا ---- گولی شاید اس کے دل میں گھس گئی تھی۔ کیوں کہ اس کے منہ سے خون فوارے کی طرح نکل رہا تھا ---- اور پھر عمران کے پہنچتے پہنچتے وہ ساکت ہو گیا۔ عمران نے جھپٹ کر اس کی ایک طرف گری ہوئی مشین گن اٹھائی اور

پھر وہ جولیا کی کار کی طرف بڑھا۔ جولیا کی کار الٹی ہوئی تھی۔

جیسے ہی عمران جولیا کی کار کے قریب پہنچا اچانک اُسے اپنی پشت کی طرف کسی کی آواز سنائی دی ـــــ اور عمران اچھل کر کار کی آڑ میں ہو گیا۔ اور اس کی اس چھلانگ نے اسکی زندگی بچالی۔ کیوں کہ عین اُسی جگہ تڑتڑاہٹ سے گولیاں برسیں ـــــ جہاں چند لمحے پہلے عمران موجود تھا۔

عمران تیزی سے کار کی آڑ لیتا ہوا دوسری طرف آیا۔ اور پھر رینگتا ہوا آگے بڑھا ـــــ اس نے دو غیر ملکیوں کو گڑھے سے نکل کر انہیں اپنی کار کی طرف لپکتے ہوئے دیکھا۔ مگر اب ان کا بچ نکلنا محال تھا ـــــ عمران نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن سیدھی کی۔ اور دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی گونج دار آواز فضا میں پھیلتی چلی گئی اور اس کے ساتھ ہی دونوں غیر ملکی چیختے ہوئے زمین پر جا گرے اور عمران نے تیزی سے مشین گن کا رخ پھیر دیا ـــــ اس نے گڑھے کے کنارے سے تیسرے غیر ملکی کا سر ابھرتے ہوئے دیکھا تھا۔ مگر وہ غیر ملکی کچھ زیادہ ہی ہوشیار تھا۔ وہ تیزی سے دوبارہ غوطہ لگا گیا ـــــ اور عمران کی مشین گن سے چلنے والی گولیاں اس کے اوپر سے ہو کر نکلتی چلی گئیں۔

عمران تیزی سے پیچھے ہٹا اُسے مجرموں سے زیادہ جولیا کی فکر تھی۔ اس نے بڑی پھرتی سے الٹی ہوئی کار کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی ـــــ مگر دروازہ لاک تھا۔ وہ تیزی سے گھومتا ہوا دوسری طرف آیا۔ کیوں کہ اس طرف کا شیشہ کھلا ہوا تھا۔

اس نے کھڑکی سے ہاتھ ڈال کر اندر سے لاک کھولا۔ اور پھر دروازہ کھول دیا ـــــ مگر اُسی لمحے ایک گولی اس کے سر کے پاس سے گزر گئی اور عمران کسی سانپ کی طرح پلٹ گیا۔ اور پھر اس کا ہاتھ تیزی سے حرکت میں آیا ـــــ مگر اس کی مشین گن سے نکلنے والی گولیاں بھی خالی چلی گئیں۔ کیوں کہ فائرنگ کرنے والا عمران کی مصروفیت کی وجہ سے اپنی کار تک پہنچ کر اس کی اوٹ لے چکا تھا ـــــ عمران کار کے پیچھے دبکا ہوا اس کے باہر نکلنے کا انتظار کرتا رہا۔ مگر دوسرے لمحے اس نے کار کو ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھتے دیکھا ـــــ شاید اس غیر ملکی نے اب بھاگ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کار کے حرکت میں آتے ہی عمران اٹھ کر تیزی سے سڑک کی طرف بھاگا ـــــ اور اس نے کار کے پچھلے ٹائروں پر مشین گن کے برسٹ مارنے کی کوشش کی مگر جب تک عمران پوزیشن لیتا کار موڑ کے قریب پہنچ چکی تھی ـــــ اس کی رفتار خاصی تیز تھی۔ اور عمران کی مشین گن کی پہنچ سے نکل چکی تھی۔ دوسرے لمحے ہی کار موڑ کاٹ گئی اور عمران ایک طویل سانس لیتا ہوا تیزی سے واپس مڑا ـــــ اور پھر اس نے کھلے دروازے میں سے سیٹ اور سٹیرنگ کے درمیان پھنسی ہوئی جولیا کو کھینچ کھینچ کر باہر نکال ہی لیا۔ جولیا بے ہوش تھی ـــــ عمران نے اس کی نبض چیک کی۔ اور اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھر آئے۔ جولیا صرف اچانک ضرب لگنے کی وجہ سے بے ہوش تھی ـــــ ورنہ اس کی حالت خطرے سے باہر تھی۔

عمران نے بڑی پھرتی سے اس کی ناک دو انگلیوں کی چٹکی
بند کی اور دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر سختی سے جما دیا ــــ بے
آدمی کو فوری طور پر ہوش میں لے آنے کا اس سے زیادہ
اچھا طریقہ کوئی نہ تھا ــــ اور چند لمحوں بعد ہی جولیا کے
جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور جب جولیا نے آنکھیں کھولی
عمران نے ہاتھ ہٹا لیئے ــــ مگر اُسی لمحے وہ اچھل کر
پر گرا۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے بازو میں لوہے
دھکتی ہوئی سلاخ گھستی چلی گئی ہو۔

جولیا کو ہوش میں لے آنے کے چکر میں مشین گن وہ پہلے
رکھ چکا تھا ــــ اس لئے نیچے گرتے ہی اس نے لاشعوری طو
جیب سے ریوالور نکالا۔ اور پھر قلابازی کھا کر اس نے فائر کر
دوسرے لمحے ایک چیخ سنائی دی اور کسی کے نیچے گرنے
دھماکہ سنائی دیا ــــ اور عمران ایک طویل سانس لیتا ہوا اٹھ
ہوا۔ فائر کے انداز سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ فائر کرنے والا ذ
فاصلے پر موجود درخت کی آڑ میں ہے ــــ اس لئے اس
ادھر ہی فائر کیا تھا۔ اور اب یہ اس کی خوش قسمتی اور مجر
بد قسمتی تھی کہ مجرم فائر کرنے کے بعد یہ سمجھا تھا کہ عمران ہٹ
گیا ہے ــــ اس لئے وہ درخت کے موٹے تنے کی آڑ سے
نکل آیا تھا۔ اور اُسی لمحے عمران کی گولی نے اُسے چاٹ لیا تھا۔
عمران ایک طویل سانس لیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ جولیا بھی اس
دوران اٹھ بیٹھی تھی ــــ اس بار عمران واقعی مجرم کے ہا

چکر کھا گیا تھا۔ اب یہ تو اس کی خوش قسمتی تھی کہ جس وقت مجرم
نے فائر کیا اُسی لمحے عمران جولیا کو چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا ــــ اور
اس کے اچانک حرکت میں آجانے کی وجہ سے گولی اس کی پشت
میں گھسنے کی بجائے اس کے بازو سے رگڑ کھاتی ہوئی گزر گئی تھی۔
عمران نے اٹھتے ہی بازو کو سنبھالا ــــ اس میں سے خون
نکل رہا تھا۔

"ارے ارے ــــ تم زخمی ہو" ــــ جولیا نے عمران کے بازو
سے خون نکلتے دیکھ کر چیختے ہوئے کہا ــــ اور پھر وہ اچھل کر
کھڑی ہو گئی۔

"تمہارے لئے بچانے کتنے زخم کھانے پڑیں گے" ــــ عمران
نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ مگر جولیا مسکرائے بغیر تیزی سے
عمران کی طرف بڑھی ــــ اس نے عمران کا زخم دیکھا تو اُسے قدرے
اطمینان ہو گیا۔ زخم گہرا نہ تھا۔ گولی نے صرف رگڑ لگائی تھی۔ اس
نے پھرتی سے عمران کے بازو کی قمیض پھاڑی اور اس سے پٹی بنا
کر اس کے بازو پر باندھنی شروع کر دی۔

"اسی کو کہتے ہیں ہماری جوتی ہمارے سر" ــــ عمران
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکر کرو بچ گئے ہو ــــ ورنہ ہڈی ٹوٹ جاتی" ــــ جولیا
نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"جب جسم زخموں سے پُر ہو جائے گا تو پھر ہڈیوں کی ہی باری
آنی ہے۔ اللہ رے عاشقی" ــــ عمران نے منہ بناتے ہوئے

کہا۔ اور جولیا اس بار نہ چاہنے کے باوجود بھی ہنس پڑی۔

پٹی بندھنے کے بعد عمران اور جولیا نے زور لگا کر جولیا کی... کو سیدھا کیا۔

"اسے یہیں چھوڑ دو ۔۔۔ میرے ساتھ آؤ"۔۔۔ عمران نے... کی کار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے ا... موڑ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔۔۔ کیونکہ وہ مجرم کا بنایا ہوا پروگرا... سمجھ گیا تھا۔ اس نے کار موڑ کے قریب روک دی ہوگی۔ اور خود ا... کر واپس آ گیا ہوگا۔

"ارے ادھر کہاں جا رہے ہو"۔۔۔ جولیا نے حیرت بھر... لہجے میں کہا۔

"ہمارے لئے یہاں ایک صحیح سالم کار موجود ہے ۔۔۔ آؤ... اور پھر ایسا نہ ہو کہ کوئی کار ادھر آ نکلے۔ اور ظاہر ہے پھر پولیس... ہمیں آسانی سے نہیں جانے دینا"۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ جولیا کو ہمراہ لئے بھاگتا ہوا موڑ کی طرف بڑھا۔۔۔ موڑ مڑتے ہی اس نے مجرموں کی کار ایک طرف کھڑ... دیکھی۔ اور وہ دونوں کار کے قریب پہنچ گئے۔۔۔ عمران نے سٹیرنگ سنبھالا جبکہ جولیا ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"تمہاری کار کہاں ہے ۔۔۔ وہ تو مجھے نظر نہ آئی تھی"۔ جولیا نے کار میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میری کار گہرے گڑھے میں آرام فرما رہی ہے۔ میں بھی کب سے اس سے پیچھا چھڑانے کے موڈ میں تھا۔۔۔ مگر وہ مجھے چھوڑ...

...رہی تھی۔ آج بڑی مشکل سے جان چھڑائی ہے"۔۔۔ عمران ...ار کو دوبارہ ساحل سمندر کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"...میں نے ایک کار کو تو بم سے اڑا دیا تھا۔ مگر اس کار کا ڈرائیور ...ر دے گیا"۔۔۔ جولیا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"...عورتوں کو چکر دینا کون سا مشکل ہے۔۔۔ مگر ایک بات بتاؤ تم ...یہاں کہاں سے آن ٹپکی تھی۔ کیا تم بھی میری طرح ساحل سمندر ...تفریح کرنے جا رہی تھیں"۔۔۔ عمران نے آنکھیں چوڑی کرتے ...ے پوچھا۔

"...نہیں آن ڈیوٹی تھی۔۔۔ تمہاری طرح فارغ نہیں پھرتی رہتی ...ں"۔۔۔ جولیا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اچھا ۔۔۔ پھر یہیں اتار دوں تاکہ تم اپنی ڈیوٹی پوری کرتی رہو"۔ ...نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں ۔۔۔ مجھے تم ساحل پہ اتار دینا۔ وہاں سے ٹیکسی مل ...ے گی"۔۔۔ جولیا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور عمران ...رادیا۔

"مگر تم نے بتایا نہیں کہ ڈیوٹی کیا تھی۔۔۔ کیا میرا تعاقب کرتی ...ہی تھی"۔۔۔ عمران نے جان بوجھ کر اسے چھیڑتے ہوئے

"ارے نہیں ۔۔۔ تمہارا تعاقب ۔۔۔ تمہاری حیثیت ہی ...ہے ۔۔۔ میں تو سرکاری ڈیوٹی پہ تھی"۔۔۔ جولیا نے بُرا سا ...بناتے ہوئے کہا۔

"ہاں جی ـــــ اب اس چوہے ایکسٹو کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہے ـــــ ہم تو ہوئے گھڑے کی مچھلی۔ جب جی چاہا پکڑ لی"
عمران نے بڑے رو دینے والے انداز میں کہا۔

"سنو عمران ـــــ ہزار دفعہ میں نے تمہیں سمجھایا ہے۔ کہ میرے سامنے باس کی برائی نہ کیا کرو۔ مگر تم باز نہیں آتے۔ میں کسی دن تمہیں گولی مار دوں گی" ـــــ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارے ـــــ کیا کہہ رہی ہو۔ اس چوہے کی خاطر مجھے گولی مارو گی۔ یہ تو میرا ظرف ہے کہ میں نے اس چوہے کو آج تک بل سے نہیں نکالا ـــــ ورنہ جس وقت مجھے غصہ آگیا۔ میں اس کی گردن دبوچ کر اسے چوہے مار گولیاں کھلا دوں گا۔ پھر ٹاپتی پھرنا"
عمران نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یو شٹ اپ ـــــ اب اگر کچھ کہا تو گولی مار دوں گی"
جولیا اور بھی بھڑک اٹھی۔

"ہائے ـــــ تمہاری گولی کھانے کے انتظار میں تو میں بوڑھا ہوتا جا رہا ہوں" ـــــ عمران نے ڈھیٹ عاشقوں کے سے لہجے میں کہا۔

"روک دو کار ـــــ میں پیدل چلی جاؤں گی۔ میں تمہاری بکواس نہیں سن سکتی۔ اور سنو ـــــ ایکسٹو سے بات کروں گی کہ تمہیں ایک بار تو ایسی عبرتناک سزا دے کہ آئندہ تمہیں اس کا مذاق اڑانے کی جرات نہ ہو سکے" ـــــ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارے ـــــ کیا خوش قسمتی ہے اس چوہے کی ـــــ روز اس سے جھاڑیں سنتی ہو۔ مگر پھر بھی سائیڈ اسی کی لیتی ہو۔ پتہ نہیں کیا گھول کر پلا دیا ہے اس نے" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایکسٹو نے مجھے آج تک نہیں جھاڑا۔ وہ میری بے پناہ عزت کرتا ہے ـــــ اسی لئے میں بھی اس کی عزت کرتی ہوں۔ ورنہ تم جانتے ہو۔ اب ظاہر ہے وہ عمران کے سامنے کہاں تسلیم کر سکتی تھی۔ کہ ایکسٹو جھاڑ بھی پلاتا ہے۔

"ہاں ہاں ـــــ مجھے معلوم ہے کہ وہ اپنے ممبروں کی کتنی عزت کرتا ہے۔ اگر میں سیکرٹ سروس کا ممبر ہوتا تو بجائے خود کشی کرنے کے اسی کا گلا گھونٹ دیتا" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"ہاں ـــــ جیسے وہ عام آدمی ہے۔ تمہارے پاس خود بخود چل کر گلا دبوانے آجائے گا" ـــــ جولیا نے جواب دیا۔

"وہ سرے سے آدمی ہی نہیں ہے۔ آدمی ہوتا تو تم جیسی حسینہ کی قدر کرتا ـــــ شادی کر کے گھر بساتا۔ ٹیاؤں ٹیاؤں کرنے والے بچے پیدا کرتا" ـــــ عمران نے کہا۔ اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے ایک طرف جھک گیا۔ کیونکہ جولیا نے غصے کی شدت سے ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

"ارے ارے ـــــ یہ کیا کر رہی ہو۔ میں تو تمہاری تعریف کر رہا ہوں" ـــــ عمران نے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے کہا۔

"روکو کار ۔۔۔ روکو" ۔۔۔ جولیا نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔
اور عمران نے پھرتی سے بریک لگا دیئے۔ کار رکتے ہی جولیا نے
دروازہ کھولا اور اچھل کر باہر نکل گئی ۔۔۔ اس کے چہرے پر ابھی
تک غصے کے آثار موجود تھے۔

"اچھا ۔۔۔ بائی بائی" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے ہاتھ
لہرایا اور پھر کار کو تیزی سے آگے بڑھائے لئے گیا۔ ساحل سمندر
وہاں سے ایک آدھ فرلانگ ہی دور تھا ۔۔۔ اور عمران جانتا تھا کہ
جولیا کو وہاں سے ٹیکسی آسانی سے مل جائے گی۔

ویسے ہی عمران نے اُسے جان بوجھ کر غصہ دلایا تھا۔ کیوں کہ وہ
اُسے اپنے ساتھ ہوٹل تک نہ لے جانا چاہتا تھا ۔۔۔ جہاں اُسے
فیاض کے ہونے کی خبر ملی تھی۔ کیوں کہ اس طرح جولیا کھٹک بھی سکتی
تھی۔ کہ اس نے تو ایکسٹو کو اطلاع دی تھی۔ پھر یہ عمران کو اتنی جلدی
اطلاع کیسے مل گئی ۔۔۔ اس وقت تو اس نے جولیا کو فوری طور پر
اس لئے اپنی نگرانی کے لئے بلا لیا تھا۔ کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اگر
جولیا کو فوری طور پر کام پر نہ لگایا تو وہ جھاڑ پڑنے کے بعد کئی گھنٹوں
تک بیٹھی روتی رہے گی ۔۔۔ اس وقت تو اس کا پروگرام یہی تھا
کہ وہ جولیا کو راستے میں ہی چکر دے کر تعاقب سے جھٹک دے
گا ۔۔۔ مگر درمیان میں کود پڑے مجرم ۔۔۔ اور اس طرح مسئلہ
خراب ہو گیا۔

عمران نے ساحل سمندر پر پہنچنے کے بعد مجرموں کی کار ایک طرف
پارکنگ میں کھڑی کی اور خود ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

فیاض کی آنکھ کھلی تو اس کے منہ کا ذائقہ سخت کڑوا سا
ہو رہا تھا ۔۔۔ اس نے پہلے تو خالی خالی نظروں سے ادھر ادھر
یکھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہو۔ مگر پھر
ہستہ آہستہ اُسے سب کچھ یاد آ گیا ۔۔۔ اور دوسرے لمحے وہ اچھل
ر بیٹھ گیا۔ وہ ابھی تک قالین پر موجود تھا۔ اس کے کپڑے شکن آلود
ہو چکے تھے اور بال بکھرے ہوئے تھے۔

"ارے ۔۔۔ وہ شہلا" ۔۔۔ فیاض کو اچانک شہلا یاد آ گئی۔
س کے ساتھ وہ اس فیملی روم میں آیا تھا۔ اور وہ چونک کر کھڑا
ہو گیا ۔۔۔ شہلا کا کمرے میں نام و نشان بھی نہ تھا۔ البتہ تپائی پر
شراب کی بڑی بوتل اور دو گلاس ابھی تک پڑے ہوئے تھے۔
ور پھر فیاض کو گزری ہوئی ساری کہانی یاد آتی چلی گئی ۔۔۔ اُسے
د آ گیا کہ شہلا نے چیلنج کر کے اُسے ایک ہی سانس میں شراب

کی پوری بوتل پینے پر اکسایا گیا تھا۔ اور پھر وہ جوش میں بغیر پانی ملائے
پوری بوتل چڑھا گیا تھا ـــــ اور ظاہر ہے اس کے بعد اُسے نشے
میں دھت ہونا ہی تھا۔ فیاض کا چہرہ بڑی طرح بگڑ گیا۔
"اس کا مطلب ہے شہلا نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔"
فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر قدم بڑھا کر وہ ملحقہ باتھ
روم میں گھستا چلا گیا ـــــ اس نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا۔ تو
اُسے شہلا پر اور زیادہ غصہ آ گیا۔ اس کے کپڑے سخت شکن آلود
تھے۔ اور ان کپڑوں میں باہر جانا اپنا مذاق اڑوانا تھا ـــــ اس
نے کپڑے اتارے اور پھر اچانک ایک خیال کے تحت اس نے
جلدی سے اپنی جیبیں ٹٹولنی شروع کر دیں ـــــ مگر جیبوں میں
اس کا شناختی کارڈ اور رقم سمیت سب چیزیں بالکل محفوظ
تھیں ـــــ اب اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ آخر شہلا کا مقصد کیا
تھا۔ کیا وہ صرف اُسے بے وقوف بنانا چاہتی تھی۔ یا وہ اس
سے کوئی خاص بات پوچھنا چاہتی تھی ـــــ مگر جتنا وہ ذہن پر زور
دیتا کہ اُسے شراب پینے کے بعد کی گفتگو یاد آ جائے۔ مگر ذہن
کی سلیٹ بالکل صاف تھی۔ آخر اس نے تنگ آ کر ذہن پر زور دینا
چھوڑ دیا ـــــ اور پھر اپنے کپڑوں کی جیبوں میں سے اپنا سامان
نکال کر غسل خانے کی الماری میں رکھا۔ اور پھر کپڑے اٹھا کر باہر
آ گیا ـــــ اس نے بستر کی چادر اٹھا کر باندھ لی۔ گو اس نے
انڈرویئر پہن رکھا تھا۔ لیکن پھر بھی اس نے مناسب سمجھا کہ ویٹر
کے آنے پر وہ انڈرویئر میں نہ ہو ـــــ اور بستر کی چادر کمر میں

باندھ کر اس نے ویٹر کو بلانے کی گھنٹی بجائی۔ دوسرے لمحے دروازہ
کھلا۔ اور ویٹر اندر داخل ہوا ـــــ فیاض کو اس حالت میں دیکھ
کر وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک گیا۔ اور اس کے چہرے پر ہلکی
سی مسکراہٹ تیر گئی ـــــ لیکن اس نے جلد ہی اپنے آپ
کو سنبھال لیا۔ فیملی رومز میں وہ اس سے بھی بڑے تماشے دیکھ
چکا تھا۔
"یس سر" ـــــ ویٹر نے سنجیدہ مگر مؤدبانہ لہجے میں
کہا۔
"وہ لڑکی کس وقت گئی تھی" ـــــ فیاض نے سخت لہجے
میں پوچھا۔
"وہ تو جناب تھوڑی دیر بعد چلی گئی تھی اور مجھے کہہ گئی تھی کہ
صاحب آرام کر رہے ہیں انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"
ویٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
"اچھا سنو ـــــ یہ لو دس روپے ـــــ اور میرے کپڑے
جا کر استری کرا لاؤ۔ باقی تم رکھ لینا" ـــــ فیاض نے بڑے
سخاوت بھرے لہجے میں کہا۔
"مگر سر ـــــ ہمارے ہوٹل میں تو استری کرنے والا نہیں
ہے" ـــــ ویٹر نے دس روپے کا نوٹ لیتے ہوئے الجھے
ہوئے لہجے میں کہا۔
"کیوں نہیں ہے ـــــ یہ ہوٹل ہے یا بھنگڑ خانہ" ـــــ فیاض
نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں بہتر سر ——— میں نیچے جا کر خود استری کر لاتا ہوں
جناب ۔" ——— ویٹر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔
"خود کر دو یا کسی سے کرا لاؤ ——— مگر آؤ جلدی ——— اب میں
زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکتا ۔" ——— فیاض نے بگڑے
ہوئے لہجے میں کہا۔ اور ویٹر اس کے ہاتھ سے کپڑے لے
کر تیزی سے دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا۔
"کروڑوں روپے ہوٹل پر لگا دیئے ہیں مگر ایک استری
کرنے والا نہیں رکھ سکتے ——— ہونہہ ۔" ——— فیاض نے غصے
سے پھنکارتے ہوئے کہا۔
اور پھر اٹھ کر وہ دوبارہ غسل خانے میں گھس گیا۔ اس نے
الماری میں موجود الیکٹرک ریزر سے ایک بار پھر شیو بنائی۔
کیونکہ اسے احساس ہو رہا تھا جیسے اس کی شیو بڑھ گئی ہو۔
شیو بنانے کے بعد اس نے نل کھولا ——— اور خوب زور شور
سے نہانا شروع کر دیا۔ ٹھنڈے پانی کی پھواروں نے اس
کے ذہن پر چھائی ہوئی بوریت کی دبیز گرد اتارنی شروع کر
دی ——— اور پھر وہ بڑے مزے سے نہاتا رہا۔ جب خوب
دل بھر کر نہا چکا تو اس نے الماری سے نیا تولیہ نکالا اور جسم
کو خوب رگڑ رگڑ کر صاف کرنا شروع کر دیا۔
اسی لمحے اسے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی
دی ——— اور وہ سمجھ گیا کہ ویٹر کپڑے استری کرا کر لایا ہو
گا۔

"صوفے پر رکھ دو اور جاؤ ۔" ——— فیاض نے غسل خانے کے
اندر سے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر اطمینان سے الماری میں
موجود پوڈر وغیرہ جسم پر چھڑک کر اس نے تولیہ وہاں ایک طرف
بنے ہوئے ڈبے میں پھینکا ——— اور انڈر ویئر کے ساتھ دروازہ
کھول کر وہ بڑے مطمئن انداز میں کمرے میں داخل ہوا۔ مگر
دوسرے لمحے اس کے منہ سے چیخ سی نکل گئی ——— کیونکہ
سامنے صوفے پر عمران بیٹھا بڑی دلچسپ نظروں سے اسے
دیکھ رہا تھا۔
"عم ——— عم ——— عمران تم ——— تم اور یہاں ۔"
فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر لپک کر اس نے بستر کی
چادر اٹھائی اور نچلے جسم پر لپیٹ لی۔
"خوب ——— تو یہ عیاشی ہے۔ میں بھی کہوں کہ میرے یار کی
صحت کیوں خراب ہوتی جا رہی ہے ——— آنکھوں کے گرد حلقے
پڑتے جا رہے ہیں ——— چہرہ زرد ہوتا جا رہا ہے ——— ہاتھوں
میں رعشہ اور پیروں میں لرزش ——— اب پتہ چلا ۔"
عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"عیاشی ——— نہیں نہیں ——— وہ بھاگ گئی مجھے شراب پلا
کر ——— وہ تمہاری حسینہ عالم ——— کہتے تھے اس سے دوستی
لگاؤ ۔" ——— فیاض نے جو اپنے آپ کو سنبھالنے میں کامیاب
ہو چکا تھا۔ برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔
"بھاگنا ہی تھا ——— جب تم نے اپنا رعشہ زدہ ہاتھ اس

گی طرف بڑھایا ہوگا۔ اور کنوئیں میں پڑے ہوئے ڈول کی طرح
آنکھیں گھمائی ہوں گی تو اس نے بھاگنا ہی تھا ـــــ ارے ہاں
جلدی سے کپڑے پہن لو ڈیڈی آ رہے ہیں۔ انہیں اطلاع مل
گئی ہے کہ فیاض وہاں عیاشی کر رہا ہے ـــــ مجھے تب اتنا ہی
پتہ چلا تو میں بھاگا آیا کہ تمہیں ہوشیار کر دوں" ـــــ عمران
نے فوراً پینترہ بدلتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے ـــــ باپ رے ـــــ ارے کیا کہہ رہے ہو۔
مارا گیا۔ میرے کپڑے تو ویٹر استری کرانے لے گیا ہے"
فیاض نے بوکھلاہٹ میں ناچتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے
پر سخت گھبراہٹ کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"ارے یہ کیا غضب کر دیا تم نے ـــــ پھر ایسا کر دیوں ہی
بھاگ چلو۔ لوگ ہی ہنسیں گے نا ـــــ کوئی بات نہیں۔ مگر ڈیڈی
نے جو حشر کرنا ہے وہ تمہیں معلوم ہے" ـــــ عمران نے اسے
بڑے سنجیدہ انداز میں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں ـــــ چلو چلو" ـــــ فیاض ـــــ فوراً ہی راضی ہو
گیا۔ اس کی تو سر رحمان سے اس حالت میں سامنا کرنے کے
تصور سے ہی روح فنا ہو رہی تھی ـــــ اور پھر وہ دروازے کی
طرف بڑھا۔ مگر اب یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اسی لمحے ویٹر
دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں استری شدہ
کپڑے تھے ـــــ اور فیاض نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے
کپڑے لئے اور پھر دوڑتا ہوا غسل خانے میں گھس گیا۔ اور

عمران کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گئی۔ ورنہ آج وہ انٹیلی جنس
بیورو کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بھری سڑک پر ننگا دوڑانے میں
کامیاب ہو ہی گیا تھا ـــــ مگر ویٹر نے عین موقع پر ٹپک کر اس
کا سارا پلان فیل کر دیا تھا۔

"بھاگ جاؤ اب" ـــــ عمران نے فیاض کے غسل خانے
میں گھسنے کے بعد ویٹر سے مخاطب ہو کر کہا اور ویٹر سر ہلاتا ہوا
واپس چلا گیا ـــــ تھوڑی دیر بعد فیاض ٹائی کی ناٹ ٹھیک
کرتا غسل خانے سے نکلا۔

"آؤ عمران چلیں ـــــ کہیں سر رحمان نہ آ جائیں"
فیاض نے فوراً ہی بیرونی دروازے کا رخ کرتے ہوئے کہا۔

"اب آرام سے بیٹھ جاؤ ـــــ سر رحمان کو میں نے راستے میں
ہی واپس بھیج دیا ہے۔ میں نے انہیں یاد دلا دیا تھا کہ
انہوں نے دوپہر کو بلڈ پریشر کی دوا نہیں کھائی ـــــ اور ظاہر
ہے اس کے بعد وہ کہاں آ سکتے تھے" ـــــ عمران نے برا سا
منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہوں ـــــ تو یہ بات ہے۔ تم مجھے اس طرح ننگا باہر نکال کر
میرا مذاق اڑوانا چاہتے تھے"۔ میں تمہیں دوست سمجھ رہا تھا
مگر تم" ـــــ فیاض نے غصے سے نتھنے پھلاتے ہوئے کہا۔

"ارے بھائی ـــــ میری بات تو سنو ـــــ مجھ سے تو پوچھو
کہ میں کیسے آیا۔ بڑی مشکل سے تمہارا یہ فیملی روم ڈھونڈھا ہے۔
پچاس روپے ٹیکسی کے بھرے ہیں۔ ایک گولی بازو میں کھائی

ہے۔ بیس روپے بینڈیج کے دیتے ہیں۔ اور تم الٹا ناراض ہو
رہے ہو" ۔۔۔ عمران نے فوراً ہی موضوع بدلتے ہوئے کہا۔
"کوئی کمائی ہے ۔۔۔ ارے ہاں ۔۔۔ یہ تمہارے بازو پر
پٹی تو بندھی ہوئی ہے۔ مگر کیا واقعی زخم بھی ہے۔ یا مجھ سے
پیسے بٹورنے کا ڈرامہ ہے ۔۔۔ میں نے کوئی پیسہ نہیں دینا"۔
فیاض نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔
"تو سنو ۔۔۔ میری کار تباہ ہو گئی۔ جولیا کی کار الٹ گئی میری
کار کے دو ٹائر برسٹ ہو گئے۔ اور آپ فرما رہے ہیں پیسے ہی
نہیں دینا۔ بھائی ڈیتھ سرکل کے آٹھ مجرم ہلاک ہوئے ہیں اور
سب تمہارے کھاتے میں ۔۔۔ ایک لاکھ روپے فی مجرم لوں
گا۔ اس سے کم پہ بات نہیں بنے گی" ۔۔۔ عمران نے سر
ہلاتے ہوئے کہا۔
"کیا کہہ رہے ہو ۔۔۔ آٹھ مجرم ڈیتھ سرکل کے ہلاک ہوئے
ہیں۔ کہاں ہیں ان کی لاشیں اور کیسے ہلاک ہوئے"۔
فیاض نے ڈیتھ سرکل کا لفظ سنتے ہی اچھلتے ہوئے کہا۔ اس کی
آنکھوں میں یک دم چمک سی ابھر آئی تھی۔
"ایک لاکھ روپے فی مجرم ۔۔۔ نکالو چیک ۔۔۔ جلدی کرو
کہیں ایسا نہ ہو کہ پولیس انہیں اٹھا کر لے جائے۔ پھر ڈیڈی
تسلیم نہیں کریں گے" ۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے
کہا۔
"یہ تو بہت ہے ۔۔۔ آٹھ لاکھ روپے تو بہت ہیں۔ اچھا ایسا

کرو۔ ایک ہزار روپے لے لو ۔۔۔ چلو" ۔۔۔ فیاض نے برا سا منہ
بناتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا۔
"تمہاری مرضی ۔۔۔ مت دو ۔۔۔ میں ایکسٹو کو بیچ دیتا
ہوں مجرم ۔۔۔ کیا کروں گزارا تو کرنا ہے" ۔۔۔ عمران نے
سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور پھر ایک طرف رکھے ہوئے فون کی طرف
ہاتھ بڑھایا۔
"ارے ارے ٹھہرو ۔۔۔ اچھا یہ لو چار لاکھ کا چیک لکھ دیتا ہوں"
یقین کرو عمران ۔۔۔ آج کل قلاش ہو رہا ہوں ۔۔۔ دیکھو نہ ۔ تم
میرے دوست ہو۔ میرے بھائی ہو" ۔۔۔ فیاض نے جلدی
سے جیب سے چیک بک نکالی اور عمران کی منت شروع کر
دی۔
"اچھا ۔۔۔ چلو جلدی کرو۔ تم بھی کیا یاد کرو گے کس حاتم طائی
سے واسطہ پڑا ہے۔ مفت ہی مجرم دے دیئے" ۔۔۔ عمران
نے کہا اور فیاض نے جلدی جلدی چیک لکھنا شروع کر دیا۔
فیاض کے ہاتھ سے چیک لے کر اس نے اس پہ ایک نظر
ڈالی اور پھر اسے بڑی احتیاط سے جیب میں ڈال لیا۔
"اب بتاؤ ۔۔۔ جلدی کرو کہاں ہیں مجرم" ۔۔۔ فیاض نے
پرجوش لہجے میں کہا۔
"اس وقت تو میری جیب میں ہیں" ۔۔۔ عمران نے
مسکراتے ہوئے کہا۔
"تم سور ۔۔۔ کمینے ۔۔۔ تم نے چیک لے لیا۔ نکالو میرا چیک"

فیاض نے یک دم غصے سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے شانتی بھائی ۔۔۔ شانتی ۔۔۔ اوہ سوری شانتی تو مونث ہوتی ہے ۔۔۔ دھیرج بھائی دھیرج ۔۔۔ یار تم میں بس ایک ہی خامی ہے ۔۔۔ فوراً ہی اچھل پڑتے ہو"۔ عمران نے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کے لئے کہا۔

"نہیں ۔۔۔ تم چیک نکالو ۔۔۔ مجھے نہیں چاہئیں مجرم"۔ فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تمہاری مرضی ۔۔۔ لیکن سوچ لو۔ پھر کہا تو پورے آٹھ لاکھ لوں گا۔ ایک بھی کم نہیں ہو سکے گا"۔۔۔ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں جیب سے چیک نکال کر فیاض کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یار تم دوسروں کو مصیبت میں ڈال دیتے ہو۔ اب میں کیا کروں۔ دیکھو عمران ۔۔۔ میرے دوست سچ کہو۔ کیا واقعی مجرم ہلاک ہوگئے ہیں"۔۔۔ فیاض نے کچھ دیر تذبذب میں رہنے کے بعد کہا۔

"اچھا یار سنو ۔۔۔ فوراً ٹیلی فون اٹھاؤ۔ اور بیگم روڈ کے پولیس تھانے سے پوچھو۔ کہ ساحل سمندر پر جانے والی سڑک پر کچھ لوگ ہلاک ہوئے ہیں ۔۔۔ کسی نے اطلاع دی ہے۔ اچھا ٹھہرو ۔۔۔ میں خود بات کرتا ہوں"۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے تیزی سے رسیور اٹھا کر انکوائری کے نمبر گھمائے۔

"یس ۔۔۔ انکوائری"۔۔۔ دوسری طرف سے فوراً ہی

جواب ملا۔

"بیگم روڈ پولیس اسٹیشن"۔۔۔ عمران نے کہا۔ اور آپریٹر نے فوراً ہی مطلوبہ نمبر بتا دیئے۔ عمران نے کریڈل دبا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس ۔۔۔ بیگم روڈ پولیس اسٹیشن"۔۔۔ دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

"فیاض سپرنٹنڈنٹ آف سنٹرل انٹیلی جنس بیورو"۔ عمران نے فیاض کے لہجے میں بڑے تحکمانہ انداز میں کہا۔ اور فیاض بالکل اپنا ہی لہجہ سن کر دھیرے سے مسکرا دیا۔

"یس سر ۔۔۔ یس سر ۔۔۔ فرمائیے سر"۔۔۔ دوسری طرف سے بولنے والا ایک دم گھبرا گیا۔

"تم لوگ کیا کرتے رہتے ہو۔ ساحل سمندر روڈ پر مجرموں نے آفت برپا کر دی ۔۔۔ میں نے اپنے ایک ساتھی کی مدد سے اکیلے ہی آٹھ مجرموں سے خوفناک جنگ لڑی مشین گنیں چلتی رہیں اور تم سوئے رہتے ہو"۔۔۔ عمران نے لہجے کو انتہائی غضب آلود کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ اوہ ۔۔۔ آپ اس واقعے کی بات کر رہے ہیں۔ جہاں کاریں الٹی ہوئی ہیں۔ اور غیر ملکیوں کی لاشیں بکھری ہوئی ہیں"۔۔۔ دوسری طرف سے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"ہاں"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"سر —— انچارج صاحب کو تھوڑی دیر پہلے اطلاع ملی ہے وہ فورس لے کر وہاں گئے ہیں" —— بولنے والے نے جواب دیا۔

"سنو —— وہاں اعلیٰ افسران پہنچنے والے ہیں۔ تم جا کر اپنے انچارج کو کہو کہ کسی چیز کو ہاتھ نہ لگائے —— میں بھی پہنچ رہا ہوں" —— عمران نے اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"یس سر —— یس سر —— میں ابھی اطلاع دیتا ہوں سر" بولنے والے نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"او۔ کے" —— عمران نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

"اب یقین آگیا تمہیں" —— عمران نے مسکراتے ہوئے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور فیاض کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھا۔ اس نے دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سن لی تھی —— اور اس میں غیر ملکیوں کی لاشوں کا ذکر تھا۔

"اب مجھے جلدی سے ساری بات بتاؤ۔ تاکہ میں سر رحمان کو بتا سکوں —— جلدی کرو" —— فیاض نے باچھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"کہانی —— تو تمہارا کیا خیال ہے میں نے کوئی فلمی سٹوری لکھی ہے" —— عمران نے لہجے کو سخت کرتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے —— میرا مطلب تھا کہ ہوا کیا۔ تفصیل بتاؤ" فیاض نے گھبرا کر کہا۔ ظاہر ہے اس موقع پر وہ عمران کو ناراض نہ کر سکتا تھا۔

"اچھا —— تفصیل بتاؤں —— مگر فیاض صاحب —— تفصیل مفت تو نہیں مل جاتی۔ آج کل تو مختصر کے بھی پیسے لیتے ہیں بھائی کمرشل دور ہے —— اور پھر تم جانتے ہو۔ میں تو بے کار سا آدمی ہوں۔ میرا تو گزارا اسی مختصر اور تفصیل بیچنے پر ہے" —— عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چار لاکھ روپے لے کر بھی تمہارا پیٹ نہیں بھرا۔ پچاس ہزار روپے پہلے ہی ایڈوانس کے نام پر مار چکے ہو —— جلدی بتاؤ۔ اب مزید ایک پیسہ بھی نہیں مل سکتا" —— فیاض نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا —— ناراض کیوں ہوتے ہو۔ چلو ایک بات مان جاؤ۔ فلیٹ کا کرایہ دس سال تک معاف کر دو —— معاف کر دو نا یار —— ویسے بھی تمہیں کون سا وصول ہوتا ہے۔ بس میرے سر سے قرض اتر جائے گا۔ میں آخرت میں سرخرو ہو جاؤں گا" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور فیاض غصے کے باوجود ہنس پڑا۔

"اچھا بھئی معاف کیا —— تم پکے سور ہو —— کوئی نہ کوئی شق نکال ہی لیتے ہو" —— فیاض نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو سنیئے جناب —— پکے سور صاحب —— ویسے ایک بات ہے یار تمہیں پکانے کے لئے تو ہزاروں ٹن کوئلہ لگ جائے گا۔ حکومت کا سراسر نقصان ہے" —— عمران کا ذہن ایک بار پھر پٹڑی بدل گیا۔

"تم تفصیل بتاؤ ـــــ فضول باتیں مت کرو" ـــــ فیاض نے تیز لہجے میں کہا۔

"یہ سور پکانا فضول بات ہے اور وہ بھی تم جیسا ـــــ کمال کرتے ہو۔ یہاں لاکھوں ٹن کوئلہ جلانے کی بات ہو رہی ہے۔ اور تم کہہ رہے ہو کہ ـــــ" عمران بھلا کہاں فیاض کے قابو میں آنے والا تھا۔

"اچھا ـــــ اچھا سن لیا۔ تم سور نہیں ہو۔ بھیڑیئے ہو ـــــ گیدڑ ہو ـــــ شیر ہو ـــــ چیتے ہو ـــــ اب بتا بھی دو" ـــــ فیاض جھنجھلاہٹ کی انتہا پر پہنچ چکا تھا۔

اور اب عمران کو معلوم تھا کہ مزید اُسے تنگ کیا گیا تو وہ عمران پر ہی جھپٹ پڑے گا ـــــ یا اپنا سر دیوار میں دے مارے گا۔

"سنو ـــــ تم نے تفتیش کی تو پتہ چلا کہ فردوس ہوٹل کے منیجر کی لڑکی شہلا ڈیتھ سرکل کی رکن ہے ـــــ اور وہ ٹرنکورا ہوٹل میں ایک غیر ملکی راجر سے ملنے گئی۔ تم اس کے تعاقب میں گئے۔ وہاں سے شہلا اور راجر نے تمہیں بے بس کر دیا اور تمہیں پستول کے زور پر اغوا کر کے ساحل سمندر کے ایک ویران علاقے میں لے گئے وہ وہاں تمہیں قتل کر دینا چاہتے تھے ـــــ مگر تم نے اپنی جرأت اور ہمت سے پانسہ پلٹ دیا اور وہ تمہیں وہیں چھوڑ کر کار میں بھاگنے پر مجبور ہو گئے ـــــ تم ساحل سمندر پر واپس آئے۔ تو وہاں تمہیں عمران کی کار کھڑی نظر آئی۔ تم نے فوراً وہ کار اڑائی اور مجرموں کا تعاقب شروع کر دیا ـــــ ساحل سمندر کو جانے والی سڑک پر مجرموں کے ساتھیوں نے تمہیں ایک بار پھر گھیر لیا۔

انہوں نے تمہاری یعنی عمران کی کار پر فائرنگ کی۔ اور تمہاری کار سڑک کے کنارے موجود ایک گہرے گڑھے میں گر گئی ـــــ مگر تم کار کے گرنے سے پہلے ہی چھلانگ لگا چکے تھے۔ اتنے میں ایک اور کار وہاں پہنچ گئی۔ مجرموں کی ایک اور کار بھی آگئی ـــــ مجرموں نے آنے والی کار کو میرے ساتھیوں کی کار سمجھا۔ اور اُسے تباہ کر کے الٹ دیا۔ وہاں زبردست جنگ ہوئی اور تمہارے ہاتھوں ایک کے سوا باقی سارے مجرم ہلاک ہو گئے ـــــ ایک مجرم کار لے کر بھاگ نکلا اور تم آنے والی کار جو کسی عام آدمی کی تھی کی طرف دوڑ پڑے۔ تاکہ اس شریف آدمی کو بچایا جا سکے۔ جو خواہ مخواہ لپیٹ میں آگیا تھا ـــــ یہ کوئی غیر ملکی خاتون تھی۔ جو تمہارے پہنچنے سے پہلے ہی الٹی ہوئی کار سے نکل کر بھاگ پڑی ابھی تم اُسے روکنے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہ مجرم جو کار لے کر بھاگ گیا تھا۔ اس نے کار موڑ کی دوسری طرف روکی اور چپکے سے واپس آگیا اور اس نے تم پر فائر کھول دیا ـــــ مگر تم پہلے سے چوکنا تھے۔ تم نے اُسے بھی قلابازی کھاتے ہوئے گولی مار دی ـــــ اور پھر مجرموں کی کار لے کر تم فوراً ساحل سمندر پر پہنچے۔ اس کار کو وہیں چھوڑا۔ اور اس ہوٹل میں آکر یہاں سے پولیس کو فون کیا اور پھر واپس ٹیکسی میں موقعہ واردات پر پہنچ گئے" ـــــ عمران نے اُسے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ ـــــ مزہ آگیا ـــــ اب میں دیکھتا ہوں سر رحمان کیسے میری صلاحیتوں کے قائل نہیں ہوتے ـــــ آؤ میرے

ساتھ" ـــــ فیاض نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا اور اس کا چہرہ مسرت سے چمک اٹھا تھا۔

"ارے ـــــ مجھے ساتھ مت لے جاؤ۔ ورنہ کام خراب ہو جائے گا ـــــ ارے ہاں سنو ـــــ اگر ڈیڈی نے پوچھ لیا کہ وہ شہلا اور راجر کہاں ہیں تو پھر" ـــــ عمران نے کہا۔

"ارے ہاں ـــــ ان کے متعلق تو میں بھول گیا" ـــــ فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔

"سنو ـــــ تمہیں وہ وقت یاد ہے جب تم کسی پروفیسر گھوش کے کہنے پر ان غیر ملکی انجینئروں پر جا چڑھے تھے۔ اور پھر ڈیڈی نے تمہاری سخت بے عزتی کی تھی" ـــــ عمران نے کہا۔

"ارے ہاں ـــــ یاد ہے ـــــ اچھی طرح یاد ہے۔ میرا بس چلے تو میں ان غیر ملکی انجینئروں کا گلا گھونٹ دوں" ـــــ فیاض نے تیز لہجے میں کہا۔

"تو خوش ہو جاؤ دوست ـــــ تم بھی کیا یاد کرو گے ان پر صحیح طور پر ہاتھ ڈالنے کا وقت آگیا ہے۔ ساری بے عزتی عزت میں تبدیل ہو جائے گی" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سچ کہہ رہے ہو ـــــ مزہ آگیا ـــــ واقعی مزہ آگیا۔ اب سر رحمان کو پتہ چلے گا کہ فیاض نے کچی گولیاں نہیں کھیلیں وہ سپرنٹنڈنٹ ہے گھسیارہ نہیں" ـــــ فیاض نے بے پناہ

مسرت کے دباؤ سے ناچنا شروع کر دیا۔

"مگر مجھے مزہ نہیں آرہا ـــــ اب تم خود سوچو مہنگائی کے اس دور میں ساڑھے چار لاکھ میں کیا خاک مزہ آئے گا" ـــــ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم فکر نہ کرو عمران ـــــ تم ان غیر ملکی انجینئروں کو پکڑ وا دو۔ میں تمہیں ایک لاکھ اور دوں گا۔ ایمان سے دوں گا"

فیاض نے فوراً رضامند ہوتے ہوئے کہا۔ مگر جوش میں آنے کے باوجود وہ ایک لاکھ سے اوپر نہ بڑھا تھا۔

"ہونہہ ـــــ ایک لاکھ میں مزہ لینے چلے ہیں بھائی۔ یہ منہ اور مسور کی دال ـــــ اب تو جناب آٹھ لاکھ روپے میں مسور کی دال صرف دیکھنے کو ملتی ہے ـــــ صرف دیکھنے کو"

عمران نے بڑے مایوس سے لہجے میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم فکر نہ کرو ـــــ تم جتنے پیسے کہو گے میں دوں گا۔ میں اپنا سارا بنک بیلنس تمہارے حوالے کر دوں گا۔ بس تم کسی طرح اس غیر ملکی انجینئر پر ہاتھ ڈلوا دو" ـــــ فیاض نے جلدی سے رضامند ہوتے ہوئے کہا۔

"مجھے دراصل یہ گا ـــــ گے ـــــ گی ـــــ جیسے الفاظ قطعی پسند نہیں ہیں۔ جو سودا ہو وہ نقد ہونا چاہیئے۔ چاہے تم آٹھ لاکھ میں سے دس روپے کم دے دو لیکن دو نقد" ـــــ عمران نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"مگر آٹھ لاکھ ـــــ یار میں نے کوئی بنک لوٹ رکھے ہیں۔

میری تنخواہ ہی کتنی ہے۔ اور پھر گھر کا خرچہ ـــــ تم اچھی طرح جانتے
ہو " ـــــ فیاض نے ایک بار پھر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش
کرتے ہوئے کہا۔

" تو سناؤں بنکوں میں تمہارے اکاؤنٹس کی تفصیل۔ اکاؤنٹ
نمبر بھی اور وہ جعلی نام بھی۔ جن ناموں سے تم نے اکاؤنٹ کھول
رکھے ہیں اور رقم بھی ـــــ بولو ـــــ یا پھر ڈیڈی کو لکھ کر بھیج دوں
خود ہی انکوائری کرتے پھریں گے۔ ساتھ ہی ان جواخانوں۔ ہوٹلوں
کیفوں اور منشیات کے سمگلروں کے ناموں کی فہرست بھی ہو گی۔
جہاں سے دولت کی یہ آبشار بہہ رہی ہے " ـــــ عمران نے
سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" ہی ـــ ہی ـــ ہی ـــ تم تو میرے دوست ہو۔ میرے
بھائی ہو۔ یہ لو چیک ـــ بس میری جان چھوڑ دو " ـــ فیاض
نے خفیف ہوتے ہوئے کہا۔ اور جلدی سے چیک بک نکال کر
اس نے چیک بھرا اور عمران کی طرف بڑھا دیا ـــ عمران نے
مسکراتے ہوئے دوسرا چیک لیا اور اُسے جیب میں ٹھونستے
ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

" سنو ـــ ان لاشوں وغیرہ سے فارغ ہو کر میرے فلیٹ
میں آ جانا وہاں سے ان غیر ملکی انجنیئر کے پاس چلیں گے خوب
تماشا ہو گا " ـــ عمران نے اُسے پچکارتے ہوئے کہا۔ اور
فیاض نے سر ہلا دیا۔ پھر وہ دونوں ہی اکٹھے باہر آ گئے۔ فیاض
نے ویٹر سے بل لیا اُسے بل ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ٹپ بھی

دی اور پھر وہ ہوٹل سے باہر آ گئے۔

" اچھا جاؤ ـــ اور سنو ـــ میرے فلیٹ پر آ جانا۔ جلدی
کہیں ایسا نہ ہو کہ مجرم فرار ہو جائیں اور مجھے چیک واپس کرنا
پڑے " ـــ عمران نے کہا۔ اور فیاض سر ہلاتا ہوا تیزی سے
ہوٹل کے باہر موجود ایک ٹیکسی کی طرف بھاگتا چلا گیا۔

عمران دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ کیوں کہ گو اس نے فیاض کو
تفصیل بتا دی تھی ـــ لیکن پھر بھی تفصیل میں ایسے خلا موجود
تھے کہ سر رحمان نے جیسے ہی جرح شروع کی فیاض نے بغلیں
جھانکنا شروع کر دینا ہے ـــ اور سب سے بڑی بات تو
فیاض کا لباس تھا تازہ تازہ استری کیا ہوا۔ اب سر رحمان بچے تو
نہیں تھے کہ ان کی نظر فیاض کے لباس پر ہی نہ پڑتی۔ کہ اتنے
بڑے ہنگامے کے بعد بھی فیاض بے شکن لباس اور نہایا دھویا
پوڈر لگائے کنگھی دیئے کھڑا رہے ـــ بہرحال اس نے تو بڑے
پرخلوص سے فیاض کو سب کچھ بتا دیا تھا اب اس کی قسمت۔

عمران یہی سوچتا ہوا آگے بڑھا اور پھر تھوڑی دیر بعد اُسے
ایک ٹیکسی مل گئی ـــ اور اس نے اُسے اپنے فلیٹ کا پتہ بتایا
اور ساتھ ہی اُسے ہدایت کر دی کہ وہ دوسری سڑک سے چلے
وہ راستے میں رکنا یا سر رحمان کا سامنا کرنا چاہتا تھا۔

عمران فلیٹ میں پہنچتے ہی تیزی سے مخصوص کمرے
کی طرف بڑھتا چلا گیا ـــــ کیونکہ سلیمان نے دروازہ کھولتے
ہی اشارہ کر دیا تھا کہ مخصوص کمرے میں اس کے نام پیغام موجود
ہیں ـــ عمران نے کمرے میں پہنچ کر ٹیلی فون سے منسلک آٹومیٹک
ٹیپ چلا دیا۔ دانش منزل کی طرح اس نے یہاں بھی یہی سسٹم
اپنا رکھا تھا کہ جب عمران نہ ہوتا تو وہ ٹیپ کا بٹن آن کر دیتا اور
گھنٹی بجتے ہی ٹیپ کے ساتھ آٹومیٹک آلہ اپنے مشینی بازو کی
مدد سے رسیور کریڈل سے ہٹا دیتا ـــــ اور پھر فون کرنے والے
کو یہ ٹیپ سنائی دیتا کہ ایکسٹو موجود نہیں ہے۔ پیغام ٹیپ کرایا
جائے۔ اور اس کے بعد ٹیپ خود بخود چلنا شروع ہو جاتا۔ جب
دوسری طرف سے پیغام نوٹ کرا دیا جاتا تو ٹیپ بند ہو جاتا ـــ اور
مشینی بازو رسیور واپس کریڈل پر رکھ دیتا ـــــ اس طرح

اس کی عدم موجودگی میں آنے والے ٹیلی فون خود بخود ٹیپ میں محفوظ
ہو جاتے۔

عمران نے جیسے ہی ٹیپ کا بٹن آن کیا۔ جولیا کی آواز ابھری۔
"میں جولیا بول رہی ہوں سر ـــ ساحل سمندر کے پبلک
فون بوتھ سے ـــ آپ کی ہدایت پر میں عمران کے فلیٹ پر
پہنچی تو عمران کار میں سوار ہو کر جا رہا تھا......" ـــ جولیا
نے پوری تفصیل سے غیر ملکیوں کے ساتھ جھڑپ کی پوری کہانی
سنا ڈالی تھی۔

اور پھر یہ بھی بتا دیا کہ عمران اُسے چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ مجرموں
کی کار جس پر عمران گیا تھا ساحل سمندر پر کھڑی ہے ـــ جب کہ
عمران خود غائب ہے۔

عمران نے ٹیپ بند کیا اور پھر اُسے صاف کرنے والا بٹن آن
کر دیا۔ چند لمحوں میں ہی ٹیپ صاف ہو گیا ـــ عمران نے رسیور
اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"جولیا سپیکنگ" ـــ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف
سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو" ـــ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس باس ـــ میری رپورٹ آپ نے سن لی ہو گی"
جولیا نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

"میں نے سن لی ہے۔ کار کی فکر مت کرو وہ ٹھیک ہو کر تمہارے
پاس پہنچ جائے گی ـــ لیکن تم نے پھر غلطی کی کہ عمران کی نگرانی

چھوڑ دی" ___ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"جناب ___ وہ باتیں ہی ایسی کرتا ہے کہ مجھے غصہ آجاتا ہے۔ وہ آپ کی بے عزتی کھلے عام کرتا ہے۔ اور مجھ سے برداشت نہیں ہوتا ___ اس لئے میں اس کی کار سے اتر آئی تھی۔ اور وہ کار لے کر بھاگ گیا" ___ جولیا نے روہانسے لہجے میں کہا۔

"سنو جولیا ___ عمران جان بوجھ کر ایسی باتیں کرتا ہے کہ تم لوگوں کو غصہ آجائے۔ وہ تم سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ___ میں نے تمہیں ہزار بار کہا ہے کہ سیکرٹ ایجنٹ کو جذباتی نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کا مزاج ٹھنڈا ہونا چاہیئے ___ لیکن ہر بار تم جذباتی ہو جاتی ہو۔ آخر وجہ کیا ہے" ___ عمران کا لہجہ خاصا سخت ہو گیا تھا۔

"بب ___ باس ___ وہ آپ کے متعلق بڑی گھٹیا باتیں کرتا ہے اس لئے....." ___ جولیا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تو اس کے باتیں کرنے سے میری ذات پر کیا اثر پڑتا ہے۔ کیا میرا قد گھٹ جاتا ہے ___ اختیارات کم ہو جاتے ہیں۔ صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ آخر ہوتا کیا ہے۔ ایک شخص اگر باتیں کرتا ہے تو کرتا رہے۔ تمہیں اپنی ڈیوٹی کو مدنظر رکھنا چاہیئے ___ کل کو اگر کوئی مجرم گھٹیا باتیں کرنا شروع کر دے تو تم اسے چھوڑ کر واپس فلیٹ پہ آجاؤ گی ___ کیا اسی بات کی ٹریننگ دی ہے میں نے تم لوگوں کو" ___ عمران کا لہجہ بہ لمحہ کرخت ہوتا

چلا گیا۔

"مم ___ مم ___ معافی چاہتی ہوں باس" ___ جولیا کا لہجہ ایک بار پھر رو دینے والا ہو گیا۔

"ایک بار پھر تمہیں معاف کیا جا رہا ہے۔ مگر اس بار کان کھول کر سن لو ___ اب اگر تم نے جذبات میں آکر فرائض سے کوتاہی کی تو عبرتناک سزا دوں گا" ___ عمران نے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی کریڈل دبا دیا۔

اُسے نجانے کیوں جولیا کو رُلا کر لطف آتا تھا۔ اس لئے جان بوجھ کر وہ ہر دفعہ کسی نہ کسی بہانے اُسے ڈانٹ دیتا تھا۔

کریڈل دبا کر عمران نے ایک بار پھر نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"سلطان سپیکنگ" ___ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز گونجی۔ وہ چونکہ کوٹھی جا چکے تھے۔ اس لئے پی۔ اے کی بجائے انہوں نے براہِ راست فون اٹھا لیا تھا۔

"سر سلطان کہیئے، جناب ___ سر کے بغیر تو سلطان کسی کام کا نہیں رہتا۔ وہ تاج کیا اپنے پیروں پہ رکھ کر سلطانی کرے گا" ___ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"اوہ ___ عمران بیٹے تم ___ سناؤ کیا ہو رہا ہے" ___ سر سلطان نے دوسری طرف سے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہونا کیا ہے ___ مفلسی اور قلاشی کے خلاف جدوجہد ہو رہی

ہے۔ آپ تو مجھے سیکرٹ سروس میں شامل ہی نہیں کرتے۔ کہ چلو تھوڑی بہت تنخواہ کا آسرا ہی ہو جائے ـــــ ادھر ڈیڈی ہیں کہ ساری جائیداد پر کوبرا سانپ بن کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ادھر سلیمان سر وقت میری جان کھاتا رہتا ہے ـــــ چینی کسی دکان سے چوری کر کے لا دیتا ہوں تو چائے ختم ہو جاتی ہے وہ اڑا کر لاتا ہوں تو دودھ نہیں ہوتا ـــــ کم بخت خود تو کوشش ہی نہیں کرتا۔ کہتا ہے میں باورچی ہوں شاپ لفٹر نہیں۔ اب آپ ہی بتائیے۔ کہ آخر مفلسی اور قلاشی دور ہو تو کیسے ہو" ـــــ عمران نے اپنا راگ الاپنا شروع کر دیا۔

"پھر آخر کس کی شامت آئی ہے مفلسی دور کرنے کے لئے"۔
سر سلطان نے بُری طرح ہنستے ہوئے کہا۔

"لے دے کے ایک ہمارا یار رہ گیا سو پر فیاض بے چارہ نیک آدمی ہے ـــــ کبھی کبھار قرض حسنہ بلکہ قرض حُسنہ دے دیتا ہے۔ گزارہ چل ہی رہا ہے" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

اور سر سلطان کے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ عمران کس طرح فیاض کو اُلّو بنا کر اس سے رقم اینٹھ لینے میں ماہر ہے۔

"بس آپ ہنستے رہیئے ـــــ آپ کا کیا ہے ـــــ حکومت سے بڑی بھاری تنخواہ مل جاتی ہے۔ باقی سہولتیں مفت۔ بس بیٹھے ہنستے رہیے ـــــ کام کرے بے چارہ عمران ـــــ مجرموں سے لڑے تو بے چارہ عمران ـــــ اور بھوکا مرے تو بے چارہ عمران"۔

عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں ـــــ مجرموں کی بات پر مجھے یاد آ گیا۔ ابھی سر رحمان کا فون آیا تھا کہ فیاض نے ڈیتھ سرکل کے مجرموں کا سراغ لگا لیا ہے۔ اور ایک جھڑپ میں آٹھ مجرم ہلاک دیئے ہیں ـــــ اور بس اس تنظیم کے سرغنے ہاتھ آنے ہی والے ہیں۔ سر رحمان بڑے خوش تھے۔ فیاض کی خداداد صلاحیتوں کی بڑی تعریف کر رہے تھے" ـــــ سر سلطان نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"بالکل لگا لیا ہو گا ـــــ دولت سے کیا نہیں ہو سکتا۔ پیسہ پاس ہو تو مجرم بھی خریدے جا سکتے ہیں۔ بلکہ مجرموں کی لاشیں بھی خریدی جا سکتی ہیں۔ مسئلہ تو سارا پیسے کا ہے" ـــــ عمران نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــ میں سمجھ گیا ـــــ اب میری سمجھ میں ساری بات آ گئی۔ تو تم مفلسی اور قلاشی کے خلاف جدوجہد کر رہے ہو۔ میں بھی کہوں کہ فیاض اکیلا اور آٹھ مجرم ـــــ اور آٹھوں مجرم ہلاک ہو جائیں۔ واقعی پیسہ سب کچھ کرا سکتا ہے۔ کتنے پیسے کمائے"۔
سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کہاں کمائے ہیں ـــــ جولیا کی کار کا ستیاناس ہوا۔ میری کار کا کباڑا ہوا۔ اور رقم کتنی کمائی صرف بارہ لاکھ روپے۔ اور وہ بھی بصورت چیک ـــــ ہونہہ ـــــ کاغذ کے دو حقیر ٹکڑے"۔
عمران نے جواب دیا۔

"بارہ لاکھ روپے ـــــ کیا یہ سچ ہے ـــــ مگر فیاض کے پاس

اتنی رقم کہاں سے آگئی۔ نہیں ___ تم مذاق کر رہے ہو"
سر سلطان کے لہجے میں بے پناہ حیرت نمایاں تھی۔

" آپ حکم کریں میں آپ کو بارہ کروڑ روپے کا چیک دے سکتا ہوں۔ دو پیسے کی سیاہی بھی خرچ نہیں آتی" ___ عمران نے فوراً ہی پٹڑی بدلتے ہوئے کہا۔

وہ بات تو کر بیٹھا تھا۔ لیکن اب اُسے سنبھالنا پڑ گیا۔ کیوں کہ سر سلطان کے متعلق وہ جانتا تھا کہ وہ ایسے معاملات میں سخت اور بے لچک رویہ رکھتے ہیں ___ انہوں نے فوراً فیاض کی انکوائری شروع کرا دینی تھی اور غریب فیاض نے مارا جانا تھا۔

" اچھا اچھا ___ تو یہ بات ہے۔ بس زبانی ہی جمع خرچ ہوتا رہتا ہے۔ میں بھی کہوں کہ اتنی رقم فیاض کے پاس کہاں سے آگئی" ___ سر سلطان نے اس بار نرم لہجے میں جواب دیا اور عمران نے یوں سر پر ہاتھ پھیرا جیسے بلا ٹلنے پر شکرانہ ادا کر رہا ہو۔

" آپ کو میرے خیال میں ابھی تک وہ بے عزتی تو نہیں بھولی ہو گی جو آپ کو اور ڈیڈی کو ان غیر ملکی انجینئروں کے ہاتھوں برداشت کرنی پڑی تھی" ___ عمران نے فوراً ہی موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

" ارے ہاں ___ اس کی بات تو میں نے تم سے کرنی تھی۔ فیاض نے زبردست حماقت کی ہے۔ اور ہو سکتا ہے اس کا نتیجہ ملک کے لئے زبردست نقصان دہ نکلے ___ ابھی تک تو

کوئی رپورٹ ہوئی نہیں۔ لیکن ہو گی یقیناً ___ اس سلسلے میں کوئی راستہ نکالو۔ میں تو بے حد پریشان ہوں"
سر سلطان نے جواب دیا۔

" آپ فکر نہ کریں ___ اب رپورٹ ہو گی بھی نہیں۔ بس فیاض ذرا آٹھ مجرموں کی لاشوں سے فارغ ہو جائے۔ پھر وہ آپ کی اور ڈیڈی کی بے عزتی کا گن گن کر بدلہ چکائے گا" ___ عمران نے کہا۔

" ارے بیٹے ___ اُسے سمجھاؤ۔ دوبارہ ایسی حماقت نہ کرے۔ وہ تو پاگل ہے۔ اب اگر کوئی ایسی بات ہو گئی تو پھر بات کسی صورت نہیں سنبھالی جا سکے گی" ___ سر سلطان نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

" آپ بے فکر رہیں ___ فیاض بڑا عقل مند اور ذہین آدمی ہے۔ بس ذرا جلد باز ہے۔ مگر اب وہ جلد بازی نہیں کرے گا" عمران نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

" بہر حال اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں ___ تم بہتر جانتے ہو" ___ سر سلطان نے جواب دیا۔

" او کے ___ بس میں نے یہی بتانے کے لئے ٹیلی فون کیا تھا کہ فیاض آپ کی بے عزتی پر سخت پریشان ہے۔ اور اب بدلہ چکانے ہی والا ہے" ___ عمران نے کہا۔

" اوہ ___ اس کا مطلب ہے وہ لوگ واقعی مجرم ہیں۔ اس پروفیسر کی اطلاع غلط نہ تھی" ___ سر سلطان نے کہا۔ وہ

عمران کی باتوں سے اصل مسئلہ سمجھ گئے تھے۔

"دیکھئے ——— بات تو ثبوت کی ہے۔ وہ جلد ہی مل جائے گا۔ اچھا بائی بائی ——— اور ہاں ——— آپ کی بے عزتی کا بدلہ کتنے میں پڑنا چاہیئے۔ آخر سیکرٹری وزارت خارجہ کی بے عزتی کا بدلہ لینا ہے کوئی مذاق تو نہیں" ——— عمران نے کہا۔

"اب تم نے فیاض کے ساتھ ساتھ مجھے بھی بلیک میل کرنا شروع کر دیا ہے۔ شیطان کہیں کے" ——— سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا ——— واقعی لوگ سچ کہتے ہیں۔ ان تلوں میں تیل نہیں ہے۔ تیل تو ایک طرف ——— تل ہی کھانے کو نہیں ملتے" ——— عمران نے کہا۔

اور پھر خدا حافظ کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

رسیور رکھ کر وہ کچھ دیر بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اس نے ٹرانسمیٹر الماری سے نکالا اور اس کی فریکونسی سیٹ کر کے بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو ——— عمران کالنگ ——— ٹائیگر ہیلو اوور"

عمران نے بٹن آن کرتے ہی بار بار یہ فقرہ دوہرانا شروع کر دیا۔

"ٹائیگر سپیکنگ باس اوور" ——— چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر ——— کیا رپورٹ ہے اوور" ——— عمران

نے پوچھا۔

"جناب ——— باقی غیر ملکی تو وہیں اسی عمارت میں ہیں۔ البتہ وہ ادھیڑ عمر غیر ملکی گلشن کالونی کی ایک کوٹھی میں پہنچ چکا ہے۔ کوٹھی نمبر ایک سو دس ——— اس وقت بھی وہ اسی کوٹھی میں موجود ہے۔ میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آیا ہوں اوور" ——— ٹائیگر نے جواب دیا۔

"کوٹھی میں کون ہے اوور" ——— عمران نے چونک کر پوچھا۔

"میں نے جھانکنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن مجھے وہاں صرف ایک کار کھڑی نظر آئی ہے۔ آدمی کوئی نہ تھا ——— باہر کوئی بورڈ بھی موجود نہیں ہے۔ اگر آپ حکم کریں تو میں اندر داخل ہو جاؤں اوور" ——— ٹائیگر نے کہا۔

"نہیں ——— تم بس نگرانی کرو۔ ہو سکتا ہے میں سوپر فیاض کے ساتھ خود ہی چیکنگ کے لئے آؤں اوور" ——— عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ——— اگر وہ ادھیڑ عمر غیر ملکی واپس چلا جائے تو کیا میں اسے چھوڑ دوں اوور" ——— ٹائیگر نے پوچھا۔

"نہیں ——— تم اس کے ساتھ ہی رہنا اوور" ——— عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب ——— میں سمجھ گیا اوور" ——— ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ——— عمران نے جواب دیا اور پھر ٹرانسمیٹر بند

کر کے وہ اٹھا۔ کپڑے تبدیل کئے اور پھر سلیمان کو چائے لانے کا کہہ کر وہ ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گیا۔ اُسے اب فیاض کا انتظار تھا۔

"یہ گھر ہے یا ہوٹل —— جب دیکھو چائے مانگ رہے ہیں آپ۔ چائے صرف ناشتے میں مل سکتی ہے بس" —— سلیمان نے آ کر بُرا سا منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ اس کا لہجہ بے حد خشک تھا۔ جب کہ عمران کو معلوم تھا کہ وہ کیتلی چولہے پر رکھ کر ہی آیا ہو گا۔

"ہوٹل بنا لو تو فائدے میں رہو گے —— ایک پیالی چائے کے بارہ لاکھ روپے مل سکتے ہیں" —— عمران نے جیب سے فیاض کے دیئے ہوئے دونوں چیک نکال کر بڑھاتے ہوئے کہا۔

"بارہ لاکھ روپے" —— سلیمان نے جلدی سے چیکوں پر جھپٹا مارا اور پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹیں بکھرتی چلی گئیں۔

"اپنے سوپر فیاض کے چیک ہیں —— واہ واہ —— یہ بات ہوئی نا جناب کتنی چائے چاہئیں۔ آپ بس حکم فرما دیا کریں چائے کی کوئی کمی نہیں ہے" —— سلیمان نے باچھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"بس ایک ہی پلا دو —— اللہ بھلا کرے گا" —— عمران نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور سلیمان تیزی سے واپس مڑ گیا۔

راجر بڑی بے چینی کے عالم میں کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ ٹونی کی طرف سے کوئی جواب نہ آ رہا تھا —— جب کہ ٹونی کو مشن پر نکلے کافی دیر ہو چکی تھی۔ اب تک کوئی نہ کوئی رپورٹ آ جانی چاہیئے تھی —— اس نے ایک دو بار ٹرانسمیٹر کال کرنے کی بھی کوشش کی تھی۔ لیکن دوسری طرف سے رابطہ ہی نہ مل سکا تھا —— اچانک ٹہلتے ٹہلتے اُسے ایک خیال آیا تو وہ تیزی سے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی طرف لپکا اور اس نے تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"یس —— ٹرنکورا ہوٹل" —— دوسری طرف سے ایک سنجیدہ آواز سنائی دی۔

"میں راجر بول رہا ہوں —— روم نمبر چھپن دوسری منزل میرے نام کوئی کال تو نہیں آئی" —— راجر نے سخت لہجے

میں پوچھا۔

"جناب —— دو کالیں آچکی ہیں۔ دونوں بار کوئی پروفیسر ڈنکن بات کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا ہے کہ جب بھی آپ آئیں آپ کو یہ پیغام دے دیا جائے کہ آپ ان سے فوراً بات کر لیں" —— دوسری طرف سے جواب ملا۔

"اوہ —— تھینک یو" —— راجر نے کہا اور پھر کریڈل دبا کر اس نے تیزی سے دوبارہ نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"ہیلو —— پروفیسر ڈنکن سپیکنگ" —— چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے پروفیسر ڈنکن کی آواز سنائی دی۔

"راجر بول رہا ہوں پروفیسر" —— راجر نے کہا۔

"اوہ راجر —— میں نے ایک ضروری بات کرنی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میرا ایک ساتھی ساحل سمندر سے واپس آیا ہے۔ اس نے ایک عجیب بات بتائی ہے کہ ساحل سمندر سے شہر آنے والی سنسان سڑک پر پولیس اور دیگر اعلیٰ حکام اکٹھے ہیں —— وہاں دو کاریں بھی تباہ ہوئی پڑی ہیں اور آٹھ غیر ملکیوں کی لاشیں موجود ہیں —— اور خاص بات یہ ہے کہ وہ انٹیلی جنس بیورو کا سپرنٹنڈنٹ فیاض اور وہ ڈائریکٹر جنرل جس نے ہماری کوٹھی پر چھاپہ مارا تھا وہاں موجود تھے" —— پروفیسر ڈنکن نے جواب دیا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ —— آٹھ غیر ملکیوں کی لاشیں —— اوہ کہیں وہ ٹونی اور اس کے ساتھی نہ ہوں —— مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

ٹونی اتنا لاپرواہ یا آسان شکار تو نہیں ہے" —— راجر نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"ہو سکتا ہے وہ تمہارے ساتھی نہ ہوں۔ لیکن مجھے بھی شک پڑا تھا۔ اس لئے میں نے تمہیں فون کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر تم ملے ہی نہیں —— اب تم ٹرنکورا ہوٹل سے بول رہے ہو" —— پروفیسر ڈنکن نے کہا۔

"نہیں پروفیسر —— میں نے ٹرنکورا ہوٹل چھوڑ دیا ہے۔ وہاں خطرہ ہے۔ میں یہاں گلشن کالونی کی ایک کوٹھی میں موجود ہوں۔ پروفیسر —— کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ موقع پر جا کر خود ساری معلومات کریں اور پھر مجھے بتائیں" —— راجر نے کہا۔

"میں خود تو وہاں نہیں جا سکتا۔ کیونکہ مجھے وہ لوگ اچھی طرح پہچانتے ہیں —— اور پھر پہلے بھی وہ ہم پر شبہ کر چکے ہیں۔ البتہ میں اپنے ایک ساتھی کو بھیج دیتا ہوں۔ وہ پتہ کر آئے گا" —— پروفیسر ڈنکن نے جواب دیا۔

"چلو —— ایسا ہی کریں۔ اُسے کہیں کہ وہ لاشیں دیکھ لے کسی طرح۔ صحافی بن کر چلا جائے —— اگر اس میں ایسی لاش موجود ہے جس کے چہرے پر دائیں طرف زخم کا کراس نما نشان ہے تو پھر وہ یقیناً ٹونی ہو گا ورنہ نہیں —— مگر مجھے فوراً اور جلد از جلد رپورٹ چاہیئے" —— راجر نے کہا۔

"مگر تمہیں رپورٹ کہاں دی جائے۔ ٹرنکورا ہوٹل تو تم چھوڑ چکے ہو۔ جہاں سے اب بول رہے ہو وہاں کا ٹیلی فون نمبر دے دو"

پروفیسر نے کہا۔

"آپ فون کو چھوڑیں ـــــ آپ خود یہاں میرے پاس آجائیں۔ ہو سکتا ہے مجھے آپ کی ضرورت پڑ جائے۔ گلشن کالونی کوٹھی نمبر ایک سو دس" ـــــ راجر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ میں آجاؤں گا ـــــ میرا انتظار کرنا"

پروفیسر نے جواب دیا۔

اور راجر نے سر ہلاتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار ابھر آئے تھے ـــــ اگر واقعی ٹونی اور اس کے ساتھی مارے جا چکے ہیں تو واقعی معاملہ بے حد سنگین ہو چکا ہے۔ اُسے فوری طور پر اس ملک سے نکلنا پڑے گا ـــــ کیونکہ ایکشن گروپ کے بغیر تو کسی طرح بھی مشن شروع نہ ہو سکتا تھا۔ پھر تو اُسے فوری طور پر مین ہیڈ کوارٹر جا کر وہاں سے تنظیم کے اور آدمی اکٹھے کر کے لانے پڑیں گے۔

وہ بیٹھا سوچتا رہا۔ اور اسی طرح سوچ بچار میں اُسے وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔

"باس ـــــ ایک آدمی کسی مسٹر راجر سے ملنے آیا ہے۔ وہ غیر ملکی ہے نام پروفیسر ڈنکن بتاتا ہے" ـــــ اچانک ایک مسلح آدمی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــ اُسے فوراً یہاں لے آؤ" ـــــ راجر نے چونکتے ہوئے کہا۔ اور چند لمحوں بعد پروفیسر ڈنکن اندر داخل ہوا۔

"تمہارے آدمی تو بہت خطرناک ہیں" ـــــ پروفیسر نے گھبرائے

ہوئے لہجے میں کہا۔

"بس پروفیسر ـــــ مجھے انہیں ہدایات دینے کا خیال نہیں رہا ورنہ آپ کو تکلیف نہ ہوتی۔ بہرحال بتلایئے کیا رپورٹ ہے"

راجر نے کہا۔

"کراس بنا زخم لیے چہرے پر ایک لاش موجود ہے"

پروفیسر نے جواب دیا۔ اور راجر نے دانتوں سے ہونٹ کاٹنے شروع کر دیئے۔

"اوہ ـــــ اس کا مطلب ہے ٹونی اور اس کے ساتھی مارے گئے ـــــ یہ بہت برا ہوا پروفیسر" ـــــ راجر نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"دیکھو راجر ـــــ میری تمہاری صرف دوستی ہے۔ مجھے تمہارے بزنس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے میرا مخلصانہ مشورہ یہی ہے کہ تم فی الحال یہاں سے چلے جاؤ ـــــ ایسا نہ ہو کہ تم بھی ان کے قابو آجاؤ" ـــــ پروفیسر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے پروفیسر ـــــ آپ کا مشورہ درست ہے میں ایسا ہی کروں گا۔ میں نے اس ملک کو انتہائی پس ماندہ سمجھ کر یہاں تنظیم کی پوری قوت صرف نہ کی تھی ـــــ صرف ایک چھوٹا سا گروپ لے کر آگیا تھا۔ میں ایک بار پھر آؤں گا اور پھر دیکھوں گا کہ یہ لوگ ہمارا مقابلہ کس طرح کرتے ہیں ـــــ میں پورے ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا" ـــــ راجر نے بڑے غصیلے لہجے میں کہا۔

" ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے۔ جتنا ہم اس ملک کو پس ماندہ سمجھتے تھے یہ اتنا پس ماندہ نہیں ہے ـــــ اچھا اب اجازت "
پروفیسر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

" اچھا پروفیسر ـــــ تمہارے تعاون کا بے حد شکریہ۔ تمہاری خدمات کو ڈیتھ سرکل ہمیشہ یاد رکھے گی۔ بائی بائی " ـــــ راجر نے پروفیسر کے قریب آتے ہوئے کہا۔

اور پروفیسر نے مصافحے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اچانک راجر کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما ـــــ اور کمرہ پٹاخے جیسی آواز سے گونج اٹھا۔ پروفیسر کی کنپٹی پر پوری قوت سے مکہ لگا تھا اور پروفیسر بے چارہ چیخ بھی نہ سکا اور اچھل کر فرش پر جا گرا ـــــ چند لمحے اس کا جسم تڑپتا رہا اور پھر ساکت ہو گیا۔ راجر نے جھک کر اس کی کلائی پکڑی اور نبض چیک کرنے لگا۔ پروفیسر بے ہوش ہو چکا تھا۔

" سوری پروفیسر ـــــ اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ میں تمہارے میک اپ میں آجاؤں۔ اس طرح میں آسانی سے ملک سے باہر جا سکتا ہوں " ـــــ راجر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے جھک کر فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے پروفیسر کو اٹھایا اور ملحقہ باتھ روم میں گھستا چلا گیا ـــــ اس نے پروفیسر کو باتھ روم کے فرش پر لٹا دیا اور پھرتی سے اس کا لباس اتارنا شروع کر دیا۔ پروفیسر کا لباس اتار کر اس نے اپنا لباس اتارا ـــــ اور پھر پروفیسر کا لباس خود پہننا شروع کر دیا۔

پروفیسر کا جسم اور قدوقامت چونکہ تقریباً اس جیسا تھا اس لئے اس نے پروفیسر کا روپ دھارنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد اس نے الماری سے میک اپ کا سامان نکالا اور پھر اس کے ہاتھ تیزی سے چلنا شروع ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ مکمل طور پر پروفیسر ڈیکن کا روپ بدل چکا تھا ـــــ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ دوبارہ اپنے کمرے میں آیا اور اس نے ایک الماری کے نچلے خانے سے بجلی سے چلنے والی آری نکال کر اس کا شو پلگ میں لگا کر اس نے بٹن آن کر دیا۔ آری کا تیز بلیڈ تیزی سے چلنا شروع ہوا تو وہ فرش پر عریاں پڑے پروفیسر پر جھک گیا۔

" خدا حافظ پروفیسر۔ تنظیم تمہاری قربانی کو ہمیشہ یاد رکھے گی "
راجر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے آری کا تیز بلیڈ اس نے پروفیسر کی گردن پر جما دیا۔ پروفیسر کے جسم کو معمولی سی حرکت ہوئی۔ مگر دوسرے لمحے اس کی گردن کٹتی چلی گئی۔ غسل خانے کے فرش پر خون تیزی سے پھیلنے لگا۔ راجر آری سے پروفیسر کے جسم کو کاٹتا گیا۔

تھوڑی دیر بعد غسل خانے کے فرش پر پروفیسر کے جسم اور ہڈیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ڈھیر کی صورت میں خون میں لپٹے ہوئے پڑے تھے ـــــ اس نے پروفیسر کا سر بھی کاٹ کر ہزاروں حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اور پھر اس نے غسل خانے کے پانی کی نکاسی والی جالی ہٹائی ـــــ اور ان ٹکڑوں کو گٹر میں بہانا شروع کر دیا۔ اس نے پانی کا نل پورا کھول دیا تھا۔ اور پانی ان ٹکڑوں کو بہا کر اپنے ساتھ گٹر میں لیتا چلا گیا ـــــ تھوڑی دیر بعد

غسل خانے کا فرش صاف ہو چکا تھا۔ اب وہاں خون کا ایک دھبہ تک موجود نہ تھا ـــــ پروفیسر ہزاروں ٹکڑوں میں تبدیل ہو کر گٹر میں پہنچ چکا تھا۔ راجر نے آری کا بلیڈ پانی سے دھویا۔ ہاتھ صاف کئے۔ اور پھر ایک کونے میں پڑے ہوئے برش کی مدد سے کونے کھدرے بھی صاف کر دیئے ـــــ جب اُسے پوری طرح تسلی ہو گئی کہ اب کچھ بھی باقی نہیں رہا تو اس نے نل بند کیا۔ جالی کو واپس اپنی جگہ پر ٹکایا اور الماری سے پتلون نکال کر دوبارہ پہن لی ـــــ اب اس کے پہچان لئے جانے کا ہر خدشہ ختم ہو چکا تھا۔ دوسرے لفظوں میں راجر اس دنیا سے غائب ہو چکا تھا۔

"راجر پروفیسر کے روپ میں باہر آیا۔ اور پھر اس نے الماری سے تمام ضروری سامان نکال کر ایک بیگ میں ڈالا ـــــ اور تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل آیا۔

کوٹھی میں اس وقت چار مسلح محافظ موجود تھے۔ یہ چاروں مقامی آدمی تھے اور کرایہ پر حاصل کئے گئے تھے۔

"سنو دوستو ـــــ میں باس ہوں پروفیسر کے میک اپ میں" ـــــ راجر نے برآمدے کے قریب پہنچ کر اپنی اصل آواز میں کہا۔

"اوہ باس ـــــ آپ" ـــــ چاروں مسلح افراد اس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔

"میں نے یہ جگہ فوری طور پر چھوڑنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ پروفیسر میرے میک اپ میں اندر بندھا پڑا ہے ـــــ تم چاروں ایسا کرو

کہ اندر جا کر اُسے بھی اٹھا لاؤ۔ اور اندر الماری میں موجود اسلحہ بھی اٹھا لو ـــــ پروفیسر کو جہاں جی چاہے پھینک دینا۔ اسلحہ تمہارا" ـــــ راجر نے کہا اور ان چاروں کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ اپنا معاوضہ تو پیشگی ہی وصول کر چکے تھے ـــــ اب ظاہر ہے قیمتی غیر ملکی اسلحہ مفت مل رہا تھا۔ چنانچہ اسلحے کے لالچ میں وہ چاروں مڑے اور تیزی سے راہداری کی طرف بڑھتے چلے گئے ـــــ ان کے مڑتے ہی راجر نے جیب سے سائیلنسر لگا ریوالور بجلی کی سی تیزی سے نکالا اور دوسرے لمحے چٹ چٹ کی آوازیں ریوالور سے نکلیں اور وہ چاروں وہیں راہداری میں ہی ایک دوسرے پر ڈھیر ہوتے چلے گئے ـــــ گولیاں ٹھیک نشانے پر لگی تھیں۔ وہ چاروں چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گئے تھے۔ راجر نے ریوالور دوبارہ جیب میں ڈالا اور پھر وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔ اس نے باری باری انہیں گھسیٹ کر کوٹھی کے تہہ خانے میں لے جا کر پھینک دیا ـــــ اور اس کے بعد اس نے تہہ خانے کا دروازہ بند کر دیا۔ اُسے یقین تھا کہ چونکہ کوٹھی کا چھ ماہ کا کرایہ ایڈوانس دیا جا چکا ہے۔ اس لئے کئی ماہ تک یہاں کوئی نہیں آئے گا اور اس وقت تک یہ لاشیں گل سڑ کر ناقابل شناخت ہو چکی ہوں گی ـــــ اور شناخت ہو بھی جائے تب بھی اُسے پرواہ نہ تھی اس نے تو بہر حال ملک سے باہر نکل ہی جانا تھا۔

"اب اس کے ذہن میں صرف شہلا کا مسئلہ رہ گیا تھا۔ موجودہ حالات میں شہلا کو اپنے ساتھ نہ لے جا سکتا تھا ـــــ کیوں کہ

غسلا شہلا انٹیلی جنس کی نظروں میں آچکی تھی۔ اور شہلا کی وجہ سے حالات بگڑ بھی سکتے تھے —— اس لئے اس نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ جوزفین کلب جا کر پہلے شہلا کا صفایا کرے گا پھر باہر جانے کا پروگرام بنائے گا۔ مارگریٹ کی اُسے فکر نہ تھی —— کیوں کہ ایک تو مارگریٹ ابھی تک سامنے ہی نہ آئی تھی اور پھر وہ سپلائی کے لئے پہلے ہی ملک سے باہر جا چکی تھی اور اس کی آمد میں ابھی دو تین روز باقی تھے۔ چنانچہ یہی فیصلہ کرتے ہی وہ پروفیسر کی کار میں بیٹھا اور پھر چند لمحول بعد اس کی کار کوٹھی کے پھاٹک سے باہر نکل کر شہر کی طرف جانے والی سڑک پر دوڑی چلی گئی —— راجر اب بڑے مطمئن انداز میں بیٹھا کار چلا رہا تھا۔ کیوں کہ اس کے خیال کے مطابق اب وہ پوری طرح محفوظ ہو چکا تھا۔

فیاض گنگناتا ہوا فلیٹ کی سیڑھیاں چڑھتا گیا۔ اس کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا —— اور باچھیں کھل کر کانوں تک چلی گئی تھیں۔ آنکھوں میں فتح اور مسرت کی چمک تھی۔ اس کے جسم پر سپرنٹنڈنٹ کی وردی تھی اور وہ یوں اچھل اچھل کر دو دو سیڑھیاں چڑھ رہا تھا —— جیسے دشمن کی فوج کو شکست دینے کے بعد فاتح جنرل مفتوحہ کیمپ میں داخل ہوتا ہے۔

فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور سامنے ہی صوفے پر عمران دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے اکڑوں بیٹھا ہوا تھا —— اس کا انداز ایسا تھا جیسے زبردست پریشانیوں اور مصائب کا بوجھ اس اکیلے کے سر پر آپڑا ہو۔

”کبھی تو خوش بھی ہو جایا کرو —— ہر وقت روتے ہی نظر آتے ہو“ —— فیاض نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو

کر کہا۔ عمران کی حالت دیکھ کر اس کا سارا موڈ چوپٹ ہو گیا تھا۔

"خوشیاں تو مجھ سے روٹھ چکی ہیں سوپر فیاض ـــــ سماج نے مجھے اتنے تھپیڑ مارے ہیں کہ سماج کے اپنے ہاتھ تھک گئے ہیں اور سماج اب اپنے بازوؤں کی مالش کر رہا ہے ـــــ میرے لئے تو خوشیاں بھی آنسو بہا رہی ہیں۔ اتنے آنسو بہا رہی ہیں کہ ہر طرف سیلاب آ چکا ہے۔ آنکھوں میں کشتیاں بلکہ موٹر لانچیں چل رہی ہیں۔ اور ملک و قوم کا پیٹرول ضائع کر رہی ہیں" ـــــ عمران نے فلموں کے ہیرو جیسی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"جہاں سماج تمہیں تھپیڑ مار مار کر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکا وہاں میرا ایک ہی تھپیڑ کافی ہو گا کیا خیال ہے" ـــــ فیاض نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بادر دی سماج ـــــ ارے خدا کی پناہ ـــــ اس کا تو تھپیڑ ہی بڑا زوردار ہوتا ہے۔ اسے تھپیڑ کہنا تو تھپیڑ کی توہین ہے اسے تو چھاپیڑ کہنا چاہیئے" ـــــ عمران نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"اچھا ـــــ اب یہ اداکاری چھوڑو۔ خدا کی قسم آج زندگی کا لطف آیا ہے ـــــ سر رحمان نے جب آٹھ غیر ملکیوں کی لاشیں بکھری ہوئی دیکھیں تو ان کا چہرہ کھل اٹھا۔ بس کچھ نہ پوچھو وہ تعریفیں ہوئیں کہ سارے گلے شکوے دور ہو گئے" ـــــ فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ فلمی سٹوری بھی سنا دی" ـــــ عمران نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں ـــــ میں نے مرچ مصالحہ لگا کر سنا دی۔ بڑا لطف آیا۔ میں اکیلا اور آٹھ مسلح غیر ملکی مجرم" ـــــ فیاض نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے جواب دیا۔

"کوئی اعتراض ـــــ کوئی جرح" ـــــ عمران نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"ارے تم اعتراض کی بات کر رہے ہو۔ سر رحمان کی تو خوشی سے باچھیں کھل رہی تھیں ـــــ انہوں نے فوراً صدر مملکت کو رپورٹ دی۔ کامیاب رپورٹ" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

اور عمران سر پہ ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

سر رحمان اب واقعی بوڑھے ہو چلے تھے اور بوڑھے اور بچے تو ٹوٹے ہوئے کھلونوں سے بھی جی بہلا لیا کرتے ہیں۔

"اچھا ـــــ چلو تمہارے پیسے تو حلال ہو گئے۔ کیا یاد کرو گے مفت میں مجرم مار لئے" ـــــ عمران نے کہا۔

"اچھا جی ـــــ یہ مفت ہے۔ ساڑھے بارہ لاکھ روپے خرچ کئے ہیں مذاق نہیں۔ کبھی کمائے ہوں تو پتہ چلے کہ پیسے کیسے کمائے جاتے ہیں۔ بس گولیاں چلا کر آٹھ غیر ملکی مار لئے اور ان کے بدلے مجھ جیسے آدمی سے ساڑھے بارہ لاکھ روپے مار لئے ـــــ اس پہ اکڑ رہے ہو" ـــــ فیاض نے لہجے میں غصہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا ـــــ تو یہ بات ہے ـــــ چلو ایسے ہی سہی۔ اب دوسری نیلامی میں ایکسٹو کو بھی شامل کر لیتا ہوں۔ پھر دیکھتا ہوں کون

زیادہ بولی لگاتا ہے"۔۔۔۔ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔
"دوسری نیلامی ۔۔۔ کیا مطلب"۔۔۔ فیاض نے چونک کر آنکھیں پھاڑتے ہوئے پوچھا۔
"بھئی یہ تو کارکن مجرم تھے۔ ڈیڑھ لاکھ روپے میں ایک مجرم کی لاش میں نے فروخت کر دی۔ کہ چلو اس بار نفع نہ سہی نقصان ہی سہی ۔۔۔ مگر ڈیتھ سرکل کے اصل گرگے تو ابھی رہتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ ان کی قیمت تو ان کی حیثیت کے مطابق ہی ہوگی"۔۔۔ عمران نے سادہ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
"تم اب کمینہ پن پہ اتر آئے ہو عمران ۔۔۔ میں نے بہت برداشت کیا ہے تمہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم مجھے احمق سمجھ لو۔ یہ آٹھ لاکھ روپے کا چیک تم نے گرگوں کو پکڑوانے کا لیا ہے۔ سمجھے ۔۔۔ اور اب تم نے اگر چکر چلانے کی کوشش کی تو پکڑ کر جیل بھیج دوں گا۔ پھر میں دیکھوں گا وہاں سے تمہیں کون چھڑاتا ہے اور اگر کسی نے چھڑا بھی لیا تو خدا کی قسم گولی مار کر خودکشی کر لوں گا"۔ فیاض نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ جھنجھلاہٹ سے بھرپور تھا۔
"ارے ارے ۔۔۔ یار ناراض کیوں ہو رہے ہو۔ بھائی تم میرے دوست ہو۔ تمہاری کامیابی میری کامیابی ہے۔ ایک دوست کو بارہ لاکھ روپے دینے سے تمہیں تکلیف ہوئی ہے تو کوئی بات نہیں ۔۔۔ تم اپنے چیک واپس لے لو۔ میرا گزارہ تو رو پیٹ کر ہو ہی جائے گا۔ مگر ایک دوست تو خوش ہو گا"۔

عمران نے دوسرے انداز میں نفسیاتی وار کرتے ہوئے کہا۔
"بس بس ۔۔۔ میں وہ چیک واپس نہیں لیتا۔ تم مجھے اب اصل گرگے پکڑوا دو۔ تمہارا میرا اس کیس کا حساب ختم"۔ فیاض نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا۔
"نہیں بھائی ۔۔۔ میں باز آیا ایسے سودے بازی سے۔ تم اپنے چیک بھی لے لو اور میں تمہیں مجرم بھی پکڑوا دیتا ہوں۔ سچ ہے غریب کے پاس تھوڑی سی رقم بھی آجائے تو لوگ طعنے مار مار کر اسے ختم کر دیتے ہیں ۔۔۔ اب دیکھو مجھے معلوم ہے کہ تم ہر مہینے دس بارہ لاکھ روپے اینٹھ لیتے ہو۔ میں نے کبھی تمہیں طعنہ دیا ہے ۔۔۔ یہ ہے کمینگی اور شرافت میں فرق"۔۔۔ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔
اور پھر اس سے پہلے کہ فیاض کوئی جواب دیتا عمران نے سلیمان کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔
"فرمائیے"۔۔۔ دوسرے لمحے سلیمان نے دروازے میں سے جھانکتے ہوئے کہا۔
"بھئی ۔۔۔ سوپر صاحب کے وہ دو چیک لادو۔ انہیں واپس کر دیں۔ یہ بے چارے بڑے پریشان ہیں ۔۔۔ کہتے ہیں اتنی بھاری رقم تمہیں دے دی ہے"۔۔۔ عمران نے سلیمان سے مخاطب ہو کر کہا۔
"اچھا جناب ۔۔۔ ابھی لا دیتا ہوں"۔۔۔ سلیمان نے خلاف توقع بڑے شرافت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں نہیں ـــ رہنے دو" ـــ فیاض نے سلیمان کو منع کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ عمران سے مخاطب ہوا۔

"تم تو ناراض ہو گئے یار ـــ تم سے رقم مجھے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ میں تمہیں ناراض نہیں دیکھ سکتا۔ تم مجھ سے اور بارہ لاکھ کا چیک لے لو مگر ناراض نہ ہو" ـــ فیاض عمران کی توقع کے عین مطابق اس کے اس نئے نفسیاتی جال میں پھنس ہی گیا۔ عمران جانتا تھا کہ اگر وہ یہ داؤ استعمال نہ کرتا تو فیاض واقعی اُسے گولی مار دینے سے بھی نہ ٹلتا۔

"نہیں بھئی ـــ وہی بارہ لاکھ ہی ہضم نہیں ہو رہے۔ کھٹے ڈکار آرہے ہیں۔ تم مزید بارہ لاکھ دے کر مجھے ہیضہ کرانا چاہتے ہو" ـــ عمران نے مسمسے لہجے میں کہا۔ مگر فیاض نے اس کی بات سنے بغیر جیب سے چیک بک نکالی اور ایک اور چیک لکھ کر زبردستی عمران کی جیب میں ٹھونس دیا۔

"میں نے آٹھ لاکھ کا اور چیک لکھ دیا ہے ـــ بس اب تو مسکرا دو" ـــ فیاض نے کہا۔

"یعنی چار لاکھ روپے کی ڈنڈی پھر بھی مار گئے ـــ بھئی کاروبار کرنا تو کوئی تم سے سیکھے" ـــ عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ اور پھر جیب سے چیک نکال کر اس نے زور زور سے دوبارہ سلیمان کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔

"اب کیا ہے" ـــ سلیمان نے سخت لہجے میں کہا۔

"یار ناراض کیوں ہوتے ہو ـــ ملکشی دیوی بیٹھی ہو تو ناراض

نہیں ہوا کرتے ـــ یہ لو آٹھ لاکھ روپے کا نیا چیک ـــ اللہ کرے گا باقی چار لاکھ بھی مل ہی جائیں گے" ـــ عمران نے چیک سلیمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"صرف آٹھ لاکھ روپے کا چیک ـــ باقی چار لاکھ ادھار۔ آج کل زمانہ ہے ادھار رکھنے کا ـــ ادھار تو محبت کی قینچی ہے" ـــ سلیمان نے یوں بُرا سا منہ بناتے ہوئے چیک لیا۔ جیسے آٹھ لاکھ کا نہیں آٹھ پیسے کا چیک ہو۔

"تم قینچی استرے کی بات نہ کیا کرو سلیمان ـــ ورنہ کسی دن باربر شاپ کھول کر بیٹھ جاؤ گے۔ کہو ادھار محبت کا ہاون دستہ ہے۔ آدمی کو اپنی پیشہ ورانہ شناخت قائم رکھنی چاہئے" ـــ عمران نے نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں ہی نہلے پر دہلے ہو۔ یوں باتیں کر رہے ہو جیسے میں نے آٹھ لاکھ کا چیک نہ دیا ہو۔ حقیر سا نذرانہ پیش کیا ہو" فیاض نے پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"سلیمان ـــ فیاض صاحب کو آج تک جتنی چائے پلوائی ہیں تم نے ان کا صرف سوئی گیس کا بل کتنا بنتا ہے" ـــ عمران نے کہا۔

"صاحب ـــ کیا پوچھتے ہیں ـــ بس نہ ہی پوچھیں تو بہتر ہے۔ ایک بار چائے پلانے پر ایک روپے کی سوئی گیس جلتی ہے۔ اور میرے اندازے کے مطابق فیاض صاحب آج تک کروڑ چائے تو پی ہی گئے ہوں گے ـــ اس سے زیادہ ہی ہو سکتی ہیں

کم نہیں ـــــ کیوں فیاض صاحب ـــــ حساب ٹھیک ہے نا "۔ سلیمان نے فیاض سے ہی تصدیق کراتے ہوئے کہا۔

" اچھا اچھا ـــــ دفع ہو جاؤ ـــــ سن لیا ہے میں نے حساب "۔ فیاض نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ اور سلیمان مسکراتا ہوا واپس چلا گیا۔

" چلو ـــــ یہ بھی اچھا ہے تمہیں حساب کا پتہ چل گیا۔ حساب رکھنا اچھی بات ہے آدمی سے بھول چوک نہیں ہوتی "۔ عمران نے بڑے فلسفیانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" تم گولی مارو حساب کتاب کو ـــــ وہ شہلا اور راجر کہاں ہیں " ـــــ فیاض نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" ہاں بھئی ـــــ اب تو گولی ہی مارنی پڑے گی۔ باقی رقم تو ڈوب ہی گئی۔ اچھا خیر ـــــ کبھی زندگی رہی تو حساب بھی پورا ہو ہی جائے گا " ـــــ عمران نے کہا۔ اور پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

" آؤ بھئی ـــــ اب باقی پیسے بھی حلال کر لیں " ـــــ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور فیاض بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں ہی آگے پیچھے چلتے ہوئے فلیٹ سے نیچے اترے ـــــ فیاض کی سرکاری گاڑی وہاں موجود تھی عمران بڑے اطمینان سے دروازہ کھول کر بیٹھ گیا ـــــ باوردی ڈرائیور پہلے سے ہی سٹیرنگ پر موجود تھا۔ فیاض بھی عمران کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

" کہاں چلنا ہے " ـــــ فیاض نے ڈرائیور کے سامنے بڑے کرخت لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

" جہاں جی چاہے لے چلو ـــــ سرکاری پٹرول ہے کون پوچھتا ہے " ـــــ عمران نے بڑے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

" اوہ پلیز " ـــــ فیاض نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے سیٹ کے نیچے ہاتھ بھی جوڑ دیئے۔

" اچھا اچھا ـــــ میں سمجھ گیا۔ یعنی تم شہر کی بجائے مضافات جانا چاہتے ہو ـــــ چلو ٹھیک ہے گلشن کالونی چلو ـــــ سنا ہے وہاں بڑی اچھی کوٹھیاں بنی ہیں۔ میں نے بھی کوٹھی بنوانی ہے۔ شاید کوئی نقشہ ہی پسند آجائے " ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" ڈرائیور " ـــــ فیاض نے عمران کی بات ختم ہوتے ہی تحکمانہ لہجے میں کہا۔

" یس سر " ـــــ ڈرائیور نے فوراً مؤدب ہو کر جواب دیا۔

" گلشن کالونی چلو " ـــــ فیاض نے کہا اور ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا دی۔ اور پھر مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد تھوڑی دیر بعد گاڑی گلشن کالونی میں داخل ہو گئی۔

" کوٹھی نمبر ایک سو دس تلاش کرو ـــــ سنا ہے بڑے جدید ڈیزائن کی ہے " ـــــ عمران نے کہا اور پھر وہ باہر دیکھنے لگا۔ جیسے کوٹھیوں کے نمبر پڑھ رہا ہو۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد ڈرائیور نے ایک درمیانی قسم کی کوٹھی کے گیٹ کے سامنے گاڑی روک دی۔

اس پر ایک سو دس کا نمبر صاف پڑھا جا رہا تھا۔

"آؤ بھئی —— اندر چل کر ڈیزائن اچھی طرح دیکھ لیں"۔ عمران نے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا اور فیاض بھی فوراً نیچے اتر آیا۔ کوٹھی کا پھاٹک کھلا ہوا تھا —— اس لئے وہ دونوں اطمینان سے اندر داخل ہو گئے۔ پورچ میں ایک کار موجود تھی۔ اور بس —— باقی کوٹھی سنسان پڑی ہوئی تھی۔

"یہ تو کوٹھی خالی معلوم ہوتی ہے"۔ —— فیاض نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں —— خالی ہو گی تو اطمینان سے ڈیزائن دیکھ لیں گے"۔ —— عمران نے کہا۔ اور وہ دونوں پورچ میں پہنچ گئے۔ عمران کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ کوٹھی خالی ہے —— اس کا مطلب ہے پنچھی اگر تھے بھی تو اڑ چکے تھے۔ عمران نے کوٹھی کی تلاشی لینی شروع کر دی —— اور پھر مختلف کمروں میں گھومنے کے بعد آخر کار وہ تہہ خانے میں پہنچ ہی گیا جہاں چار مقامی آدمیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

"لو بھئی —— چار لاکھ تو اتر گیا —— سنبھالو چار لاشیں"۔ عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ —— مگر یہ تو مقامی ہیں"۔ —— فیاض نے کہا۔

"بھئی —— غیر ملکی لاش کے ڈیڑھ لاکھ لگے تھے تو کیا مقامی کے ایک لاکھ بھی نہ دو گے"۔ —— عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو کیا یہ بھی مجرموں کے ساتھی ہیں —— مگر مجرم کہاں ہیں"۔ فیاض نے کہا۔

"وہ بھی مل جائیں گے یار —— جو کام قسطوں میں ہو جائے وہ اچھا ہے —— پہلی قسط تو وصول کر لو"۔ —— عمران نے کہا۔ اور فیاض سر ہلاتا ہوا واپس پورچ کی طرف بڑھنے لگا۔

"سنو —— اس ڈرائیور کو چھٹی کرا دو۔ اس طرح تو ہم سیر ہی کر سکتے ہیں۔ کام نہیں ہو سکتا"۔ —— عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے —— میں سمجھ گیا"۔ —— فیاض نے کہا۔ اور تیزی سے قدم بڑھاتا باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی عمران نے تیزی سے کلائی پر بندھی ہوئی ٹرانسمیٹر واچ کا ونڈ بٹن گھمایا —— اور جب گھڑی پر سوئیاں مخصوص ہندسوں پر پہنچیں تو اس نے ونڈ بٹن کو مخصوص انداز میں دو بار گھمایا۔ دوسرے لمحے گھڑی کے ڈائل پر ایک سرخ رنگ کا نقطہ جل اٹھا۔ عمران خاموشی سے اس نقطے کو دیکھتا رہا —— چند سیکنڈ بعد نقطے کا رنگ سبز ہو گیا۔ اور عمران سمجھ گیا کہ رابطہ قائم ہو چکا ہے۔

"ہیلو —— عمران سپیکنگ اوور"۔ —— عمران نے گھڑی کے قریب منہ لے جا کر سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر —— ٹائیگر بول رہا ہوں اوور"۔ —— دوسری طرف سے ٹائیگر کی مدھم سی آواز سنائی دی۔

"کہاں سے بول رہے ہو اوور"۔ —— عمران نے پوچھا۔

"شاہی روڈ کی پہلی عمارت کے باہر موجود ہوں۔ پروفیسر اس کوٹھی سے باہر آگیا تھا ۔۔۔ آپ کے حکم کے مطابق میں نے اس کا تعاقب کیا۔ وہ کوٹھی سے نکل کر جوزفین کلب گیا۔ اس نے کار باہر چھوڑی اور تقریباً دس منٹ تک عمارت کے اندر رہا۔ پھر واپس آکر وہ دوبارہ کار میں سوار ہوا ۔۔۔ اور وہاں سے سیدھا اس عمارت میں آگیا ہے۔ اس وقت بھی اندر موجود ہے۔ اوور" ۔۔۔ ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کوٹھی کے اندر گولیاں چلنے کی آواز بھی سنی تھی تم نے اوور" عمران نے پوچھا۔

"نہیں جناب ۔۔۔ ایسی کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ حالاں کہ میں کوٹھی سے بالکل نزدیک رہا ہوں اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اچھا ۔۔۔ تم ایسا کرو ۔۔۔ یہاں سے سیدھے جوزفین کلب جاؤ اور وہاں جاکر معلوم کرو کہ پروفیسر وہاں کس سے ملنے گیا تھا اوور" ۔۔۔ عمران نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ۔۔۔ رپورٹ ٹرانسمیٹر پر ہی دوں اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"ہاں ۔۔۔ مگر جلدی اوور" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ میں پتہ کر لوں گا۔ میرے چند واقف وہاں موجود ہیں اوور" ۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوکے ۔۔۔ اوور اینڈ آل" ۔۔۔ عمران نے کہا اور ونڈ بٹن دبا کر اس نے رابطہ ختم کیا۔ اور پھر سوئیاں گھما کر اس نے وقت درست کیا ۔۔۔ اس کی گھڑی میں ڈبل ٹائم سسٹم تھا۔ یعنی ہندسوں کے ذریعے بھی وقت دکھائی دیتا تھا اور گھڑی کی سوئیوں کی مدد سے بھی ۔۔۔ اس لئے اسے وقت درست کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔

اسی لمحے فیاض واپس آگیا۔

"میں نے ڈرائیور کو ہیڈ کوارٹر اطلاع دے کر بھیج دیا ہے۔ وہاں سے لوگ پہنچ جائیں گے" ۔۔۔ فیاض نے جواب دیا۔

"اوکے ۔۔۔ آؤ اب باقی چار لاکھ بھی اتار ہی دوں" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیزی سے باہر کی طرف چل پڑا ۔۔۔ فیاض اس کے پیچھے تھا۔ اس بار فیاض ڈرائیونگ سیٹ پر تھا۔

"اب کہاں چلنا ہے" ۔۔۔ فیاض نے گاڑی کوٹھی سے باہر نکالتے ہوئے پوچھا۔

"وہیں ۔۔۔ جہاں سے تم بے عزت ہو کر نکلے تھے" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب" ۔۔۔ فیاض نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ارے ہاں ۔۔۔ یہ تو میں بھول ہی گیا کہ تم ہر جگہ سے بے عزت ہو کر ہی نکلتے ہو ۔۔۔ اس لئے تمہیں خاص شناخت بتانی پڑے گی۔ بھئی وہیں جہاں پروفیسر گھوشن نے تمہیں

بھیجا تھا"۔۔۔۔ عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اور فیاض
اُسے گھور کر رہ گیا۔ مگر اس نے جواب دینے کی بجائے گاڑی آگے
بڑھا دی۔۔۔۔ فیاض لاکھ مشتعل مزاج سہی لیکن اُسے اتنا ہوش
ضرور تھا کہ اگر اس نے ذرا بھی غصہ دکھانے کی کوشش کی تو
عمران نے ایک بار پھر بگڑ جانا ہے۔۔۔۔ اور پھر اُسے منانا مشکل
ہو جائے گا۔

"ایک بات سوچ لو۔۔۔۔ اس بار اگر چھاپہ ناکام ہوا تو سر رحمان
مجھے گولی مار دیں گے"۔۔۔۔ فیاض نے چند لمحے خاموش رہنے کے
بعد کہا۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔۔ پھانسی چڑھ جائے گا نا ڈیڈی۔۔۔ چڑھنے
دو۔ کم از کم جائیداد تو میرے قبضے میں آئے گی۔ مجھے تم جیسے
لوگوں کی منتیں تو نہیں کرنی پڑیں گی"۔۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے
ہوئے جواب دیا۔ اور فیاض خون کا گھونٹ پی کر رہ گیا۔ ظاہر ہے۔
جو اپنے باپ کے متعلق ایسے فقرات کہنے سے نہ ٹلتا تھا وہ فیاض
کو کہاں بخش سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فیاض کی گاڑی شاہی روڈ پر پہنچ گئی۔ اور
شاہی روڈ پر پہنچتے ہی اس نے گاڑی کی رفتار آہستہ کر لی۔

"کیا اس عمارت کے اندر جانا ہے"۔۔۔۔ فیاض نے
پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ باہر کہیں آڑ میں روک لو۔ مجھے پہلے مراقبہ تو کر
لینے دو"۔۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور فیاض نے

گاڑی ایک طرف روک لی۔ عمران خاموش بیٹھا تھا۔ اس کے ذہن
میں الجھن نمایاں تھی۔۔۔۔ کوٹھی خالی ہونے اور وہاں مقامیوں
کی لاشیں ملنے کا مطلب تھا کہ مجرم غائب ہو چکے ہیں۔ اور
ظاہر ہے پروفیسر موجود تھا۔ اگر وہ مجرم ہوتا تو اس طرح کبھی نہ
رہتا۔۔۔۔ پھر آخر پروفیسر کا کیا رول ہے اور مجرم کون ہیں۔
شہلا اور راجر کہاں ہیں۔ ان سوالوں کا جواب نہ مل رہا تھا۔ ابھی
انہیں وہاں رکے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک عمران
کی کلائی پر ضربیں لگنی شروع ہو گئیں۔

"یار فیاض دیکھنا اس عمارت کا کوئی عقبی دروازہ تو نہیں
ہے۔ ایسا نہ ہو ہم یہاں بیٹھے رہیں اور پروفیسر فرار ہی ہو
جائے"۔۔۔۔ عمران نے کلائی پر ضربیں لگتے ہی فیاض سے
مخاطب ہو کر کہا۔ ظاہر ہے وہ فیاض کے سامنے ٹائیگر سے
بات نہ کرنا چاہتا تھا۔

"تو کیا میں خود جا کر دیکھوں"۔۔۔۔ فیاض نے یوں حیرت
بھرے لہجے میں کہا جیسے ایسا کام اس کے شایانِ شان نہ
ہو۔

"نہیں۔۔۔۔ اپنی وردی کو بھیج دو تم بے شک یہاں بیٹھے رہو۔
یا پھر دوسری صورت ہے کہ وردی کو یہاں ڈال دو اور خود جا
کر دیکھ آؤ"۔۔۔۔ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ عجیب مصیبت ہے۔۔۔۔ میں سپرنٹنڈنٹ نہ ہوا سپاہی
بن گیا"۔۔۔۔ فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر دروازہ

کھول کر نیچے اتر گیا۔ عمران کے لبوں پر مسکراہٹ تیرنے لگی۔ وہ فیاض کی مشکل سمجھتا تھا ۔۔۔ فیاض کو یہ کام اپنے عہدے کے لحاظ سے گھٹیا معلوم ہو رہا تھا۔

فیاض کے جاتے ہی عمران نے تیزی سے ونڈ بٹن کو مخصوص انداز میں دبایا۔

"ہیلو ۔۔۔ ٹائیگر سپیکنگ اوور" ۔۔۔ بٹن دبتے ہی دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"کیا رپورٹ ہے اوور" ۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"جناب ۔۔۔ پروفیسر یہاں کے ایک کمرے میں گیا تھا۔ اس کمرے کا دروازہ لاک تھا۔ میں نے ماسٹر کی سے جب اسے کھولا تو اندر ایک مقامی لڑکی کی لاش پڑی ہوئی ہے اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"مقامی لڑکی کی ۔۔۔ کیا حلیہ ہے اس کا اوور" ۔۔۔ عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ اور جواب میں ٹائیگر نے جو حلیہ بتایا وہ سنتے ہی عمران سمجھ گیا کہ ہلاک ہونے والی لڑکی شہلا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

"کیا کلب والوں کو اس کی ہلاکت کی اطلاع ہے اوور" عمران نے پوچھا۔

"نہیں جناب ۔۔۔ میں نے خفیہ طور پر چیکنگ کی تھی اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"مگر تم نے پوچھ گچھ کی ہو گی اور جب اس کمرے سے لاش ملے گی تو پھر بات تم پر بھی آجائے گی اوور" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ہو تو سکتا ہے ۔۔۔ پھر کیا حکم ہے اوور" ۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"کیا تم اس لاش کو خفیہ طور پر وہاں سے نکال کر لا سکتے ہو اوور" ۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"بالکل لا سکتا ہوں ۔۔۔ ایک راستہ ایسا ہے جہاں سے یہ کام آسانی سے ہو سکتا ہے اوور" ۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"او کے ۔۔۔ پھر اس لڑکی کی لاش وہاں سے نکال کر اسے پیلی عمارت کی عقبی سمت کونے میں اندر پھینک دو۔ مگر جلدی اوور" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"بہتر جناب ۔۔۔ مجھے زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ لگے گا اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"لاش پھینک کر تم مین روڈ کی طرف آجانا۔ وہاں میں فیاض کے ساتھ اس کی سرکاری گاڑی میں موجود ہوں ۔۔۔ تم صرف پاس سے گزر جانا۔ میں سمجھوں گا کہ کام ہو گیا ہے اوور" عمران نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب اوور" ۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"تمہارے پاس موٹر سائیکل تو نہیں ہے اوور" ۔۔۔ اچانک عمران نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"کار ہے جناب ۔۔۔ موٹر سائیکل ہوتا تب میں لاش کیسے لے

آتا اور یہ ـــــ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوور کے ـــــ فوراً کام شروع کر دو۔ مگر انتہائی ہوشیاری سے۔ اوور اینڈ آل" ـــــ عمران نے کہا اور ونڈ بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

چند لمحوں بعد ہی فیاض بھی تیز تیز قدم اٹھاتا واپس آ گیا۔

"وہاں کوئی دروازہ نہیں ہے" ـــــ فیاض نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی جیسے اسے خواہ مخواہ تکلیف دی گئی ہو۔

"مجھے پہلے ہی پتہ تھا ـــــ چلو تمہیں بھی پتہ چل گیا" عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اور گاڑی کی نشست سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔

"اگر تمہیں پتہ تھا تو مجھے خواہ مخواہ دوڑایا" ـــــ فیاض نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ مگر عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ آنکھیں بند کئے گہری سوچ میں تھا ـــــ صورت حال واضح ہوتی چلی جا رہی تھی۔ پروفیسر کا کوٹھی سے نکلنا اور وہاں سے چار مقامی آدمیوں کی لاشیں ملنا ـــــ اور پھر پروفیسر کا جوزفین کلب میں جا کر شہلا کو قتل کرنا اور راجر کا غائب ہو جانا۔ اس سے تو ایک ہی بات کا پتہ چلتا تھا کہ پروفیسر اور راجر ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں ـــــ مگر صرف ایک الجھن تھی کہ جس وقت راجر ٹرنکورا ہوٹل میں تھا اس وقت پروفیسر یہاں موجود تھا۔ اور پھر پروفیسر نے ٹرنکورا ہوٹل میں راجر کو فون بھی کیا تھا ـــــ اس سے تو یہی ظاہر

ہوتا تھا کہ وہ دونوں علیحدہ علیحدہ آدمی ہیں ـــــ مگر پھر راجر کہاں غائب ہو گیا۔ اور شہلا کا قتل اور کوٹھی کا خالی ہونا ـــــ مقامی محافظوں کا قتل۔ سب باتیں آپس میں الجھ گئی تھیں۔ اب تو ایک ہی صورت تھی کہ پروفیسر ہی اصل صورت حال بتا سکتا تھا ـــــ اور اس نے پروفیسر کو قابو میں کرنے کے لئے ہی شہلا کی لاش کو عمارت میں پھینکوانے کا پروگرام بنایا تھا ـــــ ظاہر ہے شہلا کی لاش عمارت سے ملنے کے بعد پروفیسر کی گرفتاری کا سرکاری جواز بن جاتا تھا ـــــ ورنہ تو پروفیسر نے پہلے کی طرح اب بھی اپنے سفارت خانے کی آڑ لینی تھی ـــــ اور فیاض بے بس ہو کر رہ جاتا۔ یہ مسئلہ فیاض کا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ فیاض جس طرح پہلے بے عزت ہو کر نکلا تھا اور سر رحمان اور سر سلطان کو منتیں کرنا پڑی تھیں اس کا بدلہ چکایا جاتا ـــــ ورنہ اگر فیاض کا مسئلہ نہ ہوتا تو وہ پروفیسر کو خود ہی اغوا کر کے دانش منزل لے جاتا ـــــ اور پھر پروفیسر کے فرشتے بھی اصل صورت حال بتا دیتے۔

"اب کیا یہاں بیٹھے ہی رہیں گے یا کچھ کرنا بھی ہے" فیاض نے عمران کی طویل خاموشی سے تنگ آ کر جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"صبر ـــــ پیارے سپرنٹنڈنٹ صبر ـــــ جاسوسی کرنی ہے تو صبر کرنا سیکھنا ہی پڑے گا ـــــ ورنہ پھر ظاہر ہے ڈیڈی کی جھاڑیں ہوں گی۔ اور تمہاری بے بسی" ـــــ عمران نے

آنکھیں کھول کر مسکراتے ہوئے کہا۔ اور فیاض دانتوں سے ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔

ظاہر ہے اب وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ اس کی حیثیت تو کٹھ پتلی جیسی تھی ــــــ اُسے تو سرے سے معلوم ہی نہ تھا کہ کیا ہو رہا ہے اور کیسے ہو رہا ہے۔

راجر پروفیسر کے میک اپ میں سیدھا جوزفین کلب پہنچا ــــــ اس نے کار باہر روکی اور پھر گھوم کر وہ کلب کی سائیڈ کی گلی میں داخل ہو کر عقبی سمت میں آ گیا ــــــ وہ عقبی دروازے سے اندر جانا چاہتا تھا مگر دروازہ بند تھا۔ اُس نے اسے دھکیل کر کھولنا چاہا۔ مگر بے سود ــــــ دروازہ چوں کہ اندر سے بند تھا۔ اس لیئے وہ باہر سے نہ کھل سکتا تھا۔ راجر ہونٹ کاٹتا ہوا تیزی سے واپس مڑا ــــــ اب ظاہر ہے مین گیٹ سے اندر جانے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ وہ تیزی سے چلتا ہوا واپس مین گیٹ کی طرف آیا ــــــ اور پھر دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔ یہاں کلب میں یہ اصول رکھا گیا تھا کہ جس کمرے کے لیئے کوئی ملاقاتی آتا وہ پہلے کاؤنٹر مین سے بات کرتا ــــــ وہ فون کر کے اس کمرے کے رہائشی سے اجازت لیتا۔ اور اگر اجازت مل

جاتی تو ملاقاتی کو اوپر جانے کی اجازت دی جاتی۔ ورنہ اُسے واپس بھیج دیا جاتا۔۔۔۔ پروفیسر اندر داخل ہو کر سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ایک نوجوان موجود تھا۔

"فرمائیے"۔۔۔ کاؤنٹر مین نے پروفیسر کو دیکھتے ہی مہذب لہجے میں کہا۔

"کمرہ نمبر دو سو دس میں مس شہلا مقیم ہیں۔ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں"۔۔۔ راجر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"آپ کا تعارف"۔۔۔ کاؤنٹر مین نے بڑے با اخلاق لہجے میں پوچھا۔

"پروفیسر ڈی۔ ایس"۔۔۔ پروفیسر نے جان بوجھ کر نام بتلانے کی بجائے ڈیتھ سرکل کا مخصوص کوڈ ڈی۔ ایس کہہ دیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ الفاظ سنتے ہی شہلا ملنے کے لئے تیار ہو جائے گی۔

"بہتر جناب۔۔۔ ایک لمحہ توقف کیجئے۔ میں مس شہلا سے پوچھ لوں"۔۔۔ کاؤنٹر مین نے کہا۔ اور پھر اس نے کاؤنٹر پر پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر ایک بٹن دبا دیا۔

"یس۔۔۔ روم نمبر دو سو دس"۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے شہلا کی آواز سنائی دی۔

"کاؤنٹر مین بول رہا ہوں میڈم۔۔۔ ایک صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں۔۔۔ پروفیسر ڈی۔ ایس"۔۔۔ کاؤنٹر مین نے بڑے مہذب لہجے میں کہا۔

"اوہ۔۔۔ پروفیسر ڈی۔ ایس۔۔۔ ٹھیک ہے بھیج دو"۔

دوسری طرف سے شہلا نے حیرت بھرے انداز میں ڈی۔ ایس کے الفاظ دوہراتے ہوئے کہا۔

"بہتر میڈم"۔۔۔ کاؤنٹر مین نے کہا اور رسیور رکھتے ہوئے اس نے کاؤنٹر کے نیچے ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی لفٹ کا دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔

"تشریف لے جائیے پروفیسر"۔۔۔ کاؤنٹر مین نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور راجر سر ہلاتا ہوا لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کمرہ نمبر دو سو دس کے سامنے موجود تھا۔ اس نے دروازہ پر ہلکی سی دستک دی۔

"یس۔۔۔ کم ان"۔۔۔ اندر سے شہلا کی آواز سنائی دی اور راجر دروازے کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ شہلا بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"اوہ۔۔۔ تم کون ہو"۔۔۔ پروفیسر کی اجنبی شکل دیکھتے ہی شہلا بُری طرح چونک پڑی۔

"شہلا۔۔۔ میں راجر ہوں۔۔۔ ایک نئے میک اپ میں"۔ اس بار راجر نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

"راجر۔۔۔ اوہ تم۔۔۔ میں بھی کہوں کہ نئے آدمی کو کوڈ اور اس کمرے کا کہاں سے علم ہو گیا۔ مگر بات کیا ہے"۔۔۔ شہلا نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

"بات ختم ہو گئی ہے شہلا۔۔۔ ٹونی اپنے پورے گروپ سمیت انٹیلی جنس کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے۔ اور انٹیلی جنس اب ہماری

بازیابی کے لئے پورے شہر میں چھاپے مار رہی ہے۔ اس لئے مجھے
مجبوراً یہ میک اپ کرنا پڑا ہے۔" ____ راجر نے جواب دیا۔ وہ
بیٹھنے کی بجائے بستر کے قریب کھڑا ہو کر بات کر رہا تھا۔

"ٹونی مارا گیا ____ اوہ ویری بیڈ ____ اب کیا ہو گا۔ میں بھی تو
انٹیلی جنس کی نظروں میں ہوں۔" ____ شہلا نے بری طرح چونکتے
ہوئے کہا۔ اس کے لہجے سے خوف نمایاں تھا۔

"اس لئے تو یہاں آیا ہوں کہ تمہیں انٹیلی جنس کی نظروں سے چھپا
دوں ____ انٹیلی جنس تمہیں دیکھ کر بھی کچھ معلوم نہ کر سکے مجبوری
ہے۔" ____ راجر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ____ کیا میرا میک اپ کرو گے ____ مگر کس
کا۔" ____ شہلا نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں ____ میک اپ کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارا کام ختم تو
تمہارا وجود بھی ختم۔" ____ راجر نے بڑے سفاک لہجے میں کہا۔
اور پھر اس سے پہلے کہ شہلا اس کی بات کا مطلب سمجھتی، راجر نے
جیب سے ہاتھ باہر نکالا ____ اور اس کے ہاتھ میں سائیلنسر
لگا ریوالور چمک رہا تھا۔

"کک کک ......" ____ شہلا نے ریوالور دیکھتے ہی
خوف زدہ لہجے میں کچھ کہنا چاہا۔ مگر دوسرے لمحے ٹھک کی آواز
سنائی دی ____ اور شہلا کا باقی فقرہ اس کے حلق میں ہی
رہ گیا۔ گولی ٹھیک اس کے دل میں گھستی چلی گئی۔ اور شہلا ایک
جھٹکے سے بستر پر گر پڑی ____ وہ بے چاری چیخ بھی نہ سکی اور

چند لمحوں بعد ہی بے حس و حرکت ہو کر رہ گئی۔

راجر نے ریوالور کی نال میں پھونک مار کر اُسے واپس جیب میں
ڈال دیا۔ اور پھر اس نے تیزی سے کمرے کی تلاشی لینا شروع کر
دی ____ وہ کوئی ایسی چیز یہاں نہ چھوڑنا چاہتا تھا جس سے تنظیم
کے ہیڈ کوارٹر کی نشاندہی ہو سکے۔ مگر وہاں ایسی کوئی چیز موجود
ہی نہ تھی ____ مطمئن ہو کر اس نے ایک نظر مردہ شہلا پر ڈالی۔
اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ دروازہ بند کر کے وہ تیزی
سے لفٹ کی طرف بڑھا ____ اور چند ہی لمحوں میں وہ مین گیٹ
سے باہر نکلتا چلا آیا۔ اس کے قدموں میں خاصی تیز رفتاری تھی۔
وہ جلد از جلد کلب سے دور ہو جانا چاہتا تھا ____ کار میں بیٹھ کر
جب وہ کلب سے کافی فاصلے پر آ گیا تو اس کے چہرے پر
اطمینان کے آثار نمایاں ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد وہ شاہی روڈ کی اس پیلی عمارت میں پہنچ گیا
جہاں اصل پروفیسر رہائش پذیر تھا ____ اس کی کار دیکھتے
ہی دربان نے خود ہی پھاٹک کھول دیا اور راجر کار اندر پورچ میں
لیتا چلا گیا۔ عمارت میں اور کوئی آدمی موجود نہ تھا ____ باقی لوگ
شاید سائیٹ پر گئے ہوئے تھے۔ دربان باہر ہی رہ گیا تھا۔ اس
لئے راجر اطمینان سے پہلے تو پوری عمارت میں گھومتا رہا وہ
یہاں کے ہر پہلو سے واقف ہو جانا چاہتا تھا ____ اور پھر
اس نے ہر کمرے میں پڑے ہوئے سامان کی تلاشی لی۔ یہاں
رہنے والے ہر انجینئر کا علیحدہ کمرہ تھا اور وہ ان کے سامان

کو چیک کر کے ان کے ناموں اور کاموں سے واقفیت حاصل کرنا
چاہتا تھا ــــ اس لئے ایک گھنٹے کے طویل عرصے تک مسلسل
مصروف رہنے کے بعد وہ مطمئن ہو کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ اب
وہ پروفیسر کا رول آسانی سے کچھ عرصے تک نبھا سکتا تھا۔ اس
نے پروفیسر کے سامان اور اس کے ذاتی خطوط کی بھی پڑتال کی۔
اور پھر وہ کرسی پر بیٹھ کر آئندہ کی منصوبہ بندی میں مصروف ہو گیا۔
اُسی لمحے اُسے دروازے پر دربان کی شکل نظر آئی۔

" پروفیسر ــــ اب آپ کی طبیعت کیسی ہے "
دربان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" ٹھیک ہے ــــ مگر تم پھاٹک چھوڑ کر یہاں کیوں آ گئے ہو "
راجر نے پروفیسر کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

" جناب ــــ باقی ممبرز کے آنے کا وقت ہو گیا ہے۔ میں
نے لنچ کا انتظام کرنا ہے نا " ــــ دربان نے حیرت زدہ لہجے
میں کہا۔

" اوہ ــــ اچھا اچھا ــــ بس ایک پریشانی کی وجہ سے مجھے
خیال نہیں رہا " ــــ راجر نے فوراً ہی بات سنبھالتے ہوئے
کہا اور دربان سر جھٹکتا ہوا ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔

راجر کچھ دیر سوچتا رہا۔ ایک لمحے کے لئے تو اُسے خیال آیا
کہ وہ فوراً مغربی جرمنی کے سفارت خانے بات کر کے واپسی
کی ٹکٹ منگوا لے ــــ مگر پھر اس نے اپنے آپ کو روک لیا۔
ظاہر ہے اس کے لئے کوئی ــــ معقول بہانہ ہونا چاہئے تھا۔

اور فی الحال ایسا کوئی بہانہ موجود نہ تھا۔ اُسے کچھ عرصہ انتظار کرنا
پڑے گا ــــ ابھی وہ اسی سوچ بچار میں مصروف تھا کہ اچانک
ایک گاڑی کے اندر آنے کی آواز سنائی دی ــــ اور پھر
مختلف لوگوں کے باتیں کرنے اور قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں
اور راجر سمجھ گیا کہ پروفیسر کے باقی ساتھی آ گئے ہیں۔ وہ سنبھل کر
بیٹھ گیا ــــ چند لمحوں بعد دس غیر ملکی اس کے کمرے میں
داخل ہوئے۔

" کیا حال ہے طبیعت کا پروفیسر ــــ صبح آپ کی طبیعت بے حد
خراب تھی۔ ڈاکٹر سے مشورہ کیا " ــــ ایک غیر ملکی نے تشویش
بھرے لہجے میں کہا۔

" اب ٹھیک ہوں ٹیڈ ــــ شکریہ ــــ میں ڈاکٹر کے پاس گیا
تھا۔ اس نے تمام چیک اپ کیا ہے۔ وہ کہتا ہے بس معمولی سا
ڈپریشن ہے " ــــ پروفیسر نے تصویر کی مدد سے اس غیر ملکی
کو پہچانتے ہوئے اس کا باقاعدہ نام لے کر جواب دیا۔

" اوہ ــــ شکر ہے ــــ آج سائٹ پر آپ کی غیر موجودگی
بڑی محسوس ہوتی رہی ــــ کل تو آپ چلیں گے نا " ــــ ایک
دوسرے غیر ملکی نے پوچھا۔

" بالکل چلوں گا " ــــ راجر نے سر ہلاتے ہوئے
جواب دیا۔

" او کے ــــ او کے " ــــ سب نے خوشی سے نعرہ
لگاتے ہوئے کہا اور پھر وہ کمرے سے نکلتے چلے گئے۔ اور

راجہ کے لبوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ تیرتی چلی گئی ـــــ وہ سوچ رہا تھا کہ انجینئر پروفیسر کے جسم کے ٹکڑے گٹر میں تیرتے پھر رہے ہوں گے ـــــ اور یہ سائٹ پہ چلنے کی بات کر رہے ہیں، بہرحال وہ پہلے امتحان میں کامیاب ہو گیا تھا ـــــ اس نے اطمینان کی طویل سانس لیتے ہوئے کرسی کی پشت سے سر ٹکا دیا۔

ٹائیگر کو کال کئے جب تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا تو عمران چوکنا ہو کر بیٹھ گیا ـــــ اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے عمارت کی ملحقہ گلی سے ٹائیگر کو نکل کر گاڑی کی طرف بڑھتے دیکھا۔ ٹائیگر کے چہرے پر موجود اطمینان دیکھ کر عمران سمجھ گیا کہ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا ہے ـــــ ٹائیگر بڑے اطمینان سے چلتا ہوا گاڑی کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ اور عمران نے چونک کر فیاض کی طرف دیکھا ـــ جس کے چہرے پر شدید ترین بیزاری کے آثار نمایاں تھے۔ وہ شاید دل ہی دل میں بیٹھا عمران کو روانی سے گالیاں دے رہا ہو گا ـــــ مگر ظاہر ہے منہ سے کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔

"یار تھک تو نہیں گئے بیٹھے بیٹھے ـــــ چاہو تو باہر سڑک پر لیٹ جاؤ بلکہ سو جاؤ۔ میری طرف سے اجازت ہے" ـــــ عمران نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

"مزید میرا دل نہ جلاؤ ـــــ اب کب تک بیٹھنا ہوگا"۔
فیاض نے چڑچڑے سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بس اب انتظار کی صبر آزما گھڑیاں ختم ـــــ میرا مراقبہ پورا ہو گیا ہے"ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور فیاض نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا وہ دونوں ہی چونک پڑے ـــــ کیونکہ ایک سٹیشن ویگن عمارت کے گیٹ پر رکی اور پھر پھاٹک کھلتے ہی اندر چلی گئی۔ اس میں دس کے قریب غیر ملکی بیٹھے ہوئے تھے۔

"اچھا اچھا ـــــ میں سمجھ گیا ـــــ تمہیں انہی کا انتظار تھا تو کیا یہ سارے مجرم ہیں"ـــــ فیاض نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اتنا بڑا انکشاف کر کے اس نے کوئی بہت بڑا کارنامہ سر انجام دیا ہو۔

"کاش اتنے سارے مجرم ہوتے تو میں جلد ہی کروڑپتیوں میں شامل ہو جاتا"ـــــ عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور فیاض بے اختیار ہنس پڑا۔

"اب کیا کرنا ہے ـــــ یہیں بیٹھے ٹھنڈی سانسیں لیتے رہو گے یا کچھ کرو گے بھی سہی"ـــــ فیاض نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سنو فیاض ـــــ اندر ایک پروفیسر ڈکسن موجود ہے۔ وہی ادھیڑ عمر غیر ملکی جو اس وفد کا سربراہ ہے ہمارا مطلوبہ آدمی وہی ہے ـــــ اب مسئلہ یہ ہے کہ میرا تمہارے ساتھ جانا لازمی ہے۔

مگر انہوں نے آسانی سے جان نہیں دینی۔ اور لامحالہ ڈیڈی کو بلانا پڑے گا ـــــ اور ڈیڈی نے مجھے تمہارے ساتھ دیکھ لیا تو پھر معاملہ خراب ہو جائے گا"ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــ ایسا مت کرنا۔ ورنہ سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا"ـــــ فیاض نے بوکھلا کر کہا۔

"پھر تو ایک ہی صورت ہے کہ میں تمہارے ماتحت کا میک اپ کر لوں ـــــ بولو ـــــ کس کا کروں۔ اور مجھے اس کا فوٹو بھی چاہیئے"ـــــ عمران نے کہا۔

"ماتحت کو چھوڑو ـــــ وہ تو سر رحمان دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔ وہ ایک ایک آدمی کی رگ رگ سے واقف ہیں۔
"کوئی اور تجویز سوچو"ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"ارے ہاں ـــــ یہ ٹھیک رہے گا۔ میرا دماغ بھی اب تمہاری صحبت میں رہتے رہتے فیل ہو رہا ہے۔ وہ پروفیسر گھوش کیسا رہے گا۔ مخبر اعلیٰ"ـــــ عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں ـــــ ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہے۔ میں سر رحمان سے کہوں گا کہ میں نے پروفیسر کو ڈھونڈھ نکالا اور پروفیسر کی بات سچی نکلی"ـــــ فیاض نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔
کیونکہ اس طرح اس کی کارکردگی مزید نمایاں ہوتی تھی۔

اور عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹا سا باکس نکالا اور اسے کھول کر سامنے رکھ دیا ـــــ اور پھر اس کے ہاتھ

تیزی سے چلنے لگے۔ کیوں کہ گاڑی ایک طرف کھڑی تھی اس لئے کسی کے خاص طور پر دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

عمران کے ہاتھ تیزی سے چلتے رہے۔ اور ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا فیاض حیرت سے اس جادوگری کو دیکھتا رہا ــــ عمران کے چہرے کے نقوش تیزی سے بدلتے جا رہے تھے۔ چہرے پر جھریاں ابھر آئی تھیں ــــ سر کے بالوں میں سفیدی جھلک آئی تھی اور اب بال کھچڑی کی صورت اختیار کر گئے تھے۔ رنگ بھی بدل گیا تھا ــــ عمران نے میک اپ باکس میں لگے ہوئے آئینے کو دیکھا اور پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے میک اپ باکس میں سے چھوٹے چھوٹے دو کلپ نکال کر نتھنوں میں فٹ کر دیئے۔ ان کلپوں کی مدد سے اس کے نتھنوں کی ساخت اور مجموعی طور پر ناک کی ساخت یک لخت بدل گئی ــــ دائیں گال میں کان کے ساتھ مصنوعی مسہ لگانے کے بعد عمران نے ہلکی داڑھی اور مونچھ بھی لگا دی۔ اور ساتھ ہی بھنوؤں کا سٹائل بھی بدل ڈالا ــــ اس کے بعد اس نے میک اپ باکس سے ایک ٹیپ رول نکالا اور اس میں تھوڑا سا ٹیپ کا ٹکڑا کاٹ لیا ــــ اس ٹیپ پر ایسے نشانات بنے ہوئے تھے جیسے کوئی پرانا مندمل شدہ زخم کا نشان ہو۔ اس نے ٹیپ کو پیشانی کی دائیں طرف چپکا دیا۔ اور اس پر انگلی پھیرنے کے بعد جب اس نے ہاتھ ہٹایا تو چہرے پر پرانے زخم کا نشان ابھر آیا ــــ عمران نے میک اپ باکس میں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اور اس کا ڈھکن کھول کر

دونوں آنکھوں میں سبز رنگ کے محلول کے دو قطرے ڈال دیئے۔ اور بوتل بند کر کے باکس میں رکھ دی ــــ محلول کے قطرے جیسے ہی آنکھ میں پڑے۔ عمران کی آنکھ کی پتلی ذرا سی پھیل گئی اور اس کا رنگ بھی بدل گیا ــــ عمران نے کنگھی کی مدد سے بالوں کا سٹائل بھی بدل دیا۔ اور پھر باکس کے دوسرے خانے میں رکھی ہوئی پتلی کمان کی عینک نکال کر اس نے آنکھوں پر لگا لی۔ اور میک اپ باکس بند کر کے اس نے واپس کوٹ کی جیب میں رکھ دیا ــــ اب وہ مکمل طور پر کسی یونیورسٹی کا ادھیڑ عمر پروفیسر نظر آ رہا تھا۔

"حیرت انگیز ــــ انتہائی حیرت انگیز ــــ تم تو جادوگر ہو اگر تم میرے سامنے یہ روپ نہ بدلتے تو میں مر کر بھی یقین نہ کرتا کہ تم علی عمران ہو" ــــ فیاض کے لہجے میں حیرت کے ساتھ ساتھ تحسین کے جذبات بھی موجود تھے۔

"بھئی ــــ پیسے کمانے کے لئے سب روپ دھارنے پڑتے ہیں۔ کسی کی جیب سے پیسہ نکالنا آسان نہیں ہے اور خاص طور پر تمہاری" ــــ عمران نے لہجہ بدلتے ہوئے کہا۔

"پھر وہی پیسہ ــــ جو بھی بات کرو تم بات پیسے پر ہی آ کر ختم کرتے ہو" ــــ فیاض نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"آؤ بھئی سوپر فیاض ــــ اب اس معاملے کو ختم ہی کر دیں۔ خواہ مخواہ اتنا بڑھ گیا ہے" ــــ عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ فیاض بھی تیزی سے

نیچے اترا۔ اس کے چہرے پر مسرت کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ اس کے کارناموں کی فہرست میں ایک اور شاندار کارنامے کا اضافہ ہونے والا تھا۔

اور پھر وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے عمارت کے گیٹ پر پہنچ گئے۔ گیٹ بند تھا ـــــ فیاض نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ تھوڑی دیر بعد چھوٹی کھڑکی کھلی اور دربان باہر آ گیا ـــــ یہ وہ دربان نہ تھا جو پہلی بار فیاض سے ٹکرایا تھا۔ شاید شفٹ کے تحت وہ لوگ کام کرتے تھے ـــــ فیاض چونکہ پوری یونیفارم میں تھا اس لئے وہ فیاض کو دیکھتے ہی جھجک گیا تھا۔

"گیٹ کھولو" ـــــ فیاض نے تحکمانہ لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ ہیں اور ایک تفتیش کے سلسلے میں یہاں آئے ہیں ـــــ پروفیسر ڈنکن سے انہوں نے ملنا ہے" ـــــ عمران نے فوراً ہی دربان سے فیاض کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ اور فیاض کا سینہ اور زیادہ چوڑا ہوتا چلا گیا۔

"بہتر جناب" ـــــ دربان نے خوف زدہ لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے اس نے واپس جا کر گیٹ کھول دیا۔ اور وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔

"آئیے جناب ـــــ میں آپ کو ان کے کمرے میں لے چلتا ہوں" ـــــ دربان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور فیاض نے

سر ہلا دیا۔

اور وہ دونوں اس کے پیچھے چلتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ دربان انہیں راہداری میں لے جا کر ایک کمرے کے دروازے پر لے جا کر رک گیا۔

"ابھی ابھی کھانا کھا کر سب اپنے کمروں میں آرام کر رہے ہیں" دربان نے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"دروازہ کھٹکھٹاؤ" ـــــ فیاض نے کرخت لہجے میں جواب دیا اور دربان نے تیزی سے دروازہ کھٹکھٹا دیا۔

"کون ہے" ـــــ اندر سے پروفیسر کی آواز سنائی دی۔

"دروازہ کھولئے جناب ـــــ افسر صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں" ـــــ دربان نے جواب دیا۔ چونکہ اُسے فیاض کا عہدہ یاد نہ رہا تھا۔ اس لئے اس نے افسر صاحب کہہ کر جان چھڑا لی ـــــ اور دوسرے لمحے اندر سے قدموں کی آواز ابھری۔

"تم جاؤ" ـــــ فیاض نے دربان کو تحکمانہ لہجے میں کہا اور دربان تیزی سے واپس گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اُسی لمحے دروازہ کھلا اور پروفیسر ڈنکن کی شکل دروازے میں نظر آئی۔

"فرمایئے" ـــــ پروفیسر نے حیرت بھرے انداز میں فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"پروفیسر ـــــ کیا آپ ہمیں اندر آنے کے لئے نہیں کہیں

گے" ——— عمران جو پروفیسر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ فوراً ہی
بول پڑا۔

"اوہ ——— آیئے آیئے" ——— پروفیسر نے تیزی سے ایک
طرف ہٹتے ہوئے کہا۔ اور عمران اور فیاض دونوں تیزی سے
اندر داخل ہو گئے۔

عمران نے پروفیسر کی آنکھوں میں فیاض کے لئے اجنبیت
نوٹ کر لی تھی ——— اور اس بات سے وہ کھٹک گیا تھا کیوں کہ
پچھلے واقعے کے بعد کم از کم پروفیسر فیاض کی شکل نہ بھول سکتا تھا۔
اور اس لئے وہ فیاض کے بولنے سے پہلے بول پڑا تھا ——— وہ
مزید بات کو کنفرم کرنا چاہتا تھا۔

"پروفیسر ——— آپ انہیں پہچانتے ہیں" ——— عمران نے
اندر داخل ہوتے ہی فیاض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ——— یہ ——— آفیسر ہیں" ——— پروفیسر نے الجھے ہوئے
لہجے میں کہا۔

"تم مجھے نہیں پہچانو گے ——— حیرت ہے" ——— فیاض کو
بھی اب پروفیسر کے انداز پر حیرت ہونے لگی تھی۔

"ہمیں پروفیسر ڈنکن سے ملنا ہے" ——— عمران نے کہا۔

"میں پروفیسر ڈنکن ہوں ——— فرمایئے" مگر مجھے اپنا تعارف
کرایئے" ——— پروفیسر نے تیزی سے جواب دیا۔

"اگر آپ پروفیسر ڈنکن ہیں تو بتایئے کہ راجر کہاں ہے"
عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"راجر ——— مگر کون راجر ——— آپ کیا کہہ رہے ہیں"
پروفیسر نے چونک کر کہا۔

لیکن اس کی آنکھوں میں چونکنے کی نوعیت عمران سے چھپی
نہ رہی تھی۔

"دیکھو پروفیسر ——— اس بار تم میرے ہاتھوں سے بچ نہیں
سکتے۔ اس لئے بہتر ہے کہ سب کچھ بتا دو" ——— اچانک
فیاض غصے سے چیخ پڑا۔ اس کا پیمانہ صبر شاید لبریز ہو چکا تھا۔

"اوہ ——— تم مجھ پر رعب ڈال رہے ہو ——— میں ایک معزز
آدمی ہوں ——— سمجھے" ——— پروفیسر بھی غصے میں آ گیا۔

"غصے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے پروفیسر ——— تم ہمیں
راجر کا پتہ بتا دو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے" ——— عمران نے
بات کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"میں کسی راجر کو نہیں جانتا ——— سمجھے ——— تم غلط جگہ پہ
آ گئے ہو۔ اور تم نے ابھی اپنا تعارف بھی نہیں کرایا"
پروفیسر نے اپنے لہجے کو سخت بناتے ہوئے کہا۔

"سنو پروفیسر ——— میں تمہیں بتاتا ہوں۔ تم نے ٹنکورا
ہوٹل میں راجر کو فون پر انٹیلی جنس کے چھاپے کی اطلاع دی۔
اور سنو ——— پھر تم گلشن کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو دس میں
راجر سے ملنے گئے اور اس کے بعد تم جوزفین کلب میں گئے۔
اب بولو ——— اب بھی تم کہو گے کہ میں راجر کو نہیں جانتا"
عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"بکواس ــــ سب بکواس ــــ میں کہیں نہیں گیا۔ اور نہ ہی میں راجہ کو جانتا ہوں اور نہ ہی میرا راجہ سے کوئی تعلق ہے۔"

"اس کا مطلب ہے تمہارا تعلق انٹیلی جنس سے ہے۔ تم نے پہلے بھی ایک غلط حرکت کی تھی اور تمہارے افسران کو معافی مانگنی پڑی تھی اور میں خاموش ہو گیا ــــ لیکن اب تم پھر آ گئے ہو اب تمہیں بھگتنا پڑے گا" ــــ پروفیسر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ اس کی آواز کافی بلند تھی۔ اور عمران سمجھ گیا کہ وہ چیخ کر اپنے ساتھیوں کو بلانا چاہتا ہے ــــ اور وہی ہوا۔ چند لمحوں بعد ہی دروازے کھلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر کئی غیر ملکی نوجوان اندر داخل ہو گئے۔

"اوہ ــــ تو یہ پھر آ گیا ــــ تم کیوں آئے ہو" ــــ ایک غیر ملکی نے فیاض کو دیکھتے ہی غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ اور باقی لوگوں کا موڈ بھی جارحانہ ہو گیا تھا۔

"ٹیڈ ــــ سفارت خانے ٹیلی فون کرو اور سفیر یا سیکرٹری کو بلاؤ۔ ان لوگوں کو اب مکمل سزا ملنی چاہیے" ــــ پروفیسر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

اور ایک غیر ملکی سر ہلاتا ہوا تیزی سے کمرے میں رکھے ٹیلی فون کی طرف بڑھتا چلا گیا ــــ عمران خاموش کھڑا رہا جبکہ فیاض کا رنگ بدلنے لگا۔ عمران کی خاموشی اسے بری طرح کھل رہی تھی۔ اسے اصل صورت حال کا علم نہ تھا کہ پروفیسر غیر ملکی انجینئر ہے اور معزز مہمان ہے پھر آخر نئی بات کیا ہو گئی۔

"سفیر صاحب خود آ رہے ہیں" ــــ ٹیڈ اس دوران ٹیلی فون سے فارغ ہو گیا تھا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ سختی تھی۔

"کیا ایک ٹیلی فون ہمیں بھی کرنے کی اجازت ہے" عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"اب تم بچ کر نہیں جا سکتے ــــ چاہے جو بھی کر لو" پروفیسر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"آرام سے بات کرو پروفیسر ــــ تم ایک ذمہ دار آفیسر کے سامنے کھڑے ہو۔ تمہارا سفیر آ جائے پھر بات ہو گی۔ میں دیکھتا ہوں تم راجہ کا پتہ کیسے نہیں بتاتے ــــ ہمارے پاس مکمل ثبوت ہے کہ تم راجہ کو جانتے ہو" ــــ عمران نے بڑے سنجیدہ اور باوقار لہجے میں کہا۔ اور اس کا انداز ایسا تھا کہ پروفیسر اور دوسرے غیر ملکی یک دم خاموش ہو گئے اور عمران نے آگے بڑھ کر ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا ــــ اور دوسرے لمحے اس نے تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"ہیلو" ــــ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"سر سلطان سے بات کراؤ جلدی" ــــ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"بہتر جناب" ــــ دوسری طرف سے بولنے والا شاید عمران کے لہجے سے مرعوب ہو گیا تھا۔

اور چند لمحوں بعد سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"سلطان سپیکنگ ۔۔۔ کون صاحب ہیں" ۔۔۔ سر سلطان نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں پروفیسر گھوش بول رہا ہوں سر سلطان ۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض میرے ساتھ ہے" ۔۔۔ عمران نے اپنے اصل لہجے میں کہا۔

"اوہ ۔۔۔ تم عمران ۔۔۔ تم مگر یہ پروفیسر گھوش ۔۔۔ کیا مطلب" ۔۔۔ سر سلطان نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ عمران کی اصل آواز پہچان گئے تھے ۔۔۔ اس لئے ان کے منہ سے بے اختیار عمران کا لفظ نکل گیا تھا۔

"میں پروفیسر گھوش ہوں جناب ۔۔۔ آپ فوراً شاہی روڈ کی پیلی عمارت میں آجائیے۔ جہاں غیر ملکی انجینئر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ وہاں ان کے سفارت خانے کا سفیر بھی آرہا ہے۔ آپ فوراً پہنچ جائیں ۔۔۔ حالات خراب ہیں" ۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"کیا سر رحمان کو بھی لے آنا ہے" ۔۔۔ سر سلطان شاید ساری صورت حال سمجھ گئے تھے۔

"آپ خود پہنچیں ۔۔۔ اکیلے" ۔۔۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"آخر آپ لوگوں نے ہمیں ہی کیوں تاک رکھا ہے۔ آخر بات کیا ہے ۔۔۔ آپ کس کیس کی تفتیش کر رہے ہیں" ۔۔۔ ایک غیر ملکی نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

"ہم تو صرف پروفیسر سے راجر کا پتہ پوچھ رہے ہیں اور بس۔ جو انہیں بتانا پڑے گا" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"میں جب کسی راجر کو جانتا ہی نہیں تو میں بتاؤں گا کیسے" ۔۔۔ پروفیسر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"آپ کو بتانا ہوگا پروفیسر ۔۔۔ ہم مجسموں کو بھی بولنا سکھا دیتے ہیں" ۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ پروفیسر کوئی جواب دیتا اچانک کئی کاروں کے اندر آنے کی آواز سنائی دی ۔۔۔ اور کئی غیر ملکی تیزی سے باہر کی طرف لپکے۔

"مجھے بتاؤ کہ آخر اب ہوگا کیا ۔۔۔ یہ پروفیسر مجرم ہے" ۔۔۔ فیاض نے گھبرائے ہوئے لہجے میں عمران کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا ۔۔۔ گھبراؤ مت" ۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے ایک ادھیڑ عمر باوقار غیر ملکی اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پروفیسر کے ساتھیوں کے علاوہ چند اور ۔۔۔ غیر ملکی بھی تھے ۔۔۔ انہوں نے اپنے سینوں پر سفارت خانے کے بیج آویزاں کر رکھے تھے۔

"میرا نام کنگسن ہے اور میں اس ملک میں مغربی جرمنی کا سفیر ہوں" ۔۔۔ اس ادھیڑ عمر غیر ملکی نے اندر آتے ہی بڑے باوقار لہجے میں عمران اور فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرا نام پروفیسر گھوش ہے۔ میرا تعلق مقامی یونیورسٹی کے شعبہ تحقیق جرائم سے ہے ——— اور یہ یہاں کی سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے سپرنٹنڈنٹ فیاض ہیں" ——— عمران نے بھی جواب میں اپنا اور فیاض کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ یہاں کیسے آئے ہیں ——— کیا یہ انجینئر مجرم ہیں" سفیر کا لہجہ یک دم سخت ہو گیا۔

"ہم نے انہیں کب مجرم کہا ہے ——— ہم تو پروفیسر ڈنکن سے راجر کا پتہ پوچھنے آئے ہیں۔ انہوں نے پتہ بتانے کی بجائے آپ کو بلا لیا" ——— عمران نے ہی جواب دیا۔

"میں کسی راجر کو نہیں جانتا ——— لیکن یہ لوگ بضد ہیں۔ آج سے چند روز پہلے بھی انہوں نے یہی حرکت کی تھی کہ یہ اچانک یہاں آ گئے ——— اور انہوں نے ہمیں بین الاقوامی مجرم بتایا۔ اور ہم سب کو ہتھکڑیاں لگا دیں۔ پھر ان کے افسران آ گئے۔ انہوں نے ہتھکڑیاں کھلوا دیں اور ہم سب سے معافیاں مانگنے لگے کہ سب کچھ کسی غلط فہمی کی بنا پر ہوا ہے جس پر ہم خاموش ہو گئے۔ اور ہم نے آپ کو بھی اطلاع نہ دی ——— اب یہ پھر آ گئے ہیں" پروفیسر نے سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ——— تو یہ بات ہے۔ سیکرٹری" ——— سفیر نے پروفیسر کی بات سنتے ہی انتہائی غصیلے لہجے میں اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس سر" ——— ایک غیر ملکی نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"سیکرٹری ——— تم وزارت خارجہ سے فون ملاؤ۔ میں حکومتی سطح پر احتجاج کرنا چاہتا ہوں" ——— سفیر نے سیکرٹری سے مخاطب ہو کر کہا۔

"فون کرنے کی تکلیف نہ کریں ——— وہ خود یہاں آ رہے ہیں۔ میں نے انہیں بلوایا ہے" ——— عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ ——— تو کیا تمہاری نظر میں واقعی یہ لوگ مجرم ہیں۔ کیا تم اسے ثابت کر سکتے ہو" ——— سفیر نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"ابھی پتہ چل جائے گا ——— پروفیسر نے جیسے ہی راجر کا پتہ بتایا مجرم آپ کے سامنے ہو گا" ——— عمران نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی عمران کی بات کا جواب دیتا اچانک ایک اور کار کے رکنے کی آواز سنائی دی ——— اور پھر چند لمحوں بعد سر سلطان اندر داخل ہوئے۔

"سر سلطان دیکھئے آپ کے آدمیوں نے یہاں کیا چکر چلا رکھا ہے۔ میں حکومتی سطح پر آپ سے احتجاج کرتا ہوں" ——— سفیر نے سر سلطان کو دیکھتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے پروفیسر گھوش" ——— سر سلطان سفیر کو جواب دینے کی بجائے عمران سے مخاطب ہوئے۔

"جناب ——— سپرنٹنڈنٹ فیاض نے آخر کار ڈیتھ سرکل کے

مجرموں کو پکڑ ہی لیا ہے۔ اس تنظیم کا سرغنہ راجر ہے۔ اس کی امداد
ایک مقامی لڑکی شہلا کر رہی تھی ۔۔۔ ان لوگوں کا مشن اس
ملک میں منشیات کی ایک خاص قسم جسے یہ ایم۔ زیڈ کے نام سے
پکارتے ہیں پھیلانا تھا ۔۔۔ ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ یہ ایم۔ زیڈ کو
جو انسان میں انتہائی جنسی جذبات اجاگر کر دیتا ہے۔ اعلیٰ طبقے کے
مردوں اور عورتوں میں مفت تقسیم کرتے ۔۔۔ اور جب وہ اس
کے عادی ہو جاتے تو پھر انہیں بلیک میل کر کے ان سے بھاری
دولت کے ساتھ ساتھ ملکی ٹاپ سیکرٹ راز حاصل کئے جاتے۔
یہ سب کام یہ لوگ انتہائی خاموشی سے کرتے ہیں ۔۔۔ راجر نے
ایم۔ زیڈ کو پھیلانے کے لئے شہلا کو مہرہ بنایا۔ اور شہلا نے ایم۔ زیڈ
اعلیٰ طبقے کی چند لڑکیوں کو ایک ہوٹل میں پلا دیا ۔۔۔ وہاں سے
ایم۔ زیڈ کی شیشی میرے ہاتھ لگی اور میں نے اس کا تجزیہ کیا۔ اور
اس طرح اصل صورت حال سامنے آ گئی ۔۔۔ لیکن انہیں بھی اطلاع
مل گئی۔ کہ انٹیلی جنس ان کے پیچھے لگ گئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے
فیاض صاحب پر حملہ کر دیا ۔۔۔ مگر فیاض صاحب نے کمال
بہادری اور جرأت سے کام لیتے ہوئے ان سب کا خاتمہ کر دیا۔
اس پر راجر نے جو گلشن کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو دس میں رہائش
پذیر تھا کوٹھی چھوڑ دی ۔۔۔ اور پھر جوزفین کلب جا کر جہاں شہلا
رہتی تھی اُسے قتل کر دیا اور اس کی لاش یہاں اس بلڈنگ میں
چھپا دی" ۔۔۔ عمران نے تفصیل بتا دی۔
"اس بلڈنگ میں ۔۔۔ کیا بکواس ہے۔ راجر کا اس بلڈنگ

"تم بکواس کر رہے ہو ۔۔۔ مجھ پر الزام لگا رہے ہو" ۔۔۔ پروفیسر
نے چیختے ہوئے کہا۔ مگر اس کا لہجہ صاف چغلی کھا رہا تھا کہ وہ شدید
طور پر بوکھلا گیا ہے۔
"میک اپ اتار کر دکھا دوں ۔۔۔ میری نظریں میک اپ
کے اندر کی اصل شکل کو بھی پہچانتی ہیں" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے
ہوئے کہا۔
مگر دوسرے لمحے سر سلطان کی چیخ سے کمرہ گونج اٹھا۔ پروفیسر
نے کسی چیتے کی سی تیزی سے چھلانگ لگائی ۔۔۔ اور پلک جھپکنے
میں اس نے قریب موجود سر سلطان کی گردن میں ہاتھ ڈال کر
انہیں اپنے سینے سے چپکا لیا۔ اب اس کے ہاتھ میں ریوالور چمکنے
لگا تھا۔
"میں اس کو گولی مار دوں گا ۔۔۔ ہٹ جاؤ ۔۔۔ سب لوگ
ہٹ جاؤ" ۔۔۔ راجر نے اس بار اپنی اصل آواز میں چیختے
ہوئے کہا۔
"بس جناب سفیر صاحب ۔۔۔ اب آپ کو ثبوت مل گیا۔ اب
تو آپ حکومتی سطح پر احتجاج نہیں کریں گے" ۔۔۔ عمران نے
یوں مطمئن انداز میں کہا جیسے کوئی شعبدہ گر اپنی کامیاب
شعبدہ گری کے متعلق رائے لے رہا ہو۔
"ٹھیک ہے ٹھیک ہے ۔۔۔ مگر" ۔۔۔ سفیر بری طرح
بوکھلا گیا تھا۔ باقی انجینئر بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے کھڑے
تھے۔ ان کے خواب میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ پروفیسر ڈنکن کی

بجائے یہ کوئی مجرم ہو سکتا ہے۔

"فیاض نے تیزی سے ہولسٹر سے ریوالور کھینچا وہ شاید جوش میں آکر کچھ کرنا چاہتا تھا ——— مگر عمران نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے روکتے ہوئے کہا۔

"صبر کرو فیاض ——— سر سلطان بھی مارنا جانتے ہیں۔"
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور دوسرے لمحے ان سب کی آنکھیں مزید حیرت سے پھیلتی چلی گئیں جب اچانک سر سلطان کے جسم نے مخصوص انداز میں جھٹکا کھایا اور پروفیسر چیخ کر کسی گیند کی طرح ان کے سر کے اوپر سے ہوتا ہوا عمران اور فیاض کے سامنے پشت کے بل زمین پر آگرا ——— اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔

پروفیسر کے گرتے ہی عمران کسی عقاب کی طرح اس پر جھپٹا اور چند لمحوں میں پروفیسر زمین سے اٹھ کر ان کے سامنے کھڑا تھا ——— مگر اس کی حالت یہ تھی کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر مڑ کر عمران کے ہاتھوں میں جکڑے ہوئے تھے ——— اور پھر فیاض نے انتہائی تیزی سے ہتھکڑی نکال کر اس کی دونوں کلائیوں کے گرد پھرتی سے ڈال کر کلپ لگا دیا ——— اور عمران نے ہاتھ چھوڑ دیئے۔ اب پروفیسر بری طرح بے بس ہو گیا تھا۔

"واہ سر سلطان صاحب ——— آپ کو ورلڈ ریسلنگ چیمپئن ہونا چاہیئے۔ کیا داؤ مارا ہے" ——— عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔
اور سر سلطان مسکرا دیئے۔

عمران نے ایک کیس کے بعد سر سلطان کو دو چار خطرناک قسم کے داؤ کی باقاعدہ ٹریننگ دی تھی ——— تاکہ کسی بھی موقع پر وہ فوری طور پر اپنا بچاؤ کر سکیں اور عمران نے اسی لئے جان بوجھ کر ایک داؤ کا نام لیا تھا ——— اور اس کا نام سنتے ہی سر سلطان نے انتہائی مہارت سے وہ داؤ لگا دیا اور نتیجہ سب کے سامنے آگیا۔

"پانی اور تولیہ لاؤ ——— میں ابھی اس کا میک اپ صاف کر دیتا ہوں" ——— عمران نے یوں ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔ جیسے وہ سٹیج پر کھڑا اپنا تماشہ دکھانے کے موڈ میں ہو ——— اور پھر ایک انجینئر تیزی سے باہر بھاگا۔ اور چند لمحوں بعد وہ ایک جگ میں پانی اور تولیہ لے کر آگیا۔ عمران نے جیب سے میک اپ باکس نکالا ——— اور اس میں سے ایک ٹیوب نکال کر اس کا پیسٹ پروفیسر کے چہرے پر مل دیا۔ اور پھر پانی سے اس کا منہ دھو کر جب اس نے اس کا منہ تولیے سے رگڑا تو پروفیسر کا میک اپ صاف ہوتا چلا گیا ——— اب وہاں راجہ موجود تھا۔

"ناظرین و حاضرین ——— ڈیتھ سرکل کے سرغنہ اور بین الاقوامی مجرم راجہ سے ملیئے۔ جسے سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے سپرنٹنڈنٹ فیاض نے گرفتار کیا ہے" ——— عمران نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"مگر پروفیسر ڈنکن کہاں ہے" ——— سفیر اور پروفیسر کے ساتھیوں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے ——— اس نے پروفیسر کو ختم کر کے

اس کا روپ دھار لیا ہے۔ پروفیسر بھی شاید اس کا ساتھی تھا۔ پھر پروفیسر کے روپ میں اس نے جوزفین کلب جا کر شہلا کو ختم کیا اور اس کے بعد یہاں آ گیا ــــ تاکہ پروفیسر کے روپ میں اُسے سفارت کی حمایت مل جائے اور اسی آڑ میں یہ یہاں سے فرار ہو سکے مگر انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض اسے کہاں چھوڑتا تھا۔" عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"سر سلطان ــــ میں شرمندہ ہوں۔ آپ لوگ واقعی بے حد ذہین ہیں۔ میں تو سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ ایسا بھی ہو گا۔" سفیر نے انتہائی شرمندہ لہجے میں کہا۔

"آپ اپنا حکومتی سطح پر احتجاج واپس لے رہے ہیں یا نہیں۔" سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ــــ مجھے مزید شرمندہ نہ کریں۔" ــــ سفیر نے ندامت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جناب ــــ کیا آپ مجھے راستے میں ڈراپ کر دیں گے۔ میں بوڑھا آدمی ہوں۔ کھڑے کھڑے تھک گیا ہوں۔ انہوں نے تو مجھے بیٹھنے کے لئے بھی نہیں کہا تھا۔" ــــ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں سر سلطان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ سوری ــــ ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ چکر ہے۔" چند غیر ملکی انجینئروں نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ کی شرمندگی سے میری تھکاوٹ دور نہیں ہو سکتی۔ بہرحال آپ کا شکریہ ــــ آپ نے کم از کم اتنا تعاون کیا ہے۔ کہ

ہمیں فوراً پکڑ کر پیٹنا نہیں شروع کر دیا۔ ورنہ تو مالش کرنے والا بھی تھکاوٹ نہ اتار سکتا۔" ــــ عمران نے جواب دیا اور سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"آئیے آئیے پروفیسر ــــ آپ جیسے معزز آدمی کو لفٹ دینا تو میرے لئے باعث افتخار ہو گا۔" ــــ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا جناب سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب ــــ اب آپ جانیں اور آپ کے مجرم ــــ میرے حق میں دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے بھاری قرض سے سبکدوش کرنے کی کوئی سبیل پیدا کر ہی دیتا ہے۔" ــــ عمران نے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا جو پروفیسر کو پکڑے کھڑا تھا اور فیاض صرف پھیکی سی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔

ظاہر ہے وہ عمران کا اشارہ سمجھ گیا تھا ــــ اور اُسے نظر آ رہا تھا کہ اُسے ایک اور چیک لکھنا پڑے گا۔

ختم شد

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور ہنگامہ خیز ناول

گولڈن سپاٹ

مصنف ——— مظہر کلیم ایم اے

کراکون ——— بلیک تھنڈر کے مقابلے کی تنظیم ——— جو پوری دنیا پر قبضہ کرنا چاہتی تھی۔

کراکون ——— یہودیوں کی ایک ایسی تنظیم ——— جس کی سرپرستی اسرائیل کر رہا تھا۔

کراکون ——— جس نے بلیک تھنڈر کے خاتمے کے لئے عمران کو آلہ کار بنانے کا فیصلہ کیا ——— لیکن عمران نے کراکون کے خلاف کام کرنا شروع کر دیا ——— کیوں ——— ؟

گولڈن سپاٹ ——— ایک ایسا جزیرہ ——— جس پر کراکون کا وہ پراجیکٹ تیار ہو رہا تھا جس کے ذریعے اس نے پوری دنیا پر قبضہ کرنا تھا۔

گولڈن سپاٹ ——— جہاں سے پہلا تجربہ پاکیشیا پر کئے جانے کا فیصلہ کیا گیا ——— یہ پراجیکٹ کیا تھا ——— ؟

گولڈن سپاٹ ——— جسے کراکون نے پوری دنیا سے خفیہ رکھا ہوا تھا اور سوائے چند افراد کے کسی کو اس کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔

گولڈن سپاٹ ——— جس کی تباہی کے لئے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس دیوانہ وار میدان عمل میں کود پڑے ——— اور پھر کراکون اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے درمیان انتہائی خوفناک اور جان لیوا جدوجہد کا آغاز ہو گیا ——— ایسی جدوجہد جس کا ہر لمحہ قیامت کا لمحہ بن کر رہ گیا۔

گولڈن سپاٹ ——— عمران اور اس کے ساتھیوں کی زندگی کا انتہائی کٹھن مشن ——— ایک ایسا مشن ——— جس میں عمران اور اس کے ساتھیوں کا بچ نکلنا ناممکن بنا دیا گیا تھا ——— کیسے ——— ؟

- کیا عمران اور اس کے ساتھی گولڈن سپاٹ کو ٹریس کر کے تباہ کرنے میں کامیاب ہو سکے ——— یا ——— ؟
- مسلسل اور انتہائی تیز رفتار ایکشن۔ اعصاب کو منجمد کر دینے والا سسپنس ——— لمحہ بہ لمحہ بدلتے ہوئے خوفناک واقعات۔ انتہائی منفرد انداز میں لکھا گیا انتہائی دلچسپ ناول۔

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں سسپنس سے بھرپور ایک منفرد کہانی

ویل ڈن

مصنف ——— مظہر کلیم ایم اے

ویل ڈن ——— ایک ایسا لفظ جس کے حصول کیلئے عمران نے بے پناہ محنت کی مگر ———؟

ویل ڈن ——— سوپر فیاض کی زندگی کا سب سے انوکھا لفظ ———؟

سوپر فیاض ——— جس نے وزارت خارجہ سے ایک اہم ترین فائل چوری کر لی اور سوپر فیاض کو غدار قرار دے دیا گیا۔ کیا واقعی سوپر فیاض غدار تھا۔؟

فائل ——— جس کی برآمدگی کے لئے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس نے سرتوڑ کوششیں کیں مگر ———؟

فائل ——— جس کی برآمدگی سے عمران جیسا شخص بھی مکمل طور پر بے بس ہو کر رہ گیا ——— کیوں ———؟

سوپر فیاض ——— جس نے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس سے بڑھ کر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجرموں سے فائل برآمد کر لی ——— مگر عین آخری لمحے فائل غائب ہو گئی۔

فائل ۔ جس کی برآمدگی کیلئے عمران اور سوپر فیاض کے درمیان صلاحیتوں کی حیرت انگیز دوڑ ——— ویل ڈن کا لفظ کس نے کہا اور کس کے حصے میں آیا ———؟

انتہائی حیرت انگیز اور چونکا دینے والا انجام۔ بے پناہ سسپنس۔ انتہائی دلچسپ کہانی۔

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان

عمران پرمود سیریز میں انتہائی دلچسپ اور ہنگامہ خیز کہانی

ڈیتھ ریز

مکمل ناول

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

ڈیتھ ریز ——— ایسی ریز جن سے بیک وقت لاکھوں کروڑوں افراد کو ہلاک کیا جاسکتا تھا ——— ایسی ریز جن کا کوئی توڑ ممکن ہی نہ تھا۔

ڈیتھ ریز ——— جن پر مشتمل ڈیتھ میزائل تیار کئے جا رہے تھے تاکہ پوری دنیا کو ان کا نشانہ بنایا جاسکے۔

ڈیتھ ریز ——— جن کی وجہ سے پاکیشیا اور بلگارنیہ دونوں اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے لگے۔

- عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس پاکیشیا کے تحفظ کی خاطر اس کیخلاف میدان میں کود پڑے
- میجر پرمود نے بھی بلگارنیہ کے تحفظ کی خاطر ڈیتھ میزائل کی لیبارٹری تباہ کرنے کے مشن پہ کام شروع کر دیا۔

وہ لمحہ۔ جب عمران، پاکیشیا سیکرٹ سروس اور میجر پرمود دونوں اپنے اپنے طور پر مشن مکمل کر چکے تھے لیکن حقیقتاً دونوں ہی مشن میں ناکام رہے تھے۔

- کیا عمران اور میجر پرمود دونوں ہی ناکام رہے ——— یا ———؟
- انتہائی دلچسپ، حیرت انگیز اور منفرد انداز کی کہانی۔

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان

اور پھر شیشی واپس پرس میں ڈالنے لگی ہو گی۔ کہ شیشی نیچے گر پڑی
بہرحال اُسے اس کی خوشبو اور ذائقہ کچھ پراسرار سا لگا تھا
اس لئے اس نے فیصلہ کیا تھا کہ اسے لیبارٹری میں ٹیسٹ کرے
گا —— تاکہ پتہ چل جائے کہ یہ پراسرار سا مشروب آخر ہے
کیا چیز۔

چائے پینے کے بعد وہ اٹھا اور پھر چند لمحوں بعد اس کی کار
دانش منزل کی طرف اڑی چلی جارہی تھی —— ظاہر ہے وہ
فیصلہ کرنے کے بعد دیر کرنے کا عادی نہ تھا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی اچانک بج اٹھی۔ تو کرسی پر بیٹھے ہوئے
نوجوان نے چونک کر رسیور اٹھالیا۔

"راجر اسمتھ سپیکنگ" —— نوجوان نے سنجیدہ لہجے میں
کہا۔

"پروفیسر ڈنکن سپیکنگ" —— دوسری طرف سے ایک
منمناتی سی آواز سنائی دی۔

"اوہ —— پروفیسر ڈنکن —— فرمایئے" —— راجر نے نرم
لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے —— آپ نے مشن کا آغاز کر دیا ہے"
پروفیسر نے کہا۔

"ہاں پروفیسر —— مشن کا آغاز ہو گیا ہے۔ مس شہلا نے
گرین کارڈ جاری کر دیئے ہیں —— ڈونی ان کی نگرانی کر رہا